جاء صباح والنور
افضل النبی رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم
جاوید
مولانا منیر احمد
طاہر پبلیکیشنز سنگھ پورہ - باغبانپورہ - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۔

جاءَ صبّاغُ والنّورہٗ صلی اللہ علیہ وسلم

ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

المشہور بہ

فضل النّبی صلی اللہ علیہ وسلم رسولِ مدنی

مؤلفہ

منیر احمد

طاہر پبلیکیشنز، سنگھ پورہ باغبانپورہ لاہور

نام کتاب : افضل النبی رسولِ مدنی ﷺ

مصنف : مولانا منیر احمد

ناشر : طاہر پبلیکیشنز سنگھ پورہ باغبانپورہ لاہور

طابع : سراج محمدی پریس سرکلر روڈ لاہور

تعداد : ایک ہزار

بار : اول

کتابت منظور احمد نعمانی

قیمت : روپے

فہرست مضامین

مقدمہ و عقیدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ادخلوا فی السلم کافۃ : داخل ہو دو اسلام میں پوری طرح

نیت المومن خیرٌ من عملہ : نیت مومن اس کے عمل سے بہتر ہے۔

خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا

موت اور حیاتی کی تخلیق انسان کے عملِ احسن کی آزمائش کے لئے ہوئی ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ اللہ عزوجل جسے چاہے ہدایت بخشے طرف راہِ مستقیم اور سیدھی کے انسان کی حقیقت اسی جہان پر واضح او رظاہر ہے اس کے القاب و اسما اور صفات سے جیسے حضرت صاحب، مولینا صاحب، حافظ صاحب، کوئی بخیل ہے کوئی سخی، کسی کو نیک اور کسی کو بے ایمان کسی کو شاباشں اور کسی پر لعنت، کوئی چور ہے تو کوئی ظالم، کوئی ایماندار ہے تو کوئی امین صادق، علی ہذا القیاس عامۃ المسلمین کے بارے میں فرمایا گیا ان الذین یخشون ربہم بالغیب لہم مغفرۃ و اجرٌ کبیر ۔ بے شک وہ جو بے دیکھے ایمان لائے ان کے لئے بخشش ہے اور اجر بہت بڑا۔ اب جو اللہ عزوجل کے عظیم انعامات، نوازشات اور احکامات و ہدایات پر عمل نہیں کرتا وہ صحیح مومن اور مسلمان نہیں ہے۔

یہ لوگ با ادب با نصیب حجت بازی، جھگڑا، بحث اور فضولیات میں نہیں بہکتے اور بے ادب، بے نصیب نہیں ہیں انشاء اللہ۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ وجاہدو فی سبیلہ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور پکڑو اس کی طرف وسیلہ اور کوشش کرو اس کی
راہ میں۔ یہ حکم ہے عامۃ المسلمین نیکو کاروں کو اور خصوصی بندگانِ خدا کی شان میں فرمایا
اَلَا اِنَّ اَوْلیاء اللہ لاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون، جزو اد بیشک اللہ کے دوست کسی قسم
کا خوف اور غم نہیں رکھتے اور یہی لوگ عامۃ المسلمون کے امام اور رہنما ہوئے ہیں مطابق
ارشاد اللہ العٰلمین صراط الذین انعمت علیھم اور حضور سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحیثیت
خاتم الانبیا کے فیضانِ رحمت سے نوازا اور ان سب کا رہنما اپنے اصحاب واہل بیت کو
فرمایا بمطابق ارشاد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم" : میرے
اصحاب ستارے ہیں۔ جس کی بھی پیروی کرو گے اور ہدایت پاؤ گے اور اہلِ بیت کی
محبت کا حکم فرمایا الا المودۃ فی القربیٰ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو ولایت محمدی کا وارث
اور بادشاہ کیا اور انبیاء کرام کی شان الا من ارتضیٰ من رسولٍ فانہٗ یسلک من بین
یدیہ ومن خلفہٖ رصدا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی علم الرحمن وعلم القرآن عطا فرمایا
اور جمیع انبیاء کرام کو آپ کے صدقے میں ولتومنن بہ ولتنصرنہٗ کی شرط پر رہنما فرمایا
خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو للناس اماماً فرمایا اور ہمیں ادب کی طرف راغب فرمایا
لانفرق بین احدٍ من رسلہٖ وتلک الرسل فضلنا کے مطابق فضائل بیان کرنے سے
منع نہ فرمایا چونکہ صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ عثمانؓ ذوالنورین اور علیؓ المرتضیٰ حضور علیہ السلام
کے پہلے خلفاء ہیں ان پر بدظن ہونا اور ان سے محبت نہ رکھنا اور ان کو اسلام کا پہلا

رہنما نہ جاننا عقل کے بھی خلاف ہے لہذا کوئی مسلمان ان کے بارے میں سوائے اظہار محبت کے کچھ نہ کہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہ السلام اور دیگر مخصوص وارثان انبیاء کی حفاظت اور نگرانی فرشتوں کے ذریعے فرماتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اِلَّا مَنِ ارتضیٰ من رسول میں۔

واسرُّوا قولکم او اجھرُوا بہ انّہٗ علیمٌ بذاتِ الصّدُور

تم اپنی بات آہستہ کہو یا بلند آواز سے وہ تو دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اور یہ چیز اس نے اپنے بندوں کو بھی عطا کی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِتّقُوا بفراسۃ المومن اور مومن کی فراست سے کہ وہ اپنے اللہ کی عطا کردہ نور معرفت سے جانتا ہے اور یہ بات کئی بار آزمائی ہے اور فرمایا

فامشوا فی مناکبہا وکلوا من رزقہٖ والیہ النشوُر

چلو اس کی راہوں میں کھاؤ اس میں سے روزی اور اس کی طرف اٹھنا ہے۔ جسمانی روزی حلال طیب۔ ستھری ہر طرح عیب سے پاک چاہیئے۔ مسلمان اللہ تعالےٰ کا نائب خلیفہ وزیر ہے اور اس کی خوراک بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے۔

انّ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ اللہ تعالیٰ روزی عطا کرتا ہے جسے چاہے بغیر حساب کے۔ اور جسمانی روحانی تمام غذاؤں کو اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا

ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا میں خوراک جسمانی ہے اور یہدی من یشا

میں روحانی اور اس نے ہمیں پیدا کر کے نعمتوں کو ہم پر نچھاور فرمایا اور ان کا مالک صاحب تصرف فرمایا۔ اور پھر ارشاد کیا۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ بے شک سودا کیا اللہ نے ایمان والوں سے ان کے مال اور جان لے کر ان کو جنت عطا کرے۔

بچہ کی خوراک دودھ ہے اور پھر نرم غذا اور بہت کم۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے۔ پھر مناسب، پھر جوانی میں عام غذا۔ اسی طرح بعد الموت اور بعد الحشر انسان کی خوراک بدل گئی۔ بے علم نتواں خدا را شناخت بے علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کو نہیں جان سکتا۔ علم حاصل کرنا ضروری ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا اطلب العلم من المھد الی اللحد۔ پنگھوڑے سے لحد قبر تک علم حاصل کرو۔

اور یہ سب چیزیں نیک نیت، حسنِ عمل اور ادب و احترام کے ساتھ مفید ہوں گی ورنہ منافقت ہو گی اور محض خسارہ ہی خسارہ اور منافقت میں محض فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین۔ اور کچھ فائدہ نہ دے تجارت ان کی ان کو اور وہ نہیں راہ پانے والے کچھ نہیں ملے گا اور کفار کو پہلے ہی فرما دیا وما لہٗ فی الاٰخرۃ من نصیب۔ اور نہیں ہے ان کے لئے آخرت میں کچھ نصیب۔

مختصراً عقیدہ مسلمانوں کا جو اللہ اور رسولؐ کے نزدیک احسن اور منظور ہے لکھتا ہوں اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ نزدیک اللہ کے دین اسلام ہے۔ قد کانت لکم اسوۃٌ حسنۃٌ فی ابراہیم، تمہارے لئے ابراہیم کی زندگی میں ایک اچھا نمونہ ہے۔ من احب قوماً فھو منھم

جسنے جس کسی کو محبوب رکھا وہ انہی سے ہو گیا پس اللہ والوں سے محبت کرنا چاہیئے۔

اسلام کی دو راہیں ہیں۔ شریعتِ ظاہرہ، فقہ اور دوسری طریقت و تصوف کی راہ

ان دونوں کو اپنانا ہی اسلام ہے۔

خلفائے راشدین اور ان کے ساتھی اصحاب کے بعد جن میں فاطمہ خیر النساء اور امام حسن و حسین شامل ہیں اور ان سے طریقت کی راہ نکلتی ہے بارہ امام اہلسنت کے امام ہیں کسی اور کے نہیں ہیں اور ان کا ثبوت بزرگانِ دین کی بیعت ہے اور چشتی قادری نقشبندی سہروردیہ سب کا تعلق ان سے ہے ان کے بعد حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ دیگر تمام اولیاء اللہ کے امام اور سید ہیں اور سرہند شریف کے چاند امام ربانی مجدد الف ثانی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، کے نائب ہیں اور انہی صاحبان کی راہ صراطِ مستقیم ہے۔

خواہ مخواہ اور طرف جا کر پارٹی بازی کے سوا کچھ نہیں ہے البتہ یہ درست ہے کہ ایک مچھلی سارے جل پر دھبہ ہو جاتی ہے فرداً فرداً غیر احتیاط اور بے عملی نے ان سے عوام کو روک دیا۔ بہرحال اصل چیز انہی لوگوں کے پاس ہے۔

ان اللہ والوں نے فقہ کو نہیں چھوڑا لہٰذا مسلک امام ابو حنیفہ خصوصاً اور عموماً امام شافعی احمد بن حنبل اور امام مالک کا طریقہ ہی دینِ اسلام ہے آخری التماس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا رنگ نورِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا اور انہی کی شریعت پر مکمل ہو گیا اور صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ و نحن لہٗ عٰبدون ہی اصل مقصود انسانی ہے اسی وجہ سے میں نے اس کتاب کا نام جاء صباح والنور تجویز کیا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ و اہلِ بیتہٖ و بارک وسلم۔

تمہید و تحمید

انتساب و نام کتاب

اس ہدیہ کو حبیب رب العلمین رحمۃ العالمین امام الرسل خاتم النبین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام مبارک سے ہی منسوب کرتا ہوں۔ **کیونکہ**

یہ کتاب جس کا نام "جاءصباح والنورہ" رکھا گیا ہے۔ آپؐ ہی کے نام سے منسوب ہے۔

نیز عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (۱۲) ربیع الاوّل سنہ ۱۳۹۶ھ کے موقع پر اس کا مسودہ مکمل ہوا۔ اور بحساب جمل حروفِ ابجد سے نام رکھا گیا ہے۔

منیر احمد مدرس

اظہارِ تشکر احباب و معاونین

ہر انسان کا اپنا اپنا اظہار خیال ہوتا ہے اور کسی نہ کسی مشغلہ میں وہ قلبی سکون اور راحت حاصل کرتا ہے پس اسی نتیجہ کی رُو سے ترتیب دینے والے نے جو وہ تحریرات وقتاً فوقتاً لکھتا رہا ، یکجا جمع کر کے ایک کتاب کی صورت پیش کر دی ہے اور اس کتاب کی تکمیل کے ساتھ جناب بھائی محمد افضل صاحب مانانوالہ ضلع شیخوپورہ کا ذکر ضروری ہے کہ انہوں نے بندہ کو اپنے خیالات کا اظہار تحریری طریق پر کرنے کا مشورہ دیا اور بندہ ان کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ انہوں نے مجھے ایک عظیم ثواب کے حاصل کرنے کی ترغیب دی بیشک اس ثواب میں ان کو بھی اجر و ثواب ہے۔

اور اس کے ساتھ ہی میں جناب بھائی منظور احمد نعمانی کاتب باغبانپورہ لاہور کا از حد ممنون ہوں جنہوں نے کتاب ہذا کے شائع کرنے کا خود ہی ذمہ اٹھا لیا اور اس کام میں بندہ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر نامہ کو قبول و منظور فرمائے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پاک کو ہمارے لئے رحمت و برکت فرمائے

منیر احمد مدرس

حمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ رَبِّ زِدْنَا عِلْمًا نَافِعًا وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ
مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَالِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔

تمام حمد و ثنا اہلِ ارض و سماءت، تحت الثریٰ از جملہ خلائق خالق
حبیب خدا کے لئے ہیں ۔ الحمد اللہ رب العالمین ۔

اس کی عنایت شفقت و رحمت ہے ۔ اور احسانِ عظم لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ
علی المُؤمِنِیْنَ ہے کہ اس نے ہماری پرورش اپنے حبیب رحمۃ اللعلمین صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم کے توسل سے فرمائی ۔ اصحاب محمد و آل محمد کا ہمیں غلام
کیا ۔ اور من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین کی طرف ہمیں
متوجہ فرمایا ۔ امیدوار کرم و بخشش کیا ۔

اسی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں طالبانِ حق میں شمار فرمادے ۔ اور اپنے
نورِ ضیائے رحمت سے منور کرنے میں ہمارے نصیب بھی اجاگر فرماوے
آمین ثم آمین !

درود و سلام لامحدود بر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آل پاک
منیر احمد

ہدیۂ تہنیت

دین اسلام کی خدمت ہمارا مقدس فریضہ ہے۔ معاشی، معاشرتی، اور علمی میدان میں اسلام کی ترقی ہمارا مقصدِ حیات ہونا چاہیئے۔ جس شخص نے اپنی زندگی اسلام انسانیت اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے وقف کی، اس نے زندگی کے مقاصد کو حاصل کر لیا علم حاصل کرنا اور سکھانا سب سے افضل مقام ہے علم حاصل کرنے کے راستے میں طالب علم کو جو مصائب پیش آتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کے صلے میں اس کے درجات کو بلند و بالا فرماتا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جناب محترم حافظ محمد زکریا نے اپنی ذاتی توجہ مرکوز فرمائی۔ یہ ان کے علمی لگاؤ اور نیک بندوں سے رغبت کا ثبوت ہے کہ انہوں نے "افضل النبیؐ رسول مدنی" کی طباعت میں پوری مالی اعانت فرمائی لیکن عرصہ حیات کے قلیل ہونے کے باعث وہ طباعت کے کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ اور نوجوانی کے عالم میں داغِ مفارقت دے گئے۔ زیرِ نظر کتاب کے مصنف، معاونین اور ناشر کو حافظ محمد زکریا کی وفات سے دلی صدمہ پہنچا ہے۔ خداوندِ کریم اس دینی خدمت کے عوض مرحوم محمد زکریا کو جنت الفردوس میں اعلےٰ و بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین۔ ثم آمین۔

جناب حافظ محمد زکریاؒ نے پوری زندگی قرآن کریم کو حفظ کرنے اور سمجھنے میں صرف کی۔ آخری ایام میں مرحوم کویت میں مقیم تھے اور قرآن پاک کی تفسیر اور صرف و نحو کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مرحوم نے روضۂ رسولؐ پر حاضر ہونے کی بھی سعادت حاصل کی۔

خدائے ذوالجلال سے التجا ہے کہ وہ اس تحفہ کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔

ادارہ، جناب حافظ محمد زکریا مرحوم کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے کتاب کی تکمیل میں مالی اعانت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو عزلی رحمت سے نوازے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین

الداعی الی الخیر اراکین ادارہ

کتاب کا نام اور معرفتِ الٰہی کا پیغام

عربی مقولہ ہے الکتابُ صادقٌ و حارسٌ للانسان

کتاب ایک سچا دوست ہے اور انسان کے لئے محافظ ہے اور بیشک انسان کو کتابوں سے خاموش نصیحت ملتی ہے جو انسان کی عزت کا نشان ہے کہ انسان کو انسان سے بات کرتے ہوئے بھی ادب کی ضرورت ہے۔

جیسے ایک سید صاحب جن کی داڑھی مبارک شریعتِ مصطفےٰ کے مطابق نہ تھی ان کو بتاتے ہوئے ایک سنی رہبر حقیقتِ عالمِ ربانی نے فرمایا تھا۔ سرکار اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ چوکیدار خواہش مند ہے کہ آپ اپنے نانا جان کی سنت کا خیال فرمائیں اللہ اکبر۔

ہر کتاب ہمیشہ اس کے لکھنے والے کا حال اور خیال، عقیدہ بیان کرتی ہے۔ اور لکھتے وقت پڑھتے وقت کتاب انسان کو اللہ عز وجل کا یہ فرمان یاد دلاتی ہے **لِمَ تقولون ما لا تفعلون** کیوں کہتے ہو تم جو کرتے نہیں۔

کتاب ہذا کے نام کی تشریح کے بارے میں کچھ عرض ہے کہ اس کا نام

جآءَ صبّاغٌ والنّورہٗ

رکھا گیا ہے جس کا مطلب ہے آ گئے رنگریز اور اللہ کے نور اللہ نور السمٰوٰتِ والارض۔ اللہ تعالیٰ نور ہے آسمان و زمین کا اور یہی رنگ ہے اللہ کا۔ فرمایا اے لوگو! مجھے میری قدرت

کے اظہار میں دیکھو۔

اور اس تخلیق کائنات کا سلسلہ اوّل ما خلق اللہ نوری کے فرمانِ مصطفےٰ کے مطابق حضور

علیہ السلام سید الانبیاء کی نوری اور روحانی تخلیق ہے

اس کی ربوبیت اور نبی علیہ السلام کی رحمت برابر فیضان کی بارش کا کام کر رہی

ہیں لفظ جاء حضور علیہ السلام کی آمد کا اعلان ہے۔

اور صباغؔ رنگ ریز وہی رنگ ہے صبغۃ اللہ کا۔ یوم تبیض وجوہ اور کچھ

منہ سفید ہوں گے۔

اور انسان اپنی ہمت، قسمت، محبت، قدر و منزلت میں درجہ بدرجہ اس نور سے

رنگا جا رہا ہے اور اس رنگ کی چمک خوبصورتی الحب اللہ والبغض اللہ اور اشد حب

اللہ کے فرمان کے مطابق اللہ کے حبیب علیہ السلام اور ان کی آل مودۃ فی القربیٰ با محبت

و عشق۔ سوز و گداز اور میلان در جوع الی اللہ ففروا الی اللہ۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ کا نتیجہ ہے

اور جاءکم حضور علیہ السلام کا اعلان ہے اور یہ مطلب ہے نام میں لفظ جاء صباغؔ شامل کرینگا۔

والنورہٗ سے مطلب حضور علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید بھی ہے جو

آپ پر نازل ہوا۔ قرآن اللہ کا ہی نور ہے۔

لتؤمنن بہ ولتنصرنہ کے مطابق تمام انبیاء و رسل سید الانبیاء کے

تابع ہیں اور معرفت کے رنگ میں رنگین ہو کر انسان کی راہنمائی فرمانے والے ہیں اور

ان کا ادب ہمیں تا قیامت اور بعد قیامت لازم ہے۔

فرق نہ کیجئے درمیان کسی رسول کے اس کے رسولوں میں اور تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض

کا حکم حضور علیہ السلام کا سید الانبیاء ہونا ثابت کرتا ہے

ختم نبوت کی تکمیل کی خاطر اللہ عز وجل نے صدیقین، شہداء و صالحین کے گروہ پیدا فرمائے اور ان کے بارے فرمایا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور ہمیں کونوا مع الصادقین کا حکم فرمایا۔

تمام اہلِ جہان پر اللہ عز وجل کی رضا فرض ہے ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے اور اللہ رب العزت نے حضور علیہ السلام کی رضا چاہی۔ پس طالب و مطلوب خدا اور رسول من یطع الرسول فقد اطاع اللہ رسول کی اطاعت میں ہی اللہ کی اطاعت ہے

اللہ کی محبت اتباع حبیب میں ہی رکھ دی گئی۔

اس پر ثبوت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی رضا چاہتا ہے اور فرمایا ورفعنا لک ذکرک اے حبیب تمہارا ذکر بلند کیا جائے گا اور حضور علیہ السلام کے خصوصی دوست ابوبکر صدیق تھے اور ان کی قدر اللہ عز وجل نے فرمایا لا تحزن ان اللہ جیسی اللہ کی محبت رسول اکرم سے ہے ویسی ہی ابوبکر صدیق سے ——— اللہ اکبر

انسانیت کے جدِ امجد ابو البشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقل کو چاہا علم و بخت مال و متاع خود ہی ان کے تصرف میں آگئے۔

عجز و اختیار فرمایا توبہ کو پسند فرمایا اور اللہ تعالےٰ نے آپ کی عزت کو چار چاند لگائے کہ ولم نجدلہٗ عزماً فرما کر ان اللہ اصطفیٰ آدم کا اعلان فرمایا نوح علیہ السلام آلِ عمران اور تمام انبیاء کو اسی آیت میں شامل کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے خصوصاً للناس اماماً کا خطاب بخشا اور یہ سب احکام صادق ہیں کہ اللہ عزوجل جسے کسی چیز کسی نام کسی کام اور کسی بات کی حاجت نہیں ہے اور مقربین کی عزت کا خواہش مند ہے العزۃ للہ والرسولِ وللمومنین

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا وسیلہ حضور علیہ السلام ہوئے ہیں کہ وہ تخلیق میں بھی اور ترتیب میں بھی اور ہدایت میں ہر طرح سے اللہ مولی اللہ عزوجل کی عطا کے تقسیم کرنے والے انا قاسمٌ ارشاد فرمانے والے ہیں آپ وسیلۂ توبہ آدم آپ دعائے خلیل، بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں

اور حضور علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ کو دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے طلب فرمایا پس یہ چیزیں اسلامیات سے ہو گئیں۔ اور اللہ والے اپنی دعاؤں کے ساتھ اہلِ جہان کو فیض بخشتے ہیں اور کبھی کبھی پیدا ہونے والے کا اعلان اور خوش خبری دیتے ہیں اور اس طرح حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان ذوالحیاء کی سخاوت پر آپ کو بشارت بخشی جنت کی اور صدقات و خیرات بزرگوں کی خدمت ان کے لئے جنت کا وسیلہ ہوئے۔

اور لوحِ محفوظ کی تحریر اللہ کے بندوں پر واضح ہوئی۔ اور انہوں نے اس پر

نظر رکھی اور اپنے طالبوں کی پرورش فرمائی اور یہ محمدؐ کا خصوصی فیضان ہے اسی لئے خدائے عز وجل نے اپنے مقربوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں کی قدر فرماتے ہوئے ان کو شعائر اللہ فرمایا صفا، مروہ، مقامِ ابراہیم، غارِ حرا، ثور، مسجدِ نبوی، مسجدِ اقصےٰ، کوہِ طور، اصحابِ کہف، ایسے ہزار ہا نشانوں کو عظمت حاصل ہو گئی۔

متقی تین قسم کے ہیں جن کے بارے قرآن پاک کا اعلان ہے ہدًی للمتقین قرآن ہدایت ہے متقی لوگوں کے لئے

(۱) عوام جو شریعتِ ظاہرہ اور مطاہرہ پر محبت اور لگن کے ساتھ عامل ہیں۔

(۲) خواص جو عوام کی رہنمائی میں تقریر و تحریر، و حسن نظر سے اللہ کی راہ میں قدم زن ہیں۔

(۳) خاص الخواص ان کا تعلق اللہ تعالیٰ اور انبیاء سے خصوصی ہے۔

اور انہی لوگوں کے صدقے اہلِ جہان کو جسمانی، روحانی، نعمتیں تقسیم ہوتی ہیں۔ حکومتوں کا قیام روزی کا انتظام، دینی اور دنیوی انعام ان کا صدقہ ہیں جیسے حضرت خضر علیہ السلام پانی کے بادشاہ ہیں، الیاس علیہ السلام جنگلات کے شہنشاہ، غوثِ اعظم فیضانِ مصطفےٰ کے تقسیم کرنے والے تمام اولیاء اللہ پر فوقیت رکھتے ہیں

غوثِ اعظم درمیانِ اولیاء

چوں محمدؐ درمیانِ انبیاء

حضرت صدیقِ اکبرؓ، عمرِ فاروقؓ، عثمان ذوالنورین، علی المرتضیٰ اور اہلِ بیت

عظام پر ایمان محبت کے ساتھ اسلام کی روح ہے فیضانِ نبوت العلماء ورثۃ

الانبیاء کے مطابق انہی سے سینہ بسینہ ہم تک پہنچا ولی دو قسم ہیں جسمانی ترکہ

کے ولی باپ دادا ۔ بھائی وغیرہ۔

روحانی ولی ایمان، اسلام، سفرِ آخرت کے ولی ۔ ولی کے معنی دوست ،

قریب، مددگار، والی، وارث، معبود، مالک ۔ ہادی یہ سب معنی ہیں ۔

پس اللہ رسول پاک اور اولیائے ربانی کا درجہ معلوم کرنے میں معنی مختلفہ

مراد ہوں گے جیسے آنکھ بیٹھ گئی ہے کان بیٹھ گئے ہیں جھٹھ بیٹھ گیا میں بیٹھ ۔

کئی معنوں میں استعمال ہے ۔

اُنظر الیٰ وجہ الکتاب

صِبْغَۃَ اللّٰہِ ومن احسن مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً وَّنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُون

رنگ دیا ہوا اللہ کا اور کونسا بہتر ہے رنگ اللہ کے رنگ سے اور ہم ہیں

اسی کے لئے عبادت کرنے والے ۔

اللہ عز وجل ذاتِ لاشریک لم یلد ولم یولد ، احد و صمد، مرتبہ میں اللہ

اکبر ابتدا وانتہا، وقت و زمانہ سے الگ ۔ مالکِ کائنات خالقِ کل باعثِ تخلیق

کائنات، ربِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انتہائے عنایت نا معلوم

لا اس انسان بنی آدم پر اس کی کمال شفقت رحمت اس کی خصوصی صفتِ ذکرِ محبت

پر وال ہے جنت و جہنم، عرش و فرش ارض و سما، نبات و جماد، چرند و پرند درند وگزند آب و خاک، باد و آتش، لوح و قلم سب کچھ انسان کی خاطر پیدا فرمایا۔ اور ان سب کو صدقہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیا لولاک لما خلقت الافلاک۔

ان سب اشیاء کی انسان کو ضرورت ہے اور انسان کی ان سب چیزوں کو ضرورت نہیں ہے پانی کی ضرورت ہم کو ہے ہماری پانی کو ضرورت نہیں ہے ہوا ہمیں درکار ہے ہوا کو ہماری حاجت نہیں ہے۔ آگ سے ہمیں فائدہ ہے ہمارا اسے کیا فائدہ۔

زمین کا تعلق نبات سے ہے۔ نباتات حیوان کی خوراک ہے حیوانات شجر و حجر پانی وغیرہ سب ہماری خوراک کے حصے ہیں۔

اور یہ سب چیزیں انسانی قدرت کا سہارا اور وسیلہ ہیں ہمارا بدن انہی لوازمات سے آراستہ اور پروردہ ہے۔

ہمارے جسم کا خاص حصہ ہمارا دل ہے اور دل کی حفاظت میں سارا بدن کام کرتا ہے گویا دل بادشاہ ہے عقل اس کا وزیر ہے دماغ اس کا دفتر ہے اعصاب اور پٹھے اس کی فوج و سپاہی اور مخبر ہیں اور ان کے ذریعے ہر ہر جگہ جسم میں ڈاک پہنچتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مالکِ کل ربّ العزت نے دل ہی کو معرفت کا خزانہ

قرار دیا اور اسی مقام کی طرف اشارہ فرمایا و فی انفسکم افلا تبصرون نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور حدیث حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام الانسان سری و انا سرہٗ اور قلوب المومنین عرش اللہ تعالےٰ اسی کی وضاحت میں فرمایا گیا جس طرح عرشِ معلی برآسمانِ تجلیاتِ حق کا اصل ہے کوہ طور کی طرح نہیں ہے کہ ایک ہی تجلی سے ریزہ ریزہ ہوگیا اور یہی عرشِ اعظم ہے جہاں سے نورانی تجلیاتِ حق سارے جہان کو فیض دے رہی ہیں۔ اسی خیال ارادہ، کیفیت نورانی جلووں کی طرف اشارہ استوی العرش فرمایا جو الٰہی کی شان ہے۔

اسی طرح اگر انسان اپنے دل کو اس کی خاطر ستھرا اور پاکیزہ کرے تو اسی قلبی روزن سے ملکی، روحانی، نورانی مقامِ انسانیت دیکھ لے

من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ

اور یہ چیز باطنی توجہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے مظہر سید الانبیا ان سید الانبیاء سے وہی چیز دیگر تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو حاصل ہوئی۔

اللہ معطی و انا قاسم: اللہ کے خزانوں کے قاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

قرآن پاک کلامِ ربانی ہے اس پر عربی حروف کا لباس زبانِ مصطفےٰؐ ہے اور یہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب کے دو علوم ہیں جو سینہ بسینہ چلے اور تا قیامت دلوں کو منور کرنے والے ہیں اور یہی وہ رنگ ہے جس کا ذکر اللہ کریم نے صبغۃ اللہ سے فرمایا اور وہ آیت شروع میں لکھی جا چکی ہے۔

اور اسی نورانی رنگ کی رنگ ریزی انبیاء کرام اور صحابہ کرام اور بعد میں اولیاء کرام گروہ صالحین و متقین نے کی ہے اور تا قیامت سعادت مند انسان اسی رنگ ریزی سے اپنی قسمت کو چمکاتے سجاتے رہیں گے جس طرح سورج کی کرنیں تمام چیزوں کو منور کرتی ہیں اور جو چیز اندھیری بند کوٹھڑی میں یا زمین کے اندر چھپ گئی ہے اس پر اس کا اثر نہیں ہے اس طرح جس دل کا تعلق خوراک متعلقہ بدن سے رہا وہ اسی طرف متوجہ رہا اور اس کا رخ عالم سفلی کی طرف ہوگیا محروم رہا۔

اور جو وما من دابۃ فی الارض کے حکم کے مطابق توکل الی اللہ کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوگا۔ اس کا تعلق اس طرف ہو جائے گا۔

اور اس کے اس بدن کا بھی کچھ نہ بگڑے گا۔

ایک دفعہ حضرت بایزید نے تین سال تک پانی نہ پیا اور ان کا وجود سلامت رہا اور جو کچھ انسان کی قسمت ہے وہ ضرور اسے ملتی ہے البتہ اس کی کوشش للہ رب العالمین کے مطابق ہونا چاہیئے۔

پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء، علماء، اولیاء اللہ صالحین لوگ رنگ ریز کا درجہ رکھتے ہیں اور عامۃ المسلمین کو چاہیئے کہ وہ مع المتقین۔ کونو مع الصادقین کے مطابق ففروا الی اللہ دوڑ کر حاضر ہوں اور اپنے قلب و نظر پہ اللہ کا رنگ ایسا قبول کریں کہ نفس و ابلیس اور دنیا اس کے قریب نہ جا سکیں۔

جیسے اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا ایسے بیمار آنکھوں والے روشنی میں بھی کچھ نہیں دیکھتے اور سخت روشنی میں آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس میری شکل میں نہیں آسکتا اور فرمایا اے عمر بن الخطاب ابلیس تم سے ڈرتا ہے اور وہ دوسری راہ پر ہو جاتا ہے اس نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ترتیب دینے والے نے جو یہ کتاب لکھی ہے اس کا نام "جاء صباغ والنور" رکھا ہے۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ کی طرف سے نوری رنگ ریزی کرنے والا وہ رنگ ریز آیا۔

کتاب ہذا میں سید الانبیاء جملہ انبیائے کرام، اصحاب و اہلِ بیت فقہ و سنت، حدیث و قرآن، تصوف و معرفت، آئمہ اربعہ فقہ، ولایتِ محمدی، امامت بعد الانبیاء و اولیاء اللہ کا بیان ہے

روحانی اور نفسانی مقابلہ اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ آخرت کا بیان بھی ہے انسان کا سفر بھی مکمل طور پر لکھا گیا ہے وما توفیقی الا باللہ - اب میں اس بارے میں چند اشارات قلمبند کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں

ضمد الٰہی الصمد کے بارے میں لکھتا ہوں اور وہ اس طرح ہے کہ اللہ عزوجل نے جب چاہا کہ وہ ظاہر ہو اور اس نے اپنی خالقیت اور

رحمت کا اظہار فرمایا تو سب سے پیشتر ربوبیت کی تجلی فرمائی اور وہی تجلی اور نور جسے قبولیت کی نظر سے دیکھا اسے فرمایا محمد ہوجا حبیب ہوجا اور انہی کے بارے میں فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک ۔

پس سب سے پیشتر جو چیز معرضِ وجود میں آئی حقیقی محبت، عشق تھا اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رکھ کر نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دی ۔
اور فرمایا انّ اللہ وَ ملئکتہٗ یصلّون علی النبی

تمام کائنات نے اللہ عزوجل کی ثنا کی اور اللہ تعالیٰ نے حبیب خدا کی صفت فرمائی ۔ ورفعنالک ذکرک

لا الہ الا اللہ کی حقیقت کا اظہار محمد رسول اللہ کی راہ سے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ لازوال اور ازلی ابدی قائم و دائم ہے اسی طرح اس کا اسم ذات اللہ بھی لازوال ہے

اللہ ، للہ ، لہٗ اور ہٗ کے اسمائے ذات ضمیری اسماء جو قرآن پاک کی جابجا زینت بنے ہوئے ہیں سے واضح ہے کہ اس کا نام لازوال ہے ایسا دوسرا کوئی نام نہیں مثلاً میرا نام منیر ہے جس کا معنی روشن ہے لیکن میم ہٹانے سے نیر ہوگیا نیر پانی کو کہتے ہیں ۔
محمد کی میم الگ کیجئے حمد ہوگا مطلب اور ہوجائے گا ۔ قاسم تقسیم کرنے والا ق مٹانے سے اسم ہوگیا علیٰ ہذا القیاس

لیکن اللہ کریم کا اسم ایسا نہیں ہے آلان کما کان ولم یزل زوالاً پس اسی اللہ تعالیٰ ذاتِ صمدیت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور حبیب بنا کر بھیجا اور اسے رحمۃ للعالمین کا قاسم فرمایا۔

رسول کے معنی وسیلہ بھی ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے مابین وسیلہ ہو گئے جو چیز انبیاء سے نسبت والی ہو گئی وہ فی سبیل اللہ ہو گئی فرشتے اور بزرگ انسانی ہستیاں سبھی ضمد الی الصمد کی جماعت کا حصہ ہو گئی اور انسان جو کہ ایک مخلوق ہے اسے مستقبل بعد الموت بھی ابدی حیات عطا کر دی اس لحاظ سے انسان اللہ تعالیٰ کا خصوصی عبدہٗ بندہ ہے

جیسے آگ کی حقیقت کچھ اور ہے اور یہ چنگاریوں، کوئلوں اور لوہے میں اپنا اثر کرتی ہے اور ان سے وہی بات ظاہر ہوتی ہے جو آگ کی حقیقت ہے اسی طرح ہدایت من اللہ ہے لیکن اس کے مخصوص بندے ہدایت کا سرچشمہ اور سبب ہیں۔

ہدایت من اللہ سے جب انسان اس کی عبادت میں لگ جاتا ہے تو حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا دوست بنا لیتا ہے اور فاتبعونی یحببکم اللہ اس پر شاہد ہے اور بذریعہ جبرائیل امین بحر و بر اور جنگلوں آسمانوں ہر جگہ اس کی محبت کا اعلان کیا جاتا ہے اور ہر چیز اس شخص کا ادب کرتی ہے اور فرمایا ہے میں ایسے بندے کے کان، ہاتھ اور آنکھ زبان اور پیر بن جاتا ہوں کہ وہ میرے کانوں

سے سنتا ہے میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے میری نظر سے دیکھتا ہے میری زبان سے

بولتا ہے۔

اور وما ینطق عن الھویٰ اس پر گواہ ہے اور وہ حدیث بھی اس پر گواہ ہے

جس میں حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا گیا الحق ینطق علی لسانِ عمر اور یہی وجہ تھی حضرت

شیخ عبدالقادر اور سا امام الاولیا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے قم باذن اللہ کہہ کر گوئیے

کو زندہ کر دیا اور وہ عیسائی مسلمان ہوگیا جو کہتا تھا حضرت عیسی علیہ السلام کا مرتبہ

بہت اونچا ہے معلوم ہوگیا کہ اللہ والے اللہ کے دوست ہیں

اللہ ولی الذین آمنو ورسولہٖ اور ان کی مجلس ضروری ہے اسی وجہ سے

اِجلس مَعَ الصّالِحین کا مضمون پیش کر رہا ہوں

اطیع اللہ واطیع الرسول واولی الامر منکم من یطع الرسول فقد عطاء اللہ۔

فاتبعونی یحببکم اللہ کونو مع الصادقین ان آیات سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی

مجلس بہت اچھی چیز ہے۔

علیکم بسنتی وسنتِ خلفائے راشدین کا فائدہ بھی ظاہر ہے۔ نیک لوگوں

کے پاس نیکی ملتی ہے ان کی صحبت کا اثر وہی ہے جو پھولوں کی خوشبو میں ہوتا ہے

ان پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔ مسجدوں میں حاضری۔ قرآن شریف

کی تلاوت میں ملائکہ کی آمد ہوتی ہے جس طرح آگ کی خاصیت جلانا ہے اور اسی

آگ سے ہم کھانا تیار کرتے ہیں سردی سے بچنے کے لئے اسے تاپتے ہیں اور ہماری

نظر اس پر بھی رہتی ہے اور یہ آگ بڑی مفید شے ہے۔

اگر احتیاط نہ کی جائے تو یہی آگ کپڑوں کو جلا دیتی ہے مکان کو خاک بنا سکتی ہے اسی طرح انسان کے وجود میں جو اربعہ عناصر کا پتلا ہے اس میں شہوت اور خواہشات کی آگ بھری ہے۔

اگر ہم ان خواہشات کو عقل اور قلب و نظر سے اسلامی نقطہ کے عین مطابق برتیں تو ہماری زندگی بڑی نرالی اور کمال درجہ کی ہوگی اور اگر ان خواہشات پر اقتدار اور کنٹرول نہ ہو تو یہ ہمیں تباہی کے گڑھے میں گرا دے گی۔

جس طرح لکڑی کا کوئلہ۔ چنگاری بھڑک کر زیادہ آگ بنا دیتی ہے اس پر لکڑی پر لکڑی رکھتے جائیں تو بہت زیادہ آگ بن جائے گی اسی طرح اگر نفسانی خواہشات کے ہم خیال ہو جائیں اور وہی کچھ سوچتے رہیں تو یہ نفسانی آگ کبھی نہ بجھے گی ہم اسے محبت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ آگ ہے محبت نہیں ہے کہ اس کا نتیجہ اور انجام بہت خطرناک ہے۔

اسی طرح آگ کی چنگاری کو بجھانا چاہیں تو فی الفور ختم ہو جائے گی۔ بایں صورت غلط خیال آنے پر توجہ اور طرف کرنے سے باطل خیال رفع ہو سکتا ہے اور یہ مجلس نیکوں کی اس چیز کو کافی ہے کہ خیال کا رجوع نیکی کی طرف رہے گا۔

یہی حال پانی کا ہے پانی کی خاصیت انسان کے وجود میں حرص ہے ہوا کا خاصہ بھی ہر چیز پر پھیلاؤ اور قبضہ ہے پانی کی خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہر نیچی جگہ پر تابعی

ہوتا ہے اسی وجہ سے انسان حریص لالچی اور ظالم ہو جاتا ہے اگر ان خوبیوں کو روحانی ارتقا پر رکھا جائے تو یہ مفید رہیں گی اسی کا نام دین اور دنیا ہے

غفلت کا نام دنیا اور چستی و بیداری کا نام دین ہے نقصان ہمیشہ غفلت اور عدم توجہ میں ہوتا ہے

انسان مسافر ہے اور مسافر زیادہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ راستے میں حسبِ ضرورت چیزیں خریدتا جاتا ہے اور اپنا خرچ کرتا ہے اور منزل پر رواں دواں رہتا ہے وہ بیٹھ نہیں رہتا کہ اس طرح اس کا سفر پورا نہ ہو سکے گا اب میں اسی بیان کے تحت سرمائے اور خریدار کے متعلق

بَیَاعُ الحسنات

کے بارے مثال پیش کرتا ہوں جہاں وجودِ انسانی میں خواہشات کا مرکز ہے ان خواہشات میں دو قسم ہیں۔

شہوت۔ حسد، ریا، حُبِّ مال، حبِّ دنیا۔ غیبت۔ کذب۔ تکبر۔ حرص فساد وغیرہ

اسی طرح اچھی صفات بھی ہیں صبر شکر۔ قناعت۔ ذکر۔ فکر۔ توبہ تقویٰ۔ رضا توکل۔ ریاضت وغیرہ۔

پس پہلی صفات نفسانی سے دور رہے اور ان چیزوں کے نزدیک بھی نہ جائے۔ اور اچھی صفات جہاں تک ہو سکے اپنے اندر پیدا کرے پہلی صفات

کو ان کا تابع بنائے۔

مال اور دنیا کے تمام ذرائع نیکی پر خرچ کر دے۔

اور اللہ کریم نے فرمادیا ہے ان اللہ اشترٰی من المومنین من اموالھم وانفسھم بانّ لھم الجنۃ

پس اپنی پونجی اسلام کی نشان دہی پر خرچ کر دے۔

انّ صلٰوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین

تحقیق میری نماز۔ میری قربانی۔ حیاتی اور موت پروردگار عالمین کے لئے ہے اور من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ بایعٌ الحسنات کی قدردانی میں فرمان ہوا ہے اور جو لوگ اس طرف نہیں آئے ان کے بارے فرمادیا کہ انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے۔

اب بات واضح ہو گئی کہ انسان جو مسافر ہے اسے دنیا پر جی لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ عارضی طور پر سمجھے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدنیا سجن مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر چونکہ آخروی زندگی میں محروم ہے لہذا اس کی دنیا کی عیش کو کافر کی جنت کہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب ہاں وہ آدمی جو خود سودا خریدنے سے عاجز ہے اسے بازاروں کی واقفی نہیں اسے کسی رہنما کی ضرورت ہے پس اس ضرورت کو پورا کرنے والے لوگ صراط الذین انعمت

علیہم کے مطابق انبیاء کے بعد صدیق۔ شہید اور صالحین کی جماعتیں ہیں۔

زنا فساد میں ابلیس لعین کے ہتھکنڈے سے بچنا محال ہے اور ایسے لوگ تلاش کرنے میں کچھ ہمت درکار ہے پس عقل سلیم سے سوچا جائے تو کوئی مشکل نہیں ہے اندھی پیروی کی ضرورت ہی کیا ہے حضور سرور کائنات کے جانشین اس امت کے پہلے رہنما ہیں۔

اگر ان کو رہنما نہ تسلیم نہ کیا جائے تو پھر بندہ کبھی راہِ راست تلاش نہیں کر سکتا کہ وہ لوگ جو حضور کے اپنے شاگرد تھے وہ صحیح پہچان نہ کر سکے تو اب کیا فائدہ۔

پس یقین کیجئے وہ حضرات سچے رہنما تھے پس یہی پکی دلیل ہے ان کے بعد جو بزرگانِ سلف اسلام کی خدمت کرتے آئے ہیں ان سے بے تعلق کر دے تو کیا پلے پڑا اس لئے

اپنے سے متعلق

پہلے سوچنا چاہیئے زمانہ ماضی کے بعد دور حاضرہ نت نئے احکام کی نئی روشنی میں کئی تغیر و تبدل ساتھ لا رہا ہے۔ اب جبکہ انسان نے اپنے اسلاف کے طور طریقے آدابِ آباؤ اجداد کو بالکل ہی فراموش کر دیا ہے عاجز کے دل میں ایک احساس نے جنم لیا ہے اسی غرض کی بنا پر باوجود علم دین سے نابلد اور صفر قابلیت کے اپنے خیالات کو سپرد قلم کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ اس قلم کو صراطِ مستقیم کی راہ چلائے۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے قلب کو اور پڑھنے والوں کے دلوں کو اسی راہ پر

گامزن فرمائے ہیں اس وقت محض اپنے آپ سے مخاطب ہوں بقولِ غالب

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

اے نحیف جانم تیرا خیال کجا۔ تیری ہستی کیا۔ محض پستی ہے تیری سکت سامان عجز۔ مگر تیرا مقام اعلیٰ وارفع۔ مگر تو بے خبر۔ اسے ساتھیوں سے دور اپنے نفس میں مغرور۔ تیرے ساتھ صالحین و متقین جو تیری معیت سے بیزار۔ تیرے رفیق ملائکہ۔ تیرا مالکِ حقیقی سمیع بصیر تیرے صاحب سراجؐ منیر جماعتِ صحابہ اولیائے تیرے دستگیر

اور تیرے خصم و عدو ابلیس و نفس دنیا و شہوت

اے دوست تو دوستی کو دشمنی اور عداوت کو محبت سمجھ بیٹھا ہے تیرا مقام اشرف تو خلیفۃ الارض کی کرسی پر فعل مختاری کا تاج پہنے ہے

مگر حسنِ سلوک سے ناآشنا ہے شرفِ سیادت و خلافت سے محروم بہ شامت نفس۔ نیابتِ حق سے دور

تو ہی بتا تیری کامرانی کا کوئی پہلو سلامت بھی ہے حبیب کبریا اشرفِ انبیاء خدائے برتر کے وزیر دیگر انبیاء محمد کے مشیر علیہم الصلوٰۃ والسلام

ابلیس باغی ملکِ خدا ایں نامی سرکش و غدار۔ ظالم و فاجر کفار و مشرکین گروہ ابلیس کی ایک کڑی

یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس

قانونِ ربانی ملکِ ذاتِ ربانی وسبحانی کا سب کچھ لاثانی اور لافانی یہ شیطنت کے داعی باطل کے بھائی اس کا کیا بگاڑ سکیں گے البتہ خود الا انفسھم وما کانو لیشعرون فرمانِ قرآن کے عین مصداق بہت بڑی غلطی میں بہکے ہوئے سامان ہلاکت جمع کر رہے ہیں۔ ان اغیار کی دیکھا دیکھی خود کو ان میں شمار نہ کر۔ بلکہ تو انا للہ و انا الیہ راجعون کے فقر والی اللہ کی دوڑ لگانے والا ہے۔

اور بارگاہِ خداوندی میں کہنی! بنفسک الیوم علیک حسیبا کی خاطر بیٹھی ہونیوالا ہے جیسے والدہ کی سرزنش اور سزا بچے کے لئے باعث سعادت ہوا کرتی ہے اور بچہ ماں کی سزا دہی پہ بھی ماں ماں پکارتا ہے ایسے ہی قادر مطلق جس کی رحمت تمام بنی آدم کی ماؤں کی جملہ محبت سے ہزار در ہزار ہزار در ہزار ہا بڑھ کر ہے اس کے عتاب درد و غم اور آزمائش پر پریشان نہ ہو۔ اسی کی بارگاہ میں حاضری دے۔ اور صبر اختیار کر والستعینو بالصبر والصلوۃ۔ ترجمہ: اور آزمایا جائے گا تمہیں ساتھ کسی چیز کے خوف بھوک نقص اموال اجان اور ثمرات کے۔

خوشخبری ہے واسطے صابر لوگوں کے کہ جب انہیں پہنچے کوئی مصیبت تو کہتے ہیں: انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ناامید نہ ہو امید رکھ اللہ تعالیٰ ہر حال میں حامی و ناصر ہے۔

باز آ باز ہر آنچہ ہستی باز آ

گر کافر و گبر بت پرستی باز آ

ایں درگاہ درگاہِ ناامیدی نیست

گر ہزار بار توبہ شکستی باز آ

اب تو ہر چیز تیری خادم ہے کل یہی اعضا بدن دست وپا تیرے خلاف و تکلما

ایدیھم و تشھد ارجلھم کے تحت گواہ ہو جائیں شاید تجھے بھول گیا ہے کراماً کاتبین یعلمون

ماتفعلون

سبق پڑھ پھر صداقت کا شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یاالٰہی تو ہی معاف کرنے والا ہے تو ہی رحم کرنے والا ہے بس

چہار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست

عاجزی و بیکسی ۔ عذر گناہ آوردہ ام

ہر کام کی ابتدا انسان کے وجود سے اس کے پورا کرنے میں انسان کی معاون اس کی آنکھیں ہیں اور سفر اختیار کرنے میں بھی اس کامل انسان کی

پہلی نظر بر منازلِ سفر

ہونا چاہیئے ۔ انسان کی بزرگی دو وجہ سے ہے ۔

(۱) روح متعلقہ من امر ربی ۔ (۲) عقل اور علم ۔

وجود انسانی مجسمہ ہے آب و خاک ۔ نار و باد کا یعنی اربعہ عناصر جن کا تعلق زمین و آسمان کے مابین میدانِ خلا ہے اور یہیں سے اس کی پرورش کا انتظام کیا

گیا ہے غذائے بدن کے استعمال سے صالح خون پیدا ہوتا ہے جس پر ایک لطیف بخار کی صورت میں ایک روح پیدا ہو جاتی ہے جو اس مشینری کے چلانے پر مقرر ہے اس کا نام حیوانی روح یا مکانی روح اور یا خادم سواری انسان کے بدن میں سمجھو اور جسمِ انسانی کے لئے ایک سواری ہے کہ اس کے قلب کے اندر ایک جوہر ہے جس کا نام روحِ ملکوتی اور سیلانی ہے اور اس کا تعلق تجلیاتِ الٰہی سے ہے اور یہی وہ خاص لطیفہ ربانی ہے جس کی وجہ سے انسان حیوانِ ناطق اور اشرف المخلوق کہلاتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ انسان تین چیزوں کا مرکب ہے

(۱) نفس ناطقہ بدن جو دوسری تمام اشیاء سے جدا اور بہت اچھی صورت ہے احسن تقویم ہے

(۲) حیوانی روح جو اس مخصوص جسدِ انسانیت کی پرورش پر آمادہ ہے

(۳) ملکوتی روح جس کا دوسرا نام من امر ربی ہے اور یہی و نفخت من روحی فقولوا لہ ساجدین سے متعلق ہے۔

یہ روح ملکوتی ہے جس کا تعلق بدن سے یعنی نفسِ ناطقہ سے اور حیوانی روح سے خاص ہے اور یہ اس جسدِ خاکی میں بادشاہ کی حیثیت سے ہے عقل اس کی وزیر کا درجہ رکھتی ہے اور عالم بالا میں اس کا تعلق اہلِ آسمان ملائکہ سے ہے اور اس پر حجاب در حجاب پردے ہیں اور پھر عرشِ معلیٰ حاملانِ عرش سے متعلق ہے اور وہاں انسان کبیر جو ایک قدرتی صورتِ انسانی ایک خاص نمونہ ہے اس

کے ساتھ اس کا شدید تعلق ہے انسانِ کبیر کا تعلق تجلیاتِ ربانی ربوبیت اور رحمٰن و رحیم کی صفات الٰہ العلمین سے ہے۔

اور انسانِ کبیر کا عکس بصورتِ فوٹو اللہ کے حکم سے فرشتوں کی حکمتِ عملی سے رحم مادر میں قطرۂ ناچیز مخصوصہ بر بچہ پرورش پاتا ہے اور اس کی خوراک اس کی والدہ کی غذا سے ہوتی ہے اور وہی حیوانی روح اس کی پرورش کرنے لگتی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

روحِ ملکوتی اس وقت سوار ہوتا ہے جب شکل انسانیت مکمل ہو جائے اور یہی حال دوسری مخلوقات کا ہے لیکن وہ سب روحِ ملکوتی سے محروم ہیں اب چونکہ بدن روحِ حیوانی کا اور روحِ حیوانی بدن سے مانوس ہے اور انکا خوراک کا انتظام زمین سے ہے اور اسے عالمِ سفلی کہتے ہیں اسفل السافلین اسی سے متعلق ہے اور جو احسنِ تقویم صورتِ انسان اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدمَ علی صورتہٖ بے شک اللہ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر سے وابستہ اور متعلق ہے اور اسے عقل اور دماغ عطا ہوا ہے پس وہ ان سے کام لیتا ہے اور اپنی سواری اور بدن کے ہر اعضا پر حکومت کرتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک ہے اور اس نے کہا ہے کہ آدم اس کی صورت پر ہے تو اس کا مطلب صاف ہے کہ اربعہ عنصر کا تعلق بدن سے بدن کا روحِ حیوانی سے حیوانی روح کا قلب سے اور قلب کا دل سے اور دل کا روحِ ملکوتی سے

اور روح ملکوتی کا حاملانِ عرش سے اور ان کا تعلق انسان کبیر سے ہے اور انسان کبیر پر ہر وقت اس کی تجلیات رحمانی و ربوبیت آ رہی ہیں۔ اور ان تجلیات کا تعلق اللہ کریم کی صفات قدیم سے ہے اور صفات کا تعلق خود رب العالمین سے ہے اور حضور سرور کائنات نے فرما دیا ہے من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ اپنی پہچان سے رب کی پہچان ہوتی ہے۔

اور جو فرمایا ہے انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون

بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں کا مطلب معلوم ہو گیا اب یہاں سے قبر میں قبر سے حشر میں اور پھر جنت میں جہاں عالم سفلی اور روح سفلی یا حیوانی کی ضرورت ہی نہ رہے گی اور یہ چیزیں فانی کی فانی ہیں۔ اور روحِ ملکی کو ایک جسم عطا ہو گا جو جوانی ہی جوانی بخشے گا نہ بچہ نہ بوڑھا۔ پس انسان مسافر ہے اس کا سفر غیب کے پردوں سے شروع ہوا

پھر اس کا نام انسانِ کبیر ہوا پھر یہ عالمِ ارواح میں پہنچا پھر رحم مادر میں آیا اور پھر انسان بچہ کہلایا جوان ہوا بوڑھا ہوا ریا نہ ہوا موت کا ذائقہ چکھا اور یہاں سے چل لیا۔

اگر بدن اور بدن کی قوت عقل کے ماتحت رہی اور روحِ ملکوتی کی پرورش ہوتی رہی اور یہ سواری اس کو صحیح راہ پر لے گئی تو انجام بخیر ہو گا۔

اور اگر یہ باغی ہو گی اور عقل کے بغیر دنیا کے دھندوں سے نہ نکلی تو دنیا کی فریبی اور ابلیس کی مجلس میں تباہی کی طرف لے گئی۔
اور قبر میں وہ خالی ہاتھ پہنچا کیونکہ دنیا کی کوئی چیز ساتھ نہ گئی تو خسارہ میں ہو
پس اس کا یہی ماحصل ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کو قابو میں رکھے عقل سے سوچے انبیائے کرام اور قرآن مجید کے قانون پر عامل ہو تاکہ دنیا بھی دین ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ
سفرِ انسانی کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ففروا الی اللہ دوڑ لگاؤ طرف اللہ کی۔ اب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو کیسے حاصل کیا جائے۔ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ اللہ تعالےٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھنا ہے نہ کہ اس کا عین لاتدرکہ الابصار۔ اور اس کی تجلیات کا نظارہ ایسی صورت میں ہوگا جس کا نقشہ کھینچنا محال ہے پس وہی سمجھے جو دیکھے دیکھنے والوں نے کچھ بیان نہیں کیا۔ اور جنت میں مومن لوگ ہر بار نئی تجلی دیکھیں گے جن سے ان کا شوق کبھی پورا نہ ہوگا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بھی پوشیدہ ہے۔
حسنِ یوسف علیہ السلام نے اہلِ جہاں کو حیرت میں ڈال دیا تھا ؎

تن مہینے رجی خلقت دیکھ یوسف کنعانی

جنہے محمد عربی ڈٹھا اوہ رجے دوہیں جہانیں

آپ کے اسمائے ذاتی محمد اور احمد ہیں یہیں سے پتہ چل جاتا ہے کہ پیدا کئے گئے

ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام محمود ہے۔

محمد کے معنی ہیں تعریف اور حمد کیا گیا اس کی کس نے حمد کی اللہ نے پھر ملائکہ نے پھر انسان نے پھر ارض و سمانے اور پھر دنیا و مافیہا نے۔ دوسرا نام ہے احمد اس کے معنی ہیں حمد کرنے والا۔ آپ نے حمد کی سب سے زیادہ سب سے بڑھ کر اور زیادہ عرصہ کیونکہ وہ خود باعثِ تخلیق کائنات ہیں اور اپنی تخلیق نور اور روحِ محمدیؐ کے پیدا ہونے سے ہی اس کے حمد کرنے والے ہیں تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی جماعت ہیں۔ اور آپ ان کے امام اور سید اور خاتم المرسلین و النبیین ہیں۔

اسلام کی پہلی منزل آدم علیہ السلام نے سجائی اور آخری منزل پر خود تشریف لائے۔ اور اب تا قیامت انہی کا چرچہ چلے ہے۔

صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام نے آپ کے دین کی حفاظت بہترین طریقے سے فرمائی۔ اور امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں شہادت کا مرتبہ حاصل کر کے اسلام کو ہر طرح سے محفوظ کر دیا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ

پہلی بات راہِ نجات

اَلْاِنسانُ مرکبٌ مِنَ السَّھو :۔ انسان بھول اور خطا کا پتلا ہے۔
والنّسیان اَلْمرُ یُقیسُ علیٰ نفسِہٖ :۔ آدمی اپنے نفس پر قیاس کرتا ہے۔

گو ساری کائنات انسان کی خادم اور اس کے مفاد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا خمیر اربو عناصر کی خاصیتوں پر مبنی ہے۔ اور دیگر حیوان۔ چرند۔ پرند کی مجلس میں رہتا ہے۔ اور ان سے ہزاروں کام لیتا ہے۔ اس کی پہلی نظر انہی پر جمتی ہے اور اس کی طبیعت میں شہوت۔ حرص۔ غصہ وانتقام۔ حسد جیسی صفات رذیلہ رچی ہوئی ہیں۔ لہٰذا اسے صحیح سوچ اور سچی بات کی تجویز میں خاصہ فکر و تدبر اور غور و فکر کی ضرورت اور اسے مزید راہنمائی کی ضرورت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے مَنْ یفسِدُ فیھا ویسفِکُ الدِّماء :۔ کے الفاظ عرض کئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انی اعلم مالا تعلمون

اور اللہ عزوجل نے انسان کے قلب میں ایک خصوصی چیز دل رکھی۔ اور اسے بادشاہ کا اور خلیفہ ارضی کا خطاب بخشا اور اس کے کئی نام رکھ کر اس راز حقیقی پر پردہ ڈالا۔ اور عقل سلیم کو اس کا وزیر بنا کر۔ دماغ اور دست و پا سارے بدن کو کام پر لگایا۔ انسان غیب کے پردوں سے نکلا۔ عالم ارواح میں پہنچا۔ ازلی و قدیم خالقِ انسان رَبّ العزۃ نے انسان کو اشرف کیا۔ اپنی معرفت سے نوازا۔ ابدی حیات بخشی۔ سفر پر روانہ فرمایا۔ السّفر وسیلۃ الظّفر :۔ سفر کامیابی کا وسیلہ ہے۔

لیکن یہ راہ پر خطر ہے۔ السفر قطعۃٌ من العذاب :۔ سفر عذاب کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ انسان نے عالم ارواح سے بشریت کا لباس پہنا۔ احسنِ تقویم تھا۔ لیکن دنیا کے میدان میں ابلیس و نفس اور دنیا کے مکر و فریب سے دوچار ہوا۔ اور یہ مقام منزل اور سفر بھول گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل از آدم، عیسیٰ علیہ السّلام بھیجے۔ انہوں نے سفر

یاد دلایا ۔ اور منزل پر ڈالا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون :۔ ہم سب اللہ کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے

آدم علیہ السّلام کے سامنے عقل ۔ علم ۔ جنت حاضر کئے گئے ۔ عقل کو پسند فرمایا۔ علم اور دنیا کی فخر عقل کے تابع ہوئے ۔ اب اگر علم اور دنیا کو عقل کے تابع نہ رکھاجائے تو یہ بات غلط ہے ۔

پانی ، ہوا ۔ روشنی ۔ بارش ۔ زمین و آسمان اور دنیا و مافیہا کی ضرورت ہم کو ہے ۔ نہ کہ ہماری ان کو ضرورت ہے ۔ لہٰذا یہ ہر چیز خادم ہے ۔ انسان مخدوم ہے ۔

بدن کی حفاظت کا اصل سورج ہے ۔ سورج کے ساتھ جاندار ستارے بھی خدمت پر لگے ہیں ۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب خدا محمد مصطفےٰ روحانیت اور معرفت کے سورج ہیں ۔ باقی سب انبیاء چاند ہیں ۔

آفتابِ نبوّت پردوں میں چھپا تھا۔ تو آدم تا عیسیٰ علیہ السّلام چاند چمکتے رہے ۔ اور روشنی آتی رہی ۔ وہ ابتدائے اسلام کا دور تھا ۔ جب بشریت کے سامان مکمل ہو گئے ۔ انسان ہر لحاظ سے ترقی کر گیا ۔ تو روحانیت بھی اور اس کا قانون اسلام بھی مکمل ہو گیا ۔ اور آفتاب نبوت ظاہر ہوگیا اور اس کی کتاب قرآن مجید آگئی ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اب آفتاب نبوت نے اپنی تریسٹھ سالانہ حیات ویعلمہم الکتب والحکمۃ کا کام مکمل فرما دیا ۔ اور مزارِ اقدس میں آرام فرما ہو گئے ۔

آپؐ کے اصحاب نے اسلام کی خدمت کی ۔ جن کو آپ نے ستاروں سے تشبیہہ دی ۔ یہ ہدایت کے ستارے چمکتے رہے ۔ آخری ستارہ کربلا کے میدان میں ایسے چمکا ۔ کہ تا قیامت اہل حق کو راہ دکھا گیا ۔

رات جو زمین پر آئی تھی چلی گئی ۔ اس اجالے سے اجالا پھیلتا گیا ۔ نبوت مکمل ہو گئی تھی ۔ اصحاب رسولؐ کا دور بھی گزر گیا ۔

اب نبوّت کے آفتاب کا عکس اس کی کرنوں سے کئی دل منور ہو گئے ۔ اور وہ ریت کے ذروں کی طرح جو سورج کے سامنے چمکتے ہیں ۔

روحانیت کے ذریعے بجائے نبوت کے اولیاء اللہ بن کر چکے۔ اور جگہ جگہ روشن کر دی۔
پس یہ انسان کو صراطِ مستقیم کا کام اللہ تعالیٰ نے قیامت تک بدستور جاری کر دیا۔

چونکہ ابلیس انسان کا پہلے روز کا دشمن ہے۔ اس لئے وہ کئی طریقوں سے انسان کو گمراہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ نفس پرستی۔ تن پروری۔ فساد۔ قتل وغارت۔ یہ ایسے حربے ہیں۔ جن سے ہماری زندگی تباہ ہوتی ہے۔

اس سے کہیں زیادہ مضر اور خطرناک ایمان اور یقین کا خراب کرنا ہے۔ اس وجہ سے کئی فرعون صفت اور عزرہ خصلت لوگ پیدا ہو کر انسان کو راہِ ہدایت سے دور کر دیتے ہیں۔

جہاں اللہ کے نیک بندے مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں۔ وہاں ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جو غلط راہ پر ہوتے ہیں۔ اور راہنما بن جاتے ہیں۔

لہٰذا انسان کو اچھی طرح دیکھنا چاہیے۔ کہ ان میں وہ کون سا فرقہ، جماعت یا گروہ صحیح راہ کی راہنمائی کرنے والا ہے۔

چنانچہ یہ عبارات جو اس کتاب میں لکھی جائیں گی۔ محض صالحین سچے راہنماؤں کا تعارف ہے۔

اور تمام راہ کے اشارات اور راہنماؤں کی نشانی اور پہچان کے بارے میں مختصراً مگر جامع طریق سے بیان کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ پڑھنے والوں کو اس میں ایمان افروز باتیں میسر ہوں گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

باب اوّل

التعارف المعارف

۱. فاتحہ الکتاب والتشریح

۲. اھدنا الصراط المستقیم فی القرآن الحکیم

۲. اِھدنا الصراط المستقیم فی القرآن الحکیم

۳. صراط الذین انعمت علیہم

من کل اناس بامامہم

۴. دعا بدرگاہ قاضی الحاجات

۵. بیان التوحید فی الصراط الحمید

۶. بیان التوحید والرسالت

۷. اول، آخر، ظاہر، باطن

۸. صاحب مہر نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

۹. نورٌ من نور اللہ

باب نمبر (۱)

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ النبی الامین وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین والعلماءُ ورثۃ الانبیاء والمرسلین وعباد اللہ الصالحین الی یوم الدین برحمتک یا ارحم الرحمین ۔ امّا بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِھْدِنَا الصِّراطَ المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم وَلَا الضآالین ۔ آمین (سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ :۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی راہ ۔ راہ ان لوگوں کی جن پر انعام ہوا تیرا ۔ نہ دکھا راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا ۔ اور نہ ہی راہ گمراہوں کی ۔

یا الٰہی ہماری دعا قبول کر

ہدایت کی دعا اس لئے اللہ عزوجل سے مانگی گئی کہ اس نے قرآن مجید میں ہمیں اس کا حکم فرمایا کہ سیدھی راہ مجھ سے طلب کرو ۔

یَھْدِی مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْم :۔ فرمایا میں (اللہ) ہدایت دیتا ہوں جسے چاہوں طرف راہ سیدھی کی ۔

اور پارہ ۶ ع۷ میں فرمایا ۔ بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن آئی ۔ ہدایت دیتا ہے اللہ ساتھ اس کے اس کو جو مرضی اللہ والی پر چلا ۔ راہ سلامتی کی ۔ اللہ نکال لے جاتا ہے ان کو اندھیروں سے طرف روشنی کی اپنے حکم سے انہیں راہ دکھاتا ہے سیدھی ۔

اس آیت کریمہ میں وضاحت فرمائی کہ قرآن مجید راہ سیدھی کی رہنمائی کرنے والا ہے ۔ اور اس قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم رہنما ہیں ۔

کیونکہ ہر چیز دو روشنیوں کی محتاج ہے۔ رات اندھیرے میں کوئی بینا شخص بھی کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ دن کو سورج کی روشنی میں سب کچھ دیکھتا ہے۔

ہاں رات کو چاند۔ ستاروں۔ بجلی۔ چراغ اور دوسرے روشن لیمپوں کی مدد لیتا ہے اور جو نابینا ہے۔ اسے کوئی روشنی کام نہیں دیتی۔

ایمان والے بینا ہیں۔ کفار و منافقین نابینا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو سلامتی ایمان بخشے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراجاً منیراً روشن چراغ ہیں۔ جن سے انبیاء آدم تا عیسیٰ علیہ السلام نے فیضِ نبوت کا حصہ ۔ لَتُؤمنن بہٖ ولتنصرنّہ کی شرط پر حاصل کیا۔ اور باری باری چاند بن کر اہل دنیا کو ہدایت کی راہ بتائی۔

اور پھر ختم نبوت کے مالک سید الانبیاء تشریف لائے اور اس ہدایت کو مکمل کر دیا۔ وقل جاء الحق وزھق الباطل۔ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔

پھر اہل بیت و صحابہ کرام خیر الامت کے سرِ فہرست رہنما ستارے بن کر چمکے جب ان کا دور ختم ہو گیا۔ اور تاقیامت دینِ اسلام کی حفاظت کے لئے اولیاء اللہ نے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء کی صفت کو اپنا کر ذروں کا کام دیا۔

یہ ذرے سارے عالم دنیا میں جابجا پھیل گئے۔ اور مدینہ کے سورج اور چراغِ نبوت سے سینہ بسینہ روشنی لے کر اہلِ جہاں کو منور کر رہے ہیں۔

اور جو مطیع ہوئے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ساتھ ہوں گے وہ ان کے جن پر انعام ہوا اللہ کا۔ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں۔ اور صالحین میں سے اور یہ رفاقت کتنی احسن اور شاندار ہے۔ (قرآن کریم)

نوٹ:۔ عامۃ المسلمین کو ان کا ساتھ نصیب ہوگا۔ نہ کہ درجہ پاویں گے۔ کوئی عام مسلمان ولی اور ولی اللہ صحابی اور صحابی نبی نہیں بن سکتا۔

کونو مع الصّٰدقین:۔ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور بے شک خیر الامت کے پہلے رہنما صدیق اکبرؓ تھے۔ وہ بعد والوں میں سرِ فہرست ہیں۔ صادق اور صدیق میں فرق:۔ ہمیشہ سچ بولنے والا صادق ہوتا ہے۔ لیکن صدیق وہ ہوتا ہے۔ جو جھوٹ بول ہی نہ سکے۔ اللہ اللہ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ جماعت انبیاء المرسلین
خلفائے راشدین ۔ اہل بیتِ رسول از علی رفاطمہ حسنین کریمین تا امام مہدی آخرزمان
غوثِ اعظم تا امام مجدد الف ثانی امامِ طریقت ۔
قرآن وحدیث ۔ فقہ ۔ سنت نبی واصحاب النبی ۔ آئمہ اربعہ اہل سنت کی راہ
ہی راہِ ہدایت اهدنا الصرط المستقیم سے متعلق وابستہ ہے ۔

اب دیکھنا ہے کہ صراط مستقیم کی قرآنِ پاک میں کس طرح تاکید فرمائی گئی ہے ۔ جس کا پہلا
اقرار لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ۔

الصرا المستقیم فی القرآن الحکیم

یٰس ط والقرآن الحکیم انّکَ لَمِنَ المرسلین علیٰ صِراطٍ المستقیم ۔
یٰس ط قرآن حکمت والے کی قسم کہ تو مرسلین سے ہے ۔ اور صراط مستقیم پر ہے ۔ معلوم
ہوگیا ہے کہ قرآن مجید ۔ تمام انبیاء خصوصاً سید الانبیاء صراط مستقیم پر ہیں ۔
اب ہم قرآن مجید کے اوراق کی زیارت کرتے ہیں ۔ کہ وہ ہمیں صراط مستقیم
کے متعلق کس طرح ہدایت اور رہنمائی حاصل کرتا ہے ۔

(۱) تم فرما دو ۔ اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی ۔ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے
طرف راہ سیدھی ۔ (قرآن)

یہ آیت بیت المقدس قبلہ انبیاء بنی اسرائیل سے منہ پھیر کر بیت اللہ مسجد بیت
الحرام کی طرف منہ کرنے پر نازل ہوئی اور معترض لوگوں کا منہ بند کر دیا ۔

(۲) اللہ نے ایمان والوں کو وہ راہ سوجھا دی ۔ جس میں جھگڑ رہے تھے ۔ اپنے
حکم سے جسے چاہے وہ سیدھی راہ دکھاتا ہے ۔ (قرآن)

یہ آیت یہود ونصاریٰ کے بارے فرمائی ۔ کہ وہ اختلاف کرتے تھے سرکشی
کی بنا پر ۔ بَغیاً بَینَھُم اس سے پہلی آیت میں صاف الفاظ بیان ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور حلال کرنے والے ہیں۔ ان چیزوں کو جو پہلے لوگوں پر حرام تھیں۔ اور پھر دوسری آیت کریمہ میں ان کی زبانی فرمایا۔

بے شک میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔ اس کی عبادت کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے (قرآن)

پہلے لوگوں کے بارے فرمایا۔ اگر ہم ان پر فرض کرتے اپنے آپ کو قتل کرنا۔ اور گھروں کو چھوڑنا تو اس بات پر بہت کم لوگ عمل کرتے۔ اور جس بات کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔ تو اس میں ان کا بھلا تھا۔ ایمان کا خوب جمنا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو ضرور ہم ان کو ثواب عظیم دیتے۔ پھر فرمایا۔ اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتے۔ پارہ ۵ سورہ النساء۔

اور جو ایمان لائے تھامی رسّی اللہ کی مضبوطی سے عنقریب انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اللہ۔ اور اپنی طرف انہیں سیدھی راہ دکھائے گا۔ (قرآن) اور اللہ اس کے ساتھ ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا۔ سلامتی کی راہ۔ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اپنے حکم سے۔ سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ (قرآن)

جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔ بہرے گونگے اندھیروں میں ہیں۔ جسے چاہے اللہ گمراہ کرے۔ اور جسے چاہے سیدھی راہ پر ڈال دے۔ (قرآن)

پارہ ۸ :۔ اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اس کے بعد کفر کا ذکر فرمایا۔ اور تنگ سینہ کی مثال دی اور اس کے بعد فرمایا۔ وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيماً۔ یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے۔ (قرآن)

اور جب بات کہو انصاف کی کہو چاہے معاملہ کسی رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ یہ تمہیں تاکید فرمائی۔ کہ تم نصیحت مانو۔ اس کے بعد فرمایا وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیماً فَاتَّبِعُوْهُ ۔ یہ ہے راہ میری سیدھی اس پر چلو۔

جو نیکی لائے بدلہ پائے گا اس جیسا دس گنا۔ مگر جو برائی لایا تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اس کے برابر۔ اور ظلم نہ ہوگا۔ (قرآن)

تم فرماؤ (اے بنی) بے شک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی۔ (قرآن)

ٹھیک دین ملت ابراہیم کا جو ہر باطل سے جدا تھے ۔ (قرآن)

اور ابلیس لعین نے اسی راہ سے گمراہ کرنے کی ٹھانی

بولا قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا۔ میں ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں اوپر راہ تیری سیدھی ۔ (قرآن)

اور اللہ بلاتا ہے طرف سلامتی والے گھر کی اور جسے چاہے سیدھی راہ دکھاتا ہے (قرآن)

میں نے بھروسہ کیا اللہ پر ۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے ۔ کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو ۔ بے شک میرا رب سیدھے راہ پر ملتا ہے۔ (قرآن) جب ابلیس نے مخصوص بندگانِ حق پر قدرت نہ رکھ سکنے کی گواہی دے دی اور اقرار کیا اِلاّ عبادکَ منھم المخلصون کہ تیرے مخلص بندوں پر میرا کچھ قابو نہیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ قال ھٰذا صراط مستقیم فرمایا سیدھا راستہ میری طرف آتا ہے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی صفت میں فرمایا ۔ کہ وہ اللہ کے احسانوں پر شکر کرنے والے تھے ۔ اور ان کو اللہ نے چن لیا اور راہ اسے سیدھی دکھائی (قرآن)

تم فرماؤ سب اپنے پر کام کر رہے ہیں ۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے ۔ (قرآن)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے چچا آزر کو اس طرح تبلیغ فرمائی ۔

اے میرے باپ میرے پاس وہ علم آیا ۔ جو تجھے نہ آیا ۔ تو تو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں (قرآن)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کو یوں فرمایا ۔

تم فرماؤ سب راہ دیکھ رہے ہیں ۔ تم بھی راہ بھی دیکھو ۔ اب جان جاؤ گے کون ہیں سیدھی راہ والے ۔ (قرآن حکیم)

انبیاء علیہ السلام نے کونسی راہ دکھائی ۔ قرآن مجید نے صاف اعلان فرمایا ہے ۔

اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت کی گئی اور سب خوبیوں کی راہ بتائی گئی (قرآن)

بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو سیدھی راہ دکھانے والا ہے ۔ (قرآن حکیم)

فرمایا کفار کو حق نہیں کہ وہ نبیؐ سے جھگڑیں ۔ اور فرمایا یا نبیؐ اپنے رب کی طرف بلاؤ ۔

وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اِنَّکَ لَعَلٰی ھُدًی مُّسْتَقِیْم ۔ اپنے رب کی طرف بلاؤ ۔ بے شک تم سیدھی راہ پر ہو ۔

وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم : اور بے شک تم سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو ۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَا آیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

ترجمہ :۔ اور بے شک ہم نے اتاریں بیان کرنے والی آیات اور اللہ ہدایت دیتا ہے ۔ جسے چاہے ۔ طرف راہ سیدھی ۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مدین کی طرف ہجرت فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی :۔

کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے ۔ (قرآن حکیم) پس آپ حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس پہنچ گئے ۔ اور واپسی پر آپ کو نبوت عطا ہوئی ۔

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ :۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اس کی راہ چل جو میری طرف متوجہ ہوا ۔ اور رجوع لایا ۔

آیت ہذا میں عامتہ المسلمین کو انبیائے کرام کے بعد جو ان کے پیروکار ہیں ۔ ان کی راہ چلنے کا حکم فرمایا ۔ اس میں تقلید کا مسئلہ حل ہوگیا ۔ بزرگان سلف کی راہ چلنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے ۔

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْم :۔ اور بندگی میری کرنا راہ سیدھی یہی ہے ۔

ہر وہ کام جو بندگی سے متعلق ہے وہ صرف اللہ کے لئے ہے ۔

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے بارے فرمایا :۔ اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی ۔ اور دونوں کو سیدھی راہ دکھائی :۔ (قرآن حکیم)

سورہ زمر میں فرمایا قرآن پاک سننے والوں میں نرم دلی اور خوف خدا پیدا ہوتا ہے۔ اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (قرآن حکیم) پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں۔ خدا کی یاد سے (قرآن حکیم) اور اس کے بعد فرمایا۔

یہ ہدایت ہے اللہ کی جسے چاہے اسے دکھائے راہ۔ (قرآن حکیم)
اور فرمایا۔ ہاں ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں۔ اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں۔ بے شک تم (رسول اللہ) سیدھی راہ دکھاتے ہو۔ (قرآن)
فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ط
ترجمہ۔ مضبوطی سے تھامے رہو اُسے جو وحی کی گئی طرف تمہاری۔ بے شک تم سیدھی راہ پر ہو۔
وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ۔ مُّسْتَقِيمٌ ط ترجمہ۔ بے شک عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کی خبر ہے۔ تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا۔ اور میرے پیرو ہونا یہ سیدھی راہ ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا قیامت سے پہلے دوبارہ زمین پر تشریف لانا۔ اس لئے ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اور ان کی تصدیق فرمائیں۔ آپ کا زمانہ نبوت گزر چکا ہے۔ اب دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً اہل سنت و جماعت کے مذہب پر حضرت امام مہدی آخر زماں کے ساتھ ہوں گے۔
إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ط
ترجمہ۔ بے شک اللہ میرا رب ہے۔ اور تمہارا رب۔ اس کی عبادت کرو یہ راہ سیدھی ہے۔ (قرآن حکیم)
جنّات نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا تو اس طرح اپنی قوم کو کہا۔

اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب کو سُنا جو اتاری گئی موسیٰ علیہ السّلام کے بعد پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ حق اور سیدھی راہ دکھاتی ہے۔ (قرآن حکیم)

معلوم ہوا کہ جن بھی بہت سے مسلمان ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حکم فرمایا ۔

ہاں ہاں جو تم بلائے جاتے ہو ۔ تو اللہ کی راہ میں خرچ کرو ۔ (قرآن حکیم)
صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے بارے فرمایا ہم نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک لئے ۔ اور تم کو سیدھی راہ دکھائی (قرآن حکیم)

اور اس سے پیشتر ولتکون آیة للمومنین فرمایا کہ ایمان والوں کے لئے ایک نشانی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ان کی قوم کے بارے دلیل فرمایا ۔
یہ ہماری دلیل ہے ۔ کہ ہم نے ابراہیم علیہ السّلام کو ان کی اپنی قوم عطا فرمائی ۔ (قرآن حکیم) اور اس کے بعد حضرت اسحاقؑ ۔ یعقوبؑ ۔ نوحؑ ۔ ایوبؑ و یوسف موسیٰؑ و عیسیٰؑ ، زکریاؑ و یحییٰؑ ، عیسیٰؑ و الیاس ، اسماعیلؑ و یسعؑ ۔ یونسؑ و لوطؑ ، سب کے نام لئے اور ان کے بارے فرمایا ۔ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۔ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ اور فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ کے خطابوں سے ان کی شان اور درجات بیان فرمائے ۔ اور آخر پر فرمایا ۔

اور کچھ ان کے باپ دادا ، اولاد ، بھائیوں میں سے بعض کو چن لیا ۔ اور سیدھی راہ دکھائی ۔ (قرآن حکیم)

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی امت کو حکم فرمایا ۔ فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ تم سب انہی کی راہ چلو ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہلوایا ۔

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ ۔ فرماؤ اے لوگو میں تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا ۔

حدیث پاک میں ہے ۔ کہ اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی ۔

ترجمہ ۔ کہ میں تم سے اپنے قرابت داروں کی محبت چاہتا ہوں ۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ آپ کی اہل بیعت کی محبت ایمان والوں کے لئے فرض باعثِ نورو ایمان ہے ۔

تو کیا جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے ۔ یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر ۔ (قرآن حکیم)

بے شک یہ نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔ (قرآن حکیم)
وہ سچا دین ہے۔ اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنا لے۔ (قرآن حکیم)
اس میں قیامت کا ذکر فرمایا۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب بتانے میں بخیل نہیں۔
اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ قرآن شیطان مردود کا پڑھا ہوا نہیں ہے۔ پھر کدھر جاتے ہو۔ وہ تو نصیحت ہے۔ سارے جہانوں کی۔ اس کے بعد فرمایا۔
لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيْمَ۔ اس کے لئے جو تم میں سیدھا ہونا چاہے۔
وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ط اور تم کیا چاہو۔ مگر یہ کہ جو چاہے اللہ سارے جہانوں کا رب۔
آیات مبارکہ از قرآن مجید متعلقہ صراط المستقیم تقریباً پنتالیس مقام سے لکھی گئی ہیں۔ ان میں حسب ذیل احکام ملتے ہیں۔
(۱) تمام تر ہدایت من اللہ ہے۔ اس نے اس ہدایت اور صراط مستقیم کی راہنمائی میں تورات و زبور۔ انجیل صحائفِ ابراہیم کے علاوہ خصوصاً قرآن مجید اتارا۔ اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام جماعت انبیاء و مرسلین بنایا حضرت جبرائیلؑ اور تمام ملائکہ کو کام پر لگایا۔
تمام انبیائے کرام کو معجزات اور شانِ بلند عطا کی۔ اور انبیائے کرام کے بعد اس سلسلہ کو ولایتِ محمدیؐ سے بدل دیا۔
بجائے بیت المقدس قبلہ اوّل کے امتِ محمدیہؐ کے لئے مسجد بیت الحرام بیت اللہ شریف مکہ مقرر فرمایا۔
قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور ہدایت بتایا۔ اور بتایا کہ حق بات کرتے ہوئے کسی کا لحاظ کرنے کی ضرورت بالکل نہیں۔ کفار کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا نرمی کے ساتھ۔ اور منافق اور فاسق لوگوں پر سختی کا حکم دیا اور ان کو ڈرایا۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ سنت نبی علیہ السلام اور آپ کے اقوال احادیثِ پاک پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مجتہد صاحبان۔ اور صاحبان اَمر کی تقلید کا حکم دیا۔ تو وہ بھی ہم پر فرض ہو گیا۔ ہم اپنی مرضی سے کوئی ہیر پھیر نہیں کر سکتے۔
ان آیات سے یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ ابلیس اور کفار و مشرکین سے بیزار ہے۔

یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ ابلیس کا انبیاء کرام خلفائے راشدین اور اولیائے ربانی پر وار نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے امر سے یہ لوگ محفوظ تھے۔

یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ گناہ میں اللہ تعالیٰ صرف گناہ کی مقدار اور نوعیت کے مطابق سزا دے گا۔ اور کسی پر ظلم نہ فرماوے گا۔ بلکہ صالحین کو ان کے گناہوں کے بدلے توبہ سے نیکیاں بدلے گا۔ اور ایک ایک نیکی کم از کم دس گناہ درجہ پلٹے گی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے جن مسلمان ہیں۔ اور کچھ کافر بھی۔ مسلمان جنوں کو بروزِ قیامت دوبارہ نہ اٹھایا جائے گا۔ اور کفار جن کو دوبارہ اٹھا کر جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کا ساتھ نصیب فرماوے۔
آمین ثم آمین۔

نوٹ:۔ جنوں کو شیطان سے نسبت نہ دینا چاہیے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ اس جہاں میں شامل ہیں۔ وَمَا خلقت الجن والانس اِلّا لیعبدون۔
یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

اَلصِّرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ
مِنْ کُلِّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ

کے القاب قرآن پاک میں ارشاد ہوئے ہیں

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف الرحیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ حبیب خدا اشرف الانبیاء باعثِ تخلیقِ ارض و سما، قاسمِ خزائن دوجہان رحمت اللعلمین ہیں۔ آپ اولین و آخرین سب کے بادشاہ ہیں۔

آپ اللہ رب العزۃ کے وزیرِ اعلیٰ کی طرح ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جبرائیل امینؑ اور میکائیلؑ علیہم السّلام آسمانوں پر اور ابوبکرؓ و عمرؓ زمین میں۔ آپ کے وزیر ہیں۔ آپ کا باطن اور ظاہر از روئے نور و لبشر جدا جدا ہے۔ اور آپ کی بشریت تمام انس و بنی آدم میں سب سے اعلیٰ اور بے مثل ہے۔

ہیرا پتھر کی ایک قسم ہے۔ لیکن اسے پتھر کوئی نہیں کہتا۔

ان کی ازواج تمام مومنین کی مائیں اُمَّھَاتُھُمْ ہیں۔ لہٰذا آپؐ مثلِ باپ ہیں اس لئے کسی کو یہ جائز نہیں۔ کہ وہ کسی قسم کی آپؐ سے خلافِ ادب لسبت جانے۔ آپؐ شیشۂ معرفت تھے۔ کسی نے صدیق اکبرؓ کی نظر سے دیکھا اور کسی نے ابوجہل کی نظرِ کور باطن سے دیکھا۔

(۲) تمام جماعت انبیائے کرام آپ سے پہلے اپنی اپنی امتوں کو راہِ مستقیم دکھاتے آئے۔ لانفرق بین احدٍ من رسلہ کے تحت سب کو حق ماننا اور ایمان لانا فرض ہوا۔ جن کے نام کتاب و حدیث میں آئے یا نہ آئے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے بعد خاتم الانبیاء بن کر تشریف لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا روزِ محشر ایک سو بیس صفوں میں تمام لوگ کھڑے کئے جائیں گے۔ ان میں اسی صفیں میری امت کی ہوں گی۔

(۳) تمام انبیاء اکرام اپنی اپنی امت کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے۔

چونکہ خیر الامت تاقیامت ہے۔ اور اس امت کی تربیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابرین و آئمہ امت کے سپرد کی ہے۔ علیکم سنتی و سنت خلفائے راشدین اُولِی الامر منکم اور و تبع سبیل من اناب اِلیّ کے تحت دیگر ائمہ گروہ در گروہ کھڑے کئے جائیں گے۔ اہل سنت و جماعت کے راہنما بارہ امام از علی علیہ السّلام تا امام مہدی آخر زمان طریقت کی رو سے ساتھ ہوں گے۔

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت مجدد الف ثانی نیابت کا حق ادا کریں گے۔

از روئے شریعت مسلک اہل سنت آئمہ اربعہ بھی امتِ خیر الانام کا ساتھ دیں گے۔

چشتی قادری ۔ سہروردی ۔ اور نقشبندی وغیرہ قطار در قطار کھڑے ہوں گے۔ تفصیل کتاب کے صفحات میں پھیلی ہوئی ہے ۔ اب میں دعا کے ساتھ اس کتاب کو شروع کرتا ہوں۔

بیان التوحید فی الصراط الحمید

۱ دعا بدرگاہِ قاضی الحاجات اللہ جل جلالہٗ

اے وہ پروردگار جس کا شجرہ نسب عرفان و معرفت یہ ہے ۔ کہ وہ ایک ہے ۔ بے نیاز ہے ۔ بیٹے ہونے اور باپ بننے سے پاک ہے ۔ اس ذاتِ منزہ کا ذات و صفات میں کوئی شریک ساجھی نہیں ہے ۔

اے وہ پروردگار جو قادرِ مطلق خالقِ حقیقی ۔ مالکِ احد ۔ بے احتیاج ۔ حاجت روا ۔ جن و بشر ۔ شجر و حجر ۔ بحر و بر ۔ خشک و تر ۔ عرش و فرش ۔ زمین و آسماں خلد و جناں ۔ دوزخ و سقر ۔ سب کا خالق اور پروردگار ہے ۔

اے وہ پروردگار جو خالقِ احسنِ تقویم باعث تخلیق کل سید الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رب ہے ۔

من آں خدائے را پرستادم کہ ربِ محمد است

اے وہ پروردگار جس نے انسان کی خاطر سب کچھ جمادات و نباتات ۔ حیوانات دنیا و مافیہا بنایا ۔ دار الآخرۃ میں لافانی مقام عروج بخشا ۔

اے وہ پروردگار جو قرب جبل الورید کے باوجود نظروں سے مستور ہے ۔ مجیب الدعوات قاضی الحاجات ہے ۔ اے صاحب لامکاں ۔ عرشِ معلّیٰ ۔ صاحب بیت الحرام ہر صفت ہر صورت میں صوت و آواز سے مُبرّا ۔ حدث سے منزہ وہم و گماں سے بالا و پاکیزہ ۔

اے وہ پروردگار جس نے ابوالبشر کو صدقہ خیر البشر کا تاجِ خلافت ارضی بخشا

کائنات کے ذرہ ذرہ کو خادم کیا۔ ابلیس کو رذیل و ملعون کیا۔ سفینہ نوحؑ کو ترایا۔ شرِ کفار سے بچایا۔ ابراہیمؑ کو نارِ نمرود سے نجات بخشی۔ گلزارِ خلیل کیا۔ اسماعیلؑ کو اپنے گھر کے پاس بسایا۔ چھری تلے سے بچایا۔ زکریاؑ کو آرہ تلے آزمایا۔ یونسؑ کو جسدِ ماہی میں رکھا۔ ایوبؑ نبی کو غذائے کِرم کی صورت پرکھا۔

یعقوبؑ و یوسفؑ کو جدائی دی پھر ملایا۔ اصحٰبِ کہف کو سلایا۔ قیامت کا راز بتایا۔ عزیر علیہ السّلام کو کرشمۂ قدرت دکھایا۔

اے وہ پروردگار جس نے بنی اسرائیل پر نظر کی۔ کلیم اللہ کو خبر دی۔ فرعونیت سے ملی نجات۔ کیا فرعونیوں کو غرقاب۔

اے وہ پروردگار جس نے عیسیٰ علیہ السّلام کو سرِ آسمان اٹھایا۔ سُولی سے بچایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین۔ رحمۃ للعلمین۔ محبوب رب العالمین کیا۔ ان کی امت میں ہم کو شامل کیا۔

اے وہ پروردگار جس نے صدیق اکبرؓ کو یارِ غار بنایا۔ عمرؓ کو تلوار عدل بخشی۔ عثمانؓ کو چادرِ حیا عطا کی۔ علیؓ کو شیرِ کرار حیدرِ حرار اسد اللہ الغالب کا خطاب بخشا۔ اے صبرِ حسینؓ کو آزمانے والے اے خالق کون و مکان تیرا حکم ولنبلونکم بشیٔ تیرے مخلص بندے پورا کرنے میں کوشاں ہیں۔

لیکن ہم معذور۔ آزمائش کے قابل کہاں۔ ہمارا تو سوال ہے۔

لا تقنطو من رحمۃ اللہ اور ہمارا اقرار ہے۔

(۲) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

ایک وہ وقت تھا۔ کہ کائنات عالم نیستی میں محض رب العزۃ تک محدود تھی۔ زمین و آسمان۔ عرش و تحت الثرای کچھ نہ تھا۔ وہ وقت منٹ سیکنڈ اور گھنٹوں

دنوں کی گنتی کی صورت میں پوشیدہ ہی تھا۔ اور اللہ رب العزۃ کو خود اللہ ہی جانتا تھا۔

ساری کائنات میں سرفہرست اشرف الخلائق انسان ہی تو ہے۔ اور یہ بھی ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا کے مطابق کوئی چیز قابلِ ذکر نہ تھا۔

اللہ اکبر

پھر کیا ہوا اللہ رب العزۃ نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے۔ اور پہچان ہمیشہ ایک چیز کو دوسری چیز سے ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے صفتِ خالقیت کا اظہار فرمایا۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے پیدا کیا خلقت کو۔ کہ پہچانا جاؤں۔ (حدیث قدسی)

مندرجہ بالا فرمانِ ایزد تعالیٰ بزبانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تک پہنچا ہے۔ تمام خزانے غیب کے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اور وہی ان کا جاننے والا ہے۔ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی۔ مفاتیح الغیب اور مقالید السمٰوٰت کے الفاظ قرآن مجید میں ارشاد فرمائے۔ اور یہ سب کے نزدیک متفق عقیدہ ہے۔ کہ تمام کائنات میں انسان اشرف ہے۔ تمام انسانوں میں اشرف محمد رسول اللہ ہے۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و برکت نبی علیہ السلام پر اتارتا ہے۔ اور ملائکہ بھی اسی سنت اللہ العلمین پر عمل پیرا ہیں۔ نبی علیہ السلام تمام فرشتوں کے رسول ہیں۔ جبرائیل وامین اور میکائیل علیہ السلام آپ کے دو وزیر ہیں۔

بلکہ خود اللہ تعالیٰ رب العلمین سب جہانوں کی پرورش اور ضرورت کا پورا فرمانے والا ہے۔ اور اس کے یہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ العالمین سب جہانوں پر مہربانی اور ہر چیز کی نگرانی دلجوئی فرمانے والے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے حال کے مطابق روزی پہنچاتا ہے۔ روزی کے صحیح استعمال اور اس

کے نفع و نقصان سے با خبر رکھنے کے لئے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی ذات رحمت بن کر اس کے ساتھ ہے۔

چاہے کسی کا دل ملنے یا نہ مانے بہر حال اس کا حال سرکار مدینہ سے پوشیدہ نہیں۔ ہاں یہ بات الگ ہے۔ کہ وہ کسی وقت کسی کے حال کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

یاایھا الذین اٰمنو صلوٰ علیہ وسلمو تسلیما۔ صاحب ایمان پر آپ پر درود و سلام دونوں فرض۔ واجب۔ سنت اور مستحب ہیں۔ —— اللہ اکبر آپ کا ارشاد ہے کہ میرا نام سن کر جو درود و سلام نہ پڑھے۔ وہ تمام کنجوسوں سے بڑا کنجوس اور بخیل ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

ہاں تو معرفت خداوندی میں سب سے پہلا عقیدہ حضور علیہ السّلام محمد رسول اللہ پر ایمان لانا ہوگیا۔ کہ اس کے بغیر اللہ عزوجل جو غیب در غیب ذات ہے۔ اس کا پتہ نہیں لگ سکتا۔

من ان خدائے را پرستادم کہ ربّ محمدؐ است

کا مطلب یہی ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۱۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ عزوجل

لا الہ میں ہر وہ چیز زندہ ہے۔ یا مُردہ۔ جنّ و بشر اور دنیا و مافیہا میں یا اور کسی عالم میں جس کا تعلق اللہ رب العزۃ سے غیر اللہ اور عدوُ اللہ کی نسبت سے ہے۔ شامل ہے۔ اور اس کا سربراہ ابلیس و لعین عزازیل جن ہے۔

اِلَّا اللہ ۱۔ ہاں صرف اللہ ہی اللہ —— لا الہ الّا اللہ

جب عدو اللہ اور غیر اللہ معلوم ہو گیا تو ان سب کا کام چاہے نیکی ہی معلوم ہو وہ خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔ اور ابلیس نے اسی لئے وقاسمھما (ان دونوں کے سامنے قسم اٹھائی) کا حیلہ وسیلہ اور آڑ لے کر من الناصحین نصیحت کرنے والا بن کر جنت میں گیا تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام سے اپنی بات منوالی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ پہلے اقرار رکھا۔ کہ اگر میری بارگاہ میں آتا ہے۔ تو ان سب کی نفی کر دے۔

اب ان سب کی نفی ہو گئی جن میں سے ایک خصوصی چیز ہمارے اندر ہے اور اس سے ہم پوری طرح مانوس ہیں۔ اور اسے ہم نفس کہتے ہیں۔ نفس کی صفات ہم پر غالب ہیں۔ اس کے باوجود وہ ہمارے لئے سراسر نقصان ہے۔ اب کس طرح ہم اس اللہ کی طرف جائیں۔ کہ وہ غیب ذات، ہم سے پوشیدہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے ماننے میں غیر اللہ اور عدو اللہ کی نفی کر اور محمد رسول اللہ پر ایمانِ مثبت عقیدہ سے لا۔

وہ غیر اللہ اور عدو اللہ تھے۔ اور یہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور جن چیزوں کی نسبت ان سے ہو گی۔ وہ چیز سبیل اللہ مجھ سے متعلق ہو گی۔

قرآن پاک میں اس نے اعلان فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جو تعظیم کرے اللہ کے نشانوں کی تو یہ بات اس کے لئے بات اس کی دلوں کی پرہیز گاری۔ (قرآن حکیم)

پس تمام انبیاء اکرام از آدم تا خاتم الانبیاء علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے منادی۔ اس کی پہچان اور معرفت میں راہنما ہوئے ہیں۔

اور جسے گمراہ کر دے وُہ۔ پس اسے کوئی راہ پر لانے والا (مُرشد) نہیں ہے۔ (قرآن حکیم)

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا گیا۔ اور آپ کا نورِ مبارک کائنات نے دیکھا۔ اسی لئے اللہ عزوجل کی معرفت بھی آپ ہی سے ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفت کے آئینہ میں دیکھا۔ اور اپنے حسنِ جمال اور شان باکمال کا ملاحظہ فرمایا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

پس فوراً اپنے خالق اور ربِ محمدؐ کو جان لیا۔ اور روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ لاالٰہ الا اللہ۔

اللہ رب العزۃ نے اس کا جواب دیا۔ محمد رسول اللہ
پس یہ کلمہ لوح محفوظ پر لکھ دیا گیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور مقدس سے
تمام جہان پیدا فرمائے۔ اور آپ کے روشن سورج چراغِ بے مثال سے سب
چراغ روشن ہوتے چلے گئے۔ اور یہی،

معرفت فی بیان التوحید والرسالت ہے۔

لا اِلٰہ اِلّا اللہ:۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ بزبانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا۔ کہہ دے اللہ ایک ہے۔ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی اولاد ہے۔ نہ وہ کسی کی
اولاد۔ نہ ہی اس کا کوئی شریک الٰہیت و معبودیت میں۔ (قرآن حکیم)

وہ ساتھ ہے تمہارے جہاں بھی ہو تم۔ وہ دیکھ رہا ہے۔ جو کچھ تم کرتے
ہو۔ (قرآن حکیم)

ہر چیز خود اپنی چمک اور ضیاء سے نظر آتی ہے۔ جو خود روشن نہیں وہ دوسری چیز
کی روشنی کے عکس کی وجہ سے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ سورج۔ چاند اور دوسرے بجلی اور لیمپ
وغیرہ اپنی روشنی سے نظر آتے ہیں۔ اور جن چیزوں پر ان کی کرنیں پڑتی ہیں۔ وہ چیزیں
منعکس ہو کر ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

آنکھ ہمیں سب کچھ دکھاتی ہے۔ مگر ہمیں اپنی آنکھ نظر نہیں آتی۔ دور کی چیز
زیادہ نظر آتی ہے۔ نزدیک چیز نظر نہیں آتی۔

پس اللہ تعالیٰ ہمیں نظر نہیں آتا۔ کہ وہ ہماری آنکھ اور شہ رگ سے بھی زیادہ
قریب ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۱۔ کہ ہم اس کے شہ رگ سے
بھی زیادہ قریب ہے۔

(۲) راہِ ہدایت بھی دو نوروں نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نور قرآن مجید سے
نظر آتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العالمین کی صفات کے مظہر آئینہ ہیں۔
جن سے منعکس ہو کر صفاتِ رب العالمین کا پرتو ہم دیکھتے ہیں۔

ایک طرف فرمایا لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی ذات اور صفات سب قدیم ہیں۔ اور ساری کائنات حادث اور پیدا کی گئی۔ ہر صفت اس کی قدیم ہے۔ حسبِ ضرورت صفات کا آئینہ معرفت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔

خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ پیدا کیا آدمؑ کو اپنی صورت پر۔ یعنی انسان کامل انبیاء و رسل اس کی صفات کا عکس اور سایہ ہیں۔

سایہ ہمیشہ اصل کا نمونہ ہوتا ہے۔ اور سائے کو اصل نہیں کہتے۔ انسان انسان ہے۔ لیکن اس کا سایہ انسان نہیں۔ قلم کا سایہ قلم نہیں۔ کتاب کا سایہ کتاب نہیں۔ علی ہذا القیاس محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں اور نہ ہی خدا سے جدا ہیں۔

انسان کبیر کے تصرف سے انسان صغیر مختلف صورتوں کیفیتوں میں اس کی قدرت کا اظہار ہیں۔ ھمہ اوست نہیں بلکہ ہمہ از وست ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ:۔ نماز قائم کرو میرے ذکر اور یاد کے لئے۔

فکر کرو اس کی قدرت اور نشانیوں میں نہ فکر اور سوچ کرو اس کی ذات میں۔

(قرآن کریم) لا تدرکہُ الا بصار۔ نظریں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

آنکھ کی نظر محدود ہے۔ اور وہ ذات لامحدود ہے۔ یومنون باالغیب غیب پر ایمان۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان:۔ میں قبول کرتا ہوں پکارنا۔ جب کوئی پکارے۔

حضرت موسٰی علیہ السّلام نے عرض کی۔ رَبِّ اَرِنِیْ۔ یا اللہ مجھے اپنا آپ دکھا۔ جواب آیا۔ لا تدرکہ الا بصار اس جہان دنیا پر یہ آنکھیں مجھے ہرگز نہیں پا سکتیں اور لَنْ تَرَانِیْ کا حکم فرما دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی نبیؑ اور کلیم اللہ کی دعا رد نہ فرمائی۔ بلکہ فرمایا ایک نظارہ دیکھ لیجئے انظر الیک اس طرف دیکھو۔

پس جب اس کے رب کی تجلی آئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور موسٰیؑ بے ہوش ہو گئے آپ کی بے ہوشی مجذوبیت تین شب و روز رہی۔

العلماء وارث الانبیاء کے مطابق مجذوب لوگوں کو فیضانِ نبوت موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ قربان ان اولیائے اللہ کے جو مجذوبیت کے عالم میں اس دنیا پر قناعت فرما گئے۔

اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شبِ معراج پوری ہوش کے ساتھ ٹکٹکی لگاکر دیدارِ الٰہی کیا۔ ماذاغ البصر وماطغیٰ۔ جو کچھ انہوں نے ٹھیک دیکھا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے والے کو دیکھ دیکھ کر اپنا شوق پورا کیا۔ اور اس شوق اور زیارت کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کمال احسان کیا۔ کہ پچاس سے نمازیں صرف پانچ رہ گئیں۔ ——— اللہ اکبر

روزِ حشر جب لوگ جنت کی موجوں میں ہوں گے۔ عارف لوگ اپنے انبیاءؑ کے ساتھ اللہ کے دیدار میں محو و مستغرق ہوں گے۔ اور ان کا یہ نعرہ ہوگا۔

اشتیاقی ھبتی الی الحبیب۔

حضرت علی المرتضیٰ امام الاولیاء امیر المومنین وارثِ اولین ولایت محمدی کا فرمان ہے۔ میں نے کسی چیز کو کبھی نہیں دیکھا۔ مگر ہر چیز میں اللہ کا جمال دیکھتا ہوں۔ (قرآن حکیم) اللہ اکبر۔ خبردار ذکرِ الٰہی ہی میں دلوں کا اطمینان ہے۔ (قرآن حکیم)

جب یاد آئے اپنے رب کو یاد کر۔ (قرآن کریم)

انسان کے سانس گنتی شدہ ہیں۔ جو سانس بھی اللہ کی یاد سے سوا خارج ہوگا اور وہ مکروہ ہوگا۔

میں اپنے بندے کے وہم و گمان کے ساتھ ہوں جو چاہے میرے ساتھ خیال رکھے۔ (قرآن حکیم) پس انسان اس کے سامنے امیدوار۔ تائب اور طالبِ رضا بن کر پیش ہونا چاہیے۔

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص بالرسالت و نبوت ہیں۔ نبی اور رسول میں فرق۔ ہر رسول نبی بھی ہے اور رسول بھی۔ لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے۔ رسول وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کتاب و صحائف کی صورت میں پیش کرے۔ اور

اللہ کی پہلی کتابوں اور احکاموں میں حسبِ ضرورت کمی بیشی بھی کرے۔ لیکن نبی پہلے رسول اور کتاب کی تقلید کراتا ہے۔

آدم صفی اللہؑ، نوح نجی اللہؑ۔ ابراہیم خلیل اللہؑ۔ اسماعیل ذبیح اللہؑ۔ داؤد خلیفۃ اللہؑ۔ موسیٰ کلیم اللہؑ۔ عیسیٰ روح اللہؑ اپنی اپنی صفات اور القاب عطاء رب العزۃ کے ساتھ امتوں کو اپنی اور اپنے رب تعالیٰ کی راہِ مستقیم دکھاتے رہے۔ اور باوجود رسول اور نبی ہونے کے بھی ان کا کلمہ بالرسالت نہ تھا۔ اور کلمہ بالرسالت صرف محمد رسول اللہ تھا۔ ہے۔ اور رہے گا۔ رسالت اور نبوت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ سید اور امام وہ تھے۔ اور پھر ان کے ساتھ تمام انبیاء و رسل کو یہ شانِ عظمیٰ عطا کی۔

اور وہ وقت یاد دلاؤ جب اللہ نے وعدہ لیا۔ سب نبیوں سے (عالم ارواح میں) کہ ہم جو تمہیں کتاب حکمت دیں۔ پھر خدا کا کوئی رسول (محمد رسول اللہ) تمہارے پاس آئے اور تمہاری کتاب کی تصدیق کرے۔ جو تمہارے پاس ہے۔ تو دیکھو تم ضرور اس پر ایمان لانا۔ ج (قرآن حکیم)

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر والانسان خود پہلے نبی مقرر ہو کر تشریف لائے۔ اور دینِ اسلام صراطِ مستقیم کی بنیاد رکھی۔ انسانوں اور بندگانِ خدا کی ضروریات اور ان کے ماحول کے مطابق احکام آتے رہے۔ اور بدلتے رہے۔ باری باری سب نبی اور رسول تشریف لائے۔ اور جب دنیا اور اہل دنیا ہر لحاظ سے مکمل ہو گئے تو دینِ حق نے بھی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلامؐ دینا کا پیغام سنا دیا۔ اور حضور سید الانبیاء خود تشریف لے آئے۔ اور اس کے مکمل ہونے کی وجہ سے مہر نبوت ثبت کر دی۔ اور فرمایا قل جاء الحق وزہق الباطل۔ حق آگیا باطل مٹ گیا۔ اور خاتم النبیین لا نبی بعدی کا اعلان کر دیا۔

ایک نقطہ:۔ آپ نے نبوت کے ختم کرنے کا اعلان کیا۔ رسول کا نام نہ لیا۔

کیونکہ رسول کے لئے نئی کتاب لانا شرط ہے۔ اور قرآن مجید کے مقابلہ میں کون کتاب لاتا۔ جو بھی کوئی مُرتد ہوگا۔ وہ نبی کا اعلان کرے گا۔ رسول بن کر نہیں آئے گا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر کسی کافر کذاب نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ انبیائے اکرام کی آمد تھی۔ اگر کاذب بھی شامل ہوتے۔ تو امتوں کے لئے بہت مشکل ہوتا۔ چنانچہ پہلے کفار خدائی دعویٰ کرتے تھے۔ فرعون، نمرود وغیرہ۔

لیکن جب خاتم الانبیاء آگئے۔ تو اب خدائی دعوی کوئی نہیں کرتا۔ بلکہ جھوٹے نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ اب پختہ ایمان ہے۔ کہ یہ لوگ جھوٹے ہوں گے۔

از روئے نبوت و رسالت لا نفرق بین احدٍ من رسلہ۔

سب پر ایمان لانا اور فرق نہ رکھنا اسلام کی شرط ہے۔ اور تلک الرسل فضلنا کے مطابق ان کی فضیلت بیان کرنا مثبت طریقہ سے جائز ہوا۔ نفی کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے۔

نبی کے معنی خبر لانے والا ہے۔ اور یہ لفظ مخصوص ہے۔ اللہ کے احکام سے سوائے غائبانہ احکامِ اللہ العٰلمین کے خبر اس میں شامل ہیں۔

جس طرح حیوانوں میں انسان حیوانِ ناطق کی بناپر الگ ہے۔

نبی کے معنی ہو گئے غیب کی خبر لانے والا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام بھی رسول ہیں۔ کہ وہ اللہ کے احکام انبیاء علیہ السّلام کو پہنچاتے ہیں۔ اور وہ حضورؐ کے خادموں میں شامل ہیں۔

جبرائیل سمیت بھی ملائکہ نے سجدہ آدمؑ کیا تھا۔ اور ان کی خلافت کا اقرار بھی پس جتنا غیب انبیاء علیہ السلام خصوصاً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔ اتنا کوئی نہیں جانتا۔ جہاں غیب کی کنجیوں کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہاں مفاتیح اور مقالید کے دو الفاظ ہیں۔ مفاتیح کی حرف دوم "، اور ح کے ساتھ مقالید کی میم اور د ملانے سے محمد بنتا ہے۔ غیب کی کنجیاں بے شک اللہ کے پاس ہیں لیکن وہ دیتا ہے جسے چاہے۔

وما ھو علی الغیب بضنین :۔ اور وہ (محمد) غیب کے بارے بتانے میں بخیل نہیں ۔ اس کی مزید تشریح اپنے مضمون کے تحت آئے گی۔ انشاءاللہ از جاءالحق کتاب کا مطالعہ کیجئے۔

اب میں اس مضمون کو انہی لفظوں پر ختم کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انبیائے اکرام کا ساتھ نصیب کرے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وسلام" علی المرسلین جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی صفات میں سے چار صفات ۔ اوّل ۔ آخر ۔ ظاہر ۔ باطن بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اوّل ہے آخر بھی وہ باطن ہے اور ظاہر بھی ۔

چونکہ تمام مخلوقات اسی کی بنائی ہوئی ہیں ۔ اور بنانے والا پہلے ہوتا ہے ۔ تب وہ بناتا ہے۔ اس لئے وہ اول ہوا۔ اور چونکہ وہ ہی بنانے والا ہے۔ اب اس کا بنانے والا اور خالقِ محال ترین ہوا۔ پس وہ قدیم ذات ہوا۔ کہ اُس کی ابتدا نہیں ہے۔

(۲) وہی اول ہے تو بے شک وہی سب سے بلند اونچی ذات اللہ اکبر ہوا کر اس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا مزید عروج کرنا صفت نہیں ہے۔

آخر جس طرح وہ اوّل ہے پیدا ہونے سے وہ پاک ہے۔ پیدا ہونا اس کی مخلوق کی صفت ہے۔ اسی طرح ختم ہونا بھی اور موت کا وارد ہونا مخلوق کے لئے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قدیم اور ہمیشہ سے ہے ۔ اور ہمیشہ ابد آلاباد رہے گا۔

باطن وہ پوشیدہ ذات ہے۔ غیب الغیب۔ عقل وخیال وہم وگمان سے بلند و بالا ہے ۔ اور اس سے زیادہ کوئی شے باطن نہیں ہے ۔ اور نہ ہی اسے کوئی سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہ کس طرح سے ہے ۔ کیسا ہے۔

ظاہر اس طرح کہ وہ اپنی قدرت اور مخلوقات کی وہ تخلیق سے ظاہر ہے۔ اور اس سے زیادہ روشن اور کوئی شے نہیں ہے ۔ اللہ نور السموت والارض معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی شے نہیں اور اس کے بعد بھی کوئی شے نہیں۔ اور اس سے پوشیدہ کوئی شے نہیں اور اسی طرح وہ ہر چیز سے زیادہ ظاہر

اور روشن ذات ہے۔

اس کی تمام صفات قدیم ہیں۔ اور ہر وقت وہ ہر صفت کو بیک وقت ایک ساتھ ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ تقسیم حصہ تجزہ اور کمی و بیشی سب سے پاک منزہ ذات ہے۔

ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قدرت والا ہے۔ اور اس کی کوئی صفت یا کیفیت نہ بدلی ہے۔ نہ بدلے گی۔ اور وہ خود مختار مالک اپنی منشا کے تحت کائنات کو پیدا کرتا ہے۔ اور اس نظام کا چلانے والا ہے۔

اور کوئی ایسی نسبت جو صفتِ الٰہیت۔ خالقیت میں مانع ہے۔ اس کا اس کے ساتھ نسبت کرنا جرمِ عظیم اور شرک جلی سے متعلق ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال کے ساتھ تنزیہہ و تشبیہہ یعنی اس کا بے صورت ہونا اور صورت والا ہونا بھی دو صفات ہیں۔

لیکن اس کی صورت اس طرح نہیں جیسی اس نے اپنی مخلوقات کی صورتیں بنائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو صرف بے صورت ابلیس نے جانا اور صرف صورت میں مقید جاننے والا فرعون تھا۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اگر تو نے خدا کو بے صورت کہا۔ تو تو نے بے صورتی میں مقید کر دیا۔ اور اگر اس کی صورت کو جانا تو تو نے صورت کے مرتبے میں اسے مقید کر دیا۔ اور محدود سمجھا۔ اگر تو یہ ہے کہ وہ صورت اور بے صورت ہر دو صفات کا جامع ہے تو پھر تو معرفت کا امام ہے۔

بے صورتی کا صورت میں نزول کرنا اس کا کمال ہے۔

اور جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظہور کا وہ کمال درجہ ہے۔ جہاں ذاتِ باری تعالیٰ اپنے تمام اسماء صفات اور کمالات کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔
معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذاتِ ربّ العٰلمین کی تمام صفات و اسماء کے مظہرِ اتم ہیں۔
اور حضورِ علیہ السّلام کو عبدہٗ اور رسولؐ کی نسبت سے دیکھنا ہے۔ نہ کہ محمد بن عبداللہ کی نسبت سے اور نورِ رسالت کو عام لوگ نہیں پا سکے۔
فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ۔ یہ اس وقت فرمایا گیا۔ جب موسٰی علیہ السّلام کوہ طور پہ آگ لینے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
اے موسیٰ یہ آگ نہیں بلکہ میں ہوں تیرا رب۔ اور پھر موسیٰ نے وہیں نبوت کا عہدہ حاصل کر لیا۔ اور قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا۔
بے شک نہ وہ آگ تھی۔ نہ درخت بلکہ اللہ تعالیٰ نے آگ اور درخت کی صورت میں جلوہ گری فرمائی تھی۔ (قرآن حکیم)
؎ روا باشد اَنَا الحق از درختے۔ چرا نہ بود از نیک بختے۔
میں نے دیکھا اپنے رب کو احسن صورت میں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے انسان کو احسن طریقہ سے پیدا فرمایا۔ (قرآن حکیم) فی احسن تقویم
اور فرمایا کہ آدمؑ کو ہم نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یعنی صفات الٰہی کا مظہر۔
قیامت کے دن ہم اپنی پنڈلی ننگی کریں گے اور سجدوں کے لئے بلائیں گے (القرآن)
اور دوزخ کے ذکر میں فرمایا۔
هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ:۔ اور زیادہ مانگنے پر اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا، تو وہ ٹھنڈا پڑ جائے گا
یہ سب مثالیں اللہ تعالیٰ کی نزول کا کمال ہیں۔
کہ عروج اس کا کمال ہے۔ اور عروج کی کمال نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سب سے اونچے درجہ پر ہے۔ اس سے اونچی کوئی چیز نہیں۔
یہی وجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لامکاں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کی سعادت بخشی؛

وہی۔ اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

کہ نیچے اس کی خلائق کا مکان تھا۔ اور مخلوق اپنے مرتبہ سے اوپر نہیں جا سکتی اور جبرائیل و براق۔ ارواحِ انبیاء۔ رفرف سبھی نیچے رہ گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کا درجہ تمام مخلوق اور کائنات سے اعلیٰ اور برتر تھا۔ آگے پہنچے۔

اور ان کی بشریت صفتِ ملائکہ میں اور صفت ملکوتی صفتِ روح میں اور روح نوری جلووں میں بدلتی چلی گئی۔ اور روح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح بے حد ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بے حد ہے۔

پس بے حد نے حد کو ماذاغ البصر وماطغیٰ۔ کی صفت سے دیکھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ محمد اور احمد دونوں ذاتی نام ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

محمد کے معنی ! حمد کیا گیا یا تعریف کیا گیا۔

احمد کے معنی ! جس نے سب سے بڑھ کر تعریف کی۔

الحمد اللہ رب العلمین خاص تعریف اس اللہ کی جو پالن ہار سب جہانوں کا کوئی بندہ اتنے تک مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کرے۔

محمد رسول اللہ کے معنی :۔ تعریف کیا گیا رسول اللہ کا۔

اب کون ہے جو تعریف کیا گیا ہے۔ اس کی مخلوق میں محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پیشتر از آدم تا سید الانبیاء کوئی ابن آدم محمد و احمد نام والا نہیں ہوا۔ اور خیر الامت میں مسلمانوں کے نام محمد و احمد محض نسبت یا برکت کی وجہ سے رکھا گیا۔ اور یہ بات ثبوت ہے۔ کہ روحِ محمد اور نور محمد سے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں۔

پس اس لحاظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ہیں۔ سب نبیوں کے بعد تشریف لائے۔ اور آپ کے بعد تا قیامت اور بعد قیامت بھی اور کلمہ نہ ہو گا۔ اس لئے وہ آخر ہوئے۔ اور وہ ظاہر ہوئے تو سب شریعتیں اور نبوتیں ختم ہو گئیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی حال بھی اپنی الگ شان رکھتا ہے۔

اور یہ بات متفق ہے کہ سب سے پیشتر دیدارِ الٰہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گا۔ لیکن اس کے ساتھ سب انبیاء نے جھلکِ نورِ رب العلمین دیکھی اور جس کی مثالیں دیدار موسیٰ شاہد ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی جمالِ الٰہی ہر چیز سے دیکھا۔

اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خواب میں ایک سو ایک بار اللہ کو دیکھا۔ پس یہ بات واضح ہے۔ کہ دیکھنے والے کی اپنی اپنی استعداد اور مقام ہے۔ لاتدرکہ الابصار۔

اس کی عین ذات کا دیکھنا ممکن نہیں البتہ اللہ نور السموت والارض تحت جلوؤں کا پانا عین معرفت ہے۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان انوکھی نرالی ہے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے اوّل۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن صفات سے متصف ہیں۔ آپ کا مقامِ عبدیت اور بشریت سب سے انوکھا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از آدم تا قیامت سب بنی آدم سے الگ تخلیق کے مالک ہیں۔

نبی محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا فرمایا۔ کہ وہ خود جو ایک خزانہ ہے۔ ظاہر ہو کر پہچانا جائے۔ اور پھر ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ۔

تمام کائنات صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے پیدا کی۔

اگر محمد نہ ہوتے تو کوئی شے نہ پیدا ہوتی۔

اسم محمدؐ کی نسبت کہاں ہے۔ اور کس طرح سے ہے۔ کہ محمد اس وقت بھی نبی اور رسول تھے۔ کہ کوئی چیز ابھی پیدا نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں دو نام حامد اور محمود ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد و احمد ؛ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ۔ جو اپنی پہچان کر لے۔ وہ اپنے رب کی پہچان کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ پہچانا جائے۔ پس اس نے۔ کنت کنزاً مخفیاً پر نظر فرمائی۔ کہ یہ ظاہر ہو جائے۔ اور اس نے شیشۂ معرفت پر نظر کی۔
اور اپنی رحمت۔ محبت۔ اور عشق کو ایک روح یا نور کی صورت میں ظاہر کر دیا۔ پس اسی صورت سے جو ایک ذات احد کی جھلک کا عکس تھا۔

قل الروح من امر ربی ۔ روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کے امر سے ہے۔ اس سے آواز آئی۔

لا الہ الا اللہ ۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔

اور ساتھ ہی ذاتِ الٰہ العلمین نے فرما دیا۔

محمد رسول اللہ ۔ اللہ کا رسول ہے۔ محمد (صفت کیا گیا۔ تعریف کیا گیا) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بے صورتی سے صورت میں جلوہ گری فرمائی۔ اور یہی چیز ظل الٰہی کیف مد الظل سایہ ذات الٰہی تھا۔

اور اسی سایہ کو انبیاء کرام اور پھر بعد سید الانبیاء کے اولیائے اکرام کی صورت میں پھیلایا گیا۔

ہم نے اپنے سائے کو کیسے لمبا کیا۔ (قرآن حکیم)

پس یہی چیز تھی۔ معرفت کا اصل جو جبینِ آدمؑ پر مل دی گئی۔ جس کو فرشتوں نے دیکھ لیا۔ لیکن ابلیس اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اور وہ کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ پر نظر جمائے بیٹھا رہا۔ اور وہ خسارہ والوں میں ہو گیا۔

اور وہ نہیں بولتا اپنی خواہش سے مگر جو خدا کی طرف سے وحی کی جائے۔ (قرآن حکیم)
اور کنکریاں نہیں ماریں تو نے جب تو نے ماریں وہ تو ماریں اللہ نے۔ (قرآن حکیم)

ید اللہ فوق ایدیھم ، ان کے اوپر ہاتھ اللہ کا۔ یہ سب ایسی مثالیں ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجودِ بشری سراسر نور کا پیکر تھا۔ لیکن عام نظروں سے وہ پوشیدہ تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - اوّل بھی اللہ آخر بھی اللہ درمیان میں محمد رسول (تعریف کیا گیا بھیجا گیا) اور تعریف اصل میں اللہ ہی کی ہے۔ اس لئے کوئی شے کوئی آدمی کسی لحاظ سے بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہیں ہے۔ اللہ بے مثل تو اس کا حبیب بھی بے مثل ہے۔

صاحب مہر نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت تمام شریعتوں کی جامع ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ہم نے تم میں سے ہر ایک قوم کے لئے ایک شریعت اور ایک راہ رکھی۔ (القرآن الحکیم)

نَحْنُ معاشِرُ الانبیاءِ بَنُو العلّاتِ اَبُو نا واحِدٌ وَّ اُمّھاتنا شتّٰی ۔

ہم انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں۔ باپ (دین) ہمارا ایک ہے۔ مائیں ہماری شریعتیں الگ الگ ہیں۔

اِنّیْ رسُول اللّٰہِ علیکم جمیعاً وما ارسلنٰکَ اِلّا کافتہُ للناسِ بشیراً ونذ یرا۔

میں رسول ہوں اللہ کا بھیجا ہوا تم سب کی طرف نہیں بھیجا گیا تم کو مگر سب انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر

وَمَا ھُوَ اِلّا ذکرٌ لِلعلمین :

یہ قرآن تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہے

اِنّ اللّٰہ ذوٰی لِیَ الارضَ مشارِقُھا وَمغاربَھا وسیبلُغُ ملکُ اُمّتی ما زوٰی لِیْ مِنھا۔ (حدیث)

اللہ نے زمین کی مشرق و مغرب میرے سامنے کر دی۔ (جسے میں نے دیکھا) عنقریب میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا جہاں تک میری نگاہوں نے دیکھا۔ مشرق و مغرب

اَنا اوّلَ مَنْ تنشقّ مِنہُ الغَبراءُ انا اوّل مَنْ یفتحُ بابَ الجَنّۃِ فَاَ نا اللبنۃُ وَاَنا خاتمُ النبین۔

سب سے پیشتر میں ہی قبر سے اٹھوں گا۔ سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھولوں گا۔ پس میں ہی قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین۔

اَوَّلُ ما خلق اللہ نوری کنت نبیاد آدمُ بَیْنَ الماء والطین۔	سب سے پہلے اللہ نے میرے ہی نور کو پیدا کیا۔ میں اس وقت بھی نبی تھا۔ جب ابھی آدمؑ پانی اور مٹی میں تھے۔

آپ بے شک نورٌ مِنْ نُورِ اللہ ہیں۔

حضرت ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حبیب اللہ تعالیٰ کو اپنی صفت ربوبیت کا اظہار کرنا مطلوب ہوا۔ تو سب سے پہلے محبت کا اظہار فرمایا۔ اور ایک نور کا شعلہ نکلا۔

کُونِی محمد اً فصارَتْ عموداً مِنْ نورٍ الیٰ آخِرِہٖ۔

فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوجا۔ بس وہ ایک نور کا ستون ہوگیا۔ اور حجابِ عظمت تک بلند ہوگیا۔ پھر اسی ستونِ نور سے سجدہ کے ساتھ الحمد اللہ کی صدا گونجی۔

اور یہ بھی فرمایا۔ کونی حبیبی محمد اً :- ہوجا میرے حبیب محمد حمد کیا گیا

فطاف نورِ محمد بالعرش قبل آدمَ بخمسین الف عام وَھُوَ یقول الحمد اللہ۔

ترجمہ :- پچاس ہزار قبل از آدم علیہ السّلام آپ عرشِ مجید کے طواف میں مشغول رہے۔ کہتے تھے۔ الحمد اللہ ـــــ

آپ نے فرمایا جنت میری اور میری امت کی مشتاق ہوگی۔ اور جہنم پناہ مانگے گی۔

جنت کی فریاد۔

اَللّٰھُمَّ اُسکُنْ ایامی ـــ	اے اللہ ان کو مجھ میں ٹھہرا۔

دوزخ کی پکار۔

الھم نجِنِی مِنْ ھٰذا الوجل:	اے اللہ بچا مجھے اس نیک آدمی سے۔

اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے ہمیں آپ کی نبوت میں شامل ہونے

باب دوم

خلیفۃ الارض

ابوالبشر تا خیرالبشر

اعلان رب العزت ۔ تخلیق آدم علیہ السلام

تاج خلافت مع وعدہ الست ۔

سیروا فی الارض ۔ الدنیا جیفۃ و

تمثیلات جہانِ فانی ۔

انسان ۔ روح اور بشر

دین اسلام اور پیغمبرانِ اسلام

عطائے خدا اور شان انبیاءؑ

باب خلیفۃ الارض از ابوالبشر تا خیر البشر

اعلانِ رب العلمین

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط

اور جب کہا رب تیرے نے (رب محمد) فرشتوں سے دو میں بنانے والا ہوں زمین میں اپنا نائب،،

چونکہ اس وقت انسان ابھی اللہ تعالیٰ کے غیب کے پردوں میں چھپا تھا۔ اور صرف ملائکہ ہی اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں تھے۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں۔ ان کی خوراک بھی نور ہی ہے۔ اور وہ ہے تسبیح و تقدیس رب العزت۔ فرشتوں کو نور ماننے سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں فرق نہیں آتا۔ تو کیا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض بجا ہے۔؟

کہا جاتا ہے کہ انسان جب نفس امارہ سے نکل کر مطمئنہ کا حامل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فرشتہ سیرت ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ فرشتہ سیرت ہونا انسان کا کام ہے۔ اور حبیب سب انسانوں اور فرشتوں سب کے رسول ہیں۔ تو ان کی ایک صورت انسان کے ساتھ ملتی جلتی ہے تو دوسری وہ بھی چاہیے۔ کہ جس کے ساتھ ملائکہ بھی ان سے فیض حاصل کر سکیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غذائے جسمانی کی عادت نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک اسوہ حسنہ کی تکمیل میں کھاتے تھے۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ کَھَیْئَتِکُمْ مِثْلِیْ ۱۔ اور یہ فرمانا کہ میں اپنے اللہ کے پاس سے کھاتا ہوں۔ اور وہ غذائے روح فرشتوں جیسی تو تھی۔ آیت بالا میں رَبُّكَ۔ تیرا رب فرماتے ہیں۔ یہ حکمت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقتِ تخلیق خلیفہ ارضی پیدا تھے۔ اور یہ سب کچھ جانتے تھے۔

کُنتُ نَبِیاً آدم بَینَ الماءِ والطّین :- میں اس وقت نبی تھا۔ کہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔

عالم ارواح میں بھی آپ نبی تھے۔ تبھی تو انبیائے اکرام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا تھا۔ اختلاف صرف یہ ہے۔ کہ کچھ لوگ روح مراد لیتے ہیں نو محمد سے راور وہ رُوح کی حقیقت کو کب جانتے ہیں۔ کہ اللہ نے قل الروح مِن امر ربی۔ کہہ کر فراموش کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک سے کہلوایا۔ امرِ ربی میرے رب کا امَر۔ وہ طالب یہ مطلوب وہ رَب یہ رحمتِ رب اور محبوبِ رب العزۃ۔ اور آپ کا نورِ رسالت چمکے تو کیا فرق رہا۔

اَوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نوری :- سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اللہ نے۔

یا جابِرُ اِنَّ اللّٰہ تعالیٰ خَلَقَ قبل الاشیاءِ نورَ نَبِیّکَ مِنْ نُورِہٖ ط اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تمام چیزوں میں تیرے نبی کا نور اپنے نور سے کیا، چاند چاند ہے۔ سورج سورج۔ سورج سے چاند چمکا۔ تو سورج سورج رہا۔ چاند سورج نہ ہو گیا۔ اور نہ ہی سورج میں کوئی فرق آیا۔

ہاں چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے رنگ اور حرارت میں الگ نظر آتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت صفت کا پرتو نورِ محمد کی صورت میں ظاہر فرمایا۔

آپ کا اسم مبارک محمد اور احمد بتا رہا ہے کہ ان کی حقیقت محض حمد و ثنا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اکرام نے رب کے کلام الٰہی کا نور دیکھ لیا تو حضور خود مجسمہ حمد و ثنا ہیں لہٰذا وہ بھی نور ہیں۔

پس آپ کا فرمان خُلِقتُ مِنْ نورِاللہ۔ پیدا کیا گیا میں اللہ کے نور سے مومنوں کے دلوں کا سرور ہے۔

اللہ واحد خالقِ حقیقی اے	ابتدا عشق صفاتیں کیتی اے
پہلے نور محمد ہویا وسنیکی اے	فیر اللہ سارے جہان بنائے :: نی

پھڑی روح محمدؐ نے اڈاری نی　　ہاکر اِلّا اللہ دی ماری نی
محمد لکھیا تے قلم واری نی　　پھٹ عشقوں چر جائے نی

اللہ معطی انا قاسمؐ　۱۔　اللہ عطا کرنے والا ہے۔ اور میں (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تقسیم کرنے والا ہوں۔ پس ہر خزانہ قدرت جو قابلِ تقسیم ہے۔ اس کے آپ قاسم ہیں اور کنجی بردار ہیں۔

یہ تھا تعلق واذ قالَ ربُّکَ لِلمَلٰئکۃ کے ساتھ۔

اب دیکھئے اِنّی جاعِلٌ فی الارض خلیفہ (یہ ایک اعلان تھا) فرشتوں نے کیا جواب دیا۔

اے اللہ تو کیا پیدا کرے ایسے لوگ جو فسادی اور خونریز ہوں گے تیری تسبیح اور حمد وثنا تو ہم بھی کرتے ہیں (انہوں نے بنی آدم کی ایک جھلک یہ بیان کی اور دوسری صفت سے بے علم اور ناشناسا تھے۔)

اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی اعلم مالا تعلمون (میں جانتا ہوں وہ جو تم نہیں جانتے۔

اب حضرت آدمؑ کا خاکی وجود تیار کیا گیا۔

جو خلق الانسان فی احسن تقویم اور بِیَدَیَّ کے ہوتے ہوئے کسی اور خوبی کی ضرورت نہیں رکھتا۔

جب بدنِ آدمؑ مکمل ہوگیا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت جائے پیدائش مکہ معظمہ کی گل مبارک کو ایک موتی کی شکل میں جنت کی خوشبوؤں میں ملا کر جبینِ آدم پر مَل دیا گیا۔ اور پھر روح داخل فرمائی گئی۔ اور انسانِ اول ابوالبشر آدم علیہ السّلام زندہ فرما دئے گئے۔

ھذا طینۃُ محبوبِ رب العلمین وخاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم

اب انہیں مجالس ملائکہ کی میں وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسْمَاءَ کُلَّھَا پر تکمیل ہوئی اور ملائکہ نے عرض کیا۔ اِلّا ما عَلَّمْتَنَا انکَ اَنْتَ العلیم الحکیم :-

پس آپ کی سرداری تسلیم کر لی گئی اور سجدہ ملائکہ کے بعد آپ جنت میں چلے گئے۔

تمام ملائکہ کو تو یقین تھا۔ کہ واقعی انسان میں معرفتِ خداوندی ہم سے بدرجہا زیادہ ہے۔ لیکن ابلیس کی نظر محض خاک و مٹی پر رہی اور وہ اس نعمت سے محروم رہا۔

حضرت آدم علیہ السّلام پر نیند طاری ہو گئی جاگنے پر دیکھا کہ بائیں ہنسلی آدمؑ سے ایک عورت پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ ان کے ساتھ عقد پڑھا گیا۔

اور اس کے ساتھ شرطِ زوجیت محض درود شریف بہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکھی گئی یہ عورت تمام بنی آدمؑ کی ماں اماں حوا علیہ السّلام تھیں۔

اس جنت آدمؑ کے اندر ایک شجرِ ممنوعہ تھا۔ جس کے بارے ارشاد ہوا۔
وَلاَ تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَ :۔ اس درخت کے قریب نہ جانا۔
اِدھر وَلاَ تَقْرَبَا کا ارشاد ہوا۔ اور اُدھر ذاقا الشجرة منشا تھی۔
جیسے اِدھر خواب آیا کہ اسماعیل کو ذبح کر دو اُدھر منشا یہ بھی تھی کہ ذبح نہ ہو۔ بہر حال فاخذ لھم الشیطان شیطان کا داؤ چل گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام وہ حکم بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْ مًا وہ بھول گیا۔ اور ان کا پختہ ارادہ بھی نہ تھا۔

بے شک گناہ ارادہ کا نام ہے۔ آپ نے ارادہ نہ فرمایا بلکہ بھول ہو گئی لیکن اللہ والوں کی صفت ہے۔ ور نزدیکاں را بیش حیرانی ،، آپ گھبرا گئے اور لباس التقویٰ کے بارے لاپرواہی دیکھی۔ تو گھبرائے۔ اسی اثنا میں حکم ہوا کہ فَاَخْرُجْ مِنْھَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ :۔ کہ یہاں سے نکل کر زمین پر چلے جاؤ۔

خلیفۃ الارض زمین کے خلیفہ تو آپ کی زندگی کا مقصد زمین کی آبادی تھا۔ لہذا

یہ کوئی سزا نہ تھی ۔ وہ ایک بارونق جگہ دکھائی گئی اور فرمایا اس طرح دنیا میں بھی تم نے رونق پیدا کرنی ہو گی

ندامت کے آنسو رنگ لائے اَشْہَدُ اَنَّ محمد رسول اللّٰہ کے الفاظ گوشِ آدمؑ میں بزبانِ جبریلؑ گونجے ۔ تو آپ نے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین ۔ دعا مانگی اور وسیلہ مصطفیٰؐ سے آپ کو پھر شانِ نبوت کی خوشخبری دی گئی ۔

فتلقّٰی آدم من رّبہٖ کلمٰتٍ فتاب علیہ علم لدنی عطا فرمایا گیا ۔
یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو تاجِ خلافت مرتبہ نبوت کیسے عطا ہوا ۔

تاجِ خلافت اور وعدہ الست کے بارے میں تاریخ اسلام میں لکھا ہے ۔

کہ مقام عرفات میں اماں حوّا اور آدم علیہ السّلام کی دوبارہ ملاقات ہوئی اور زمین پہ آبادی کے آثار شروع ہوئے ۔

آپ نبی ہو گئے اور اولاد کو حکم الٰہی سنانے اور عمل کرانے کی امانت سونپی گئی اللّٰہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے ارواح کو حضرت آدم علیہ السّلام کے سامنے جمع فرمایا ۔ اور اُن سے یُوں فرمایا ؛

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ۔

جواباً سب نے عرض کیا ۔ بَلیٰ ہاں تو ہمارا رب ہے ۔

یہی وعدہ میثاق روزِ میثاق ہے ۔

اس کے بعد دو سجدے ہوئے ۔

کچھ روحوں نے دونوں سجدے کئے ۔ یہ اسلام والے صراطِ مستقیم والے تھے ۔ کچھ روحوں نے پہلا سجدہ کیا لیکن دوسرا نہ کیا ۔ اس کا غضب ہُوا

تھا۔ کہ یہ لوگ ابتدا میں اسلام پر ہوں گے۔ لیکن بعد میں مرتد ہو جائیں گے۔ کچھ روح پہلے سجدے میں شامل نہ تھے۔ دوسرے میں شامل ہو گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو پہلے کفر پر ہوں اور پھر مسلمان ہو کر دنیا سے جائیں۔

خاتمہ بالخیر ہو۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اب انسان زمین پر آباد ہوا تو اسے زمین کے تمام نشیب و فراز معلوم ہونا چاہیے۔

پس سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

اے بنی آدم! تو اس دنیا کے میدان میں کھوئی ہوئی نظروں میں پھرتا تھا۔ کہ تیرے مولا نے ایک فرشتہ جبرائیل علیہ السلام نازل فرمایا۔ اس نے تیرے تہذیب و تمدن، معاشرت و سیاسیت، خورد و نوش اور آرام کے سامان مہیا کئے۔ اور تیرے باپ ابوالبشر کو تم سب بھائیوں کی طرف نبی۔ رہبر بنا کر کھڑا کیا۔

تو اپنے رب کے انعامات و احسانات پر غور کر۔ اپنی تخلیق اور تہذیب کو بہ نظرِ تدبر دیکھ۔ تو خاک تھا۔ آب تھا۔ نیستی کے عالم میں گم نام تھا۔ خاک سے خاکسار ہی لے کر اٹھا۔ اس نے تجھے تشکیل اور خوبرو بنایا۔ جامۂ حیات سے تجھے ملبوس فرمایا۔

دنیا کے میدان میں تجھے حاکم کیا۔ سردار کیا۔ اشرف کیا۔ نوری مخلوق سے تجھے سجدہ تعظیمی کرایا۔ عرشِ بریں۔ جنت میں تیرا مسکن ٹھہرایا۔ تیرے دشمن کو راندہ درگاہ کیا۔ تیرے باغی کو داخلِ جہنم کیا۔ تمام مخلوقات کو خادم بنایا اور تجھے مخدوم کیا۔

پھر تجھ سے ہواً خطا ہوئی۔ اس نے تجھے بے قصور جانا۔ خود ہی تجھے توبہ کا اصول بتایا۔ تجھے سب کچھ بتا کر دوبارہ رحم فرمایا۔ اور اس دنیا میں

عزت بخشی۔ تیری خاطر بیل، ہل سامان کشادرزی بھیجا۔ فرشتوں نے تجھے ہل چلانا سکھایا۔ سورج نے تجھے گرمی۔ حرارت۔ روشنی بخشی۔ ہوا نے تجھے فائدہ پہنچایا۔ پانی نے تیری زندگی میں روح پھونکی۔ غرض یہ کہ ہر چیز نے تیری ہر حاجت کو پورا کیا۔

اے بنی آدم! تو میدانِ جنت سے نکلا۔ دار فانی میں تو حیرانی اور پریشانی میں رہنے لگا۔ اللہ نے تجھے تسکین قلب بخشی۔ کہ دوبارہ وہی مقام تیرے لئے موجود ہے۔ اور تیری تسلی۔ تشفی کی خاطر ملک الموت کو مقرر کیا۔ کہ موت تمہارے یہاں سے کوچ کرنے کا نشان ہے۔ اگر تمہیں جنت کی طلب ہے تو موت بے خبر ساتھی یاد رکھ۔ تیری موت تیرے لئے نجاتِ قفس ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ تو ان سے بیگانہ ہے۔ جنہوں نے تیری مدد کرنا ہے۔ جن ذرائع سے تیری حیات جاوداں وابستہ ہے۔ ان سے تو بے بہرہ ہے۔ نہ تجھے اجل یاد ہے نہ شکاری اجل یاد ہے۔ نہ مالک یاد ہے نہ مقامِ جنت۔

اے بنی آدم! تو فعل مختار ہے۔ ہر چیز تیرے اشارے پر ناچتی ہے۔ پھر تو ان سے جائز کام لے ناجائز نہ لے۔ حلال ذریعہ معاش بنا حرام نہ بنا نیکی بھلائی سے مانوس رہ اور برائی بدی سے احتراز کر۔ آج تو ہر چیز تیرا جائز۔ ناجائز حکم مانتی ہے۔ کل نہ مانے گی۔ مثل مشہور ہے۔ جیسا راجہ ویسی پرجا۔ اگر آج ان پر تیرے جیسا ظالم سفاک حکمران مقرر ہے۔ تو کل خود مالکِ حقیقی کا تسلط ہو گا۔ آج تیری حرکات و سکنات۔ جرائم و معاصی ناز و نعم کو برداشت کیا جا رہا ہے۔ کل تجھے قدرت معاف نہ کرے گی۔

آج جس آگ سے تو کسی غریب کی کٹیا جلا دیتا ہے۔ تو وہی آگ تجھ سے بدلہ دلوائے گی۔ آج تو جس تلوار سے بخلافِ جہاد مظلوم غربا کو قتل کر رہا ہے۔ کل وہی تلوار تیری خونریزی کا تذکرہ چھیڑ دے گی۔ آج تو اپنے پاؤں کو چوری ڈاکہ، راہزنی اور زنا کی طرف چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔ تو کل یہی پاؤں تجھے جبراً نارِ جہنم میں لے

جائیں گے۔

آج جن ہاتھوں کو ناجائز مال کے چھونے ظلم پر ہاتھ اٹھانے کا حکم دیتا ہے۔ کل یہ تیرے خلاف دعوٰی دائر کریں گے۔ آج جن آنکھوں سے تو ستر عورت کو بہ نظر بد سے دیکھتا ہے۔ یہ کل تیرے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوں گی۔ جو تیرے کان آج چغلی جیسی باتیں سن رہے ہیں۔ کل تیری فریاد کو سننے نہ دیں گے جس زباں کو تو آج بد گوئی بے حیائی کی باتیں کرنے کا حکم کر رہا ہے۔ کل تیری فریاد کو بیان کرنے سے انکاری ہو گی۔ غرضیکہ تیرے جسدِ خاکی کا لخت لخت تیرے عیوب کو ظاہر کر دے گا۔

اے بنی آدم تو کیا ہے۔ کچھ نہیں ہے۔ تیری حقیقت کچھ نہیں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ تو بالکل کچھ نہیں ہے۔ تو تیرا جسم خاک۔ پانی سے مرکب ہے۔ تجھ میں روح امرِ ربیّ ہے۔ اور کیا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ تجھے کیا ہوا۔

اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ پ ۲۱ ع ۳۔

ترجمہ:۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں سوا کھیل کود کے اور آخرت کا گھر مزور ہی سچی زندگی ہے۔ کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

طالب دنیا اور دنیا کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دی ہے، کہ یاد رکھو!

اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَّطَالِبُهَا كِلَابٌ ۔ دنیا مردار ہے اور طالب دنیا کتوں میں سے ایک کتا۔

اے دوست! اللہ کریم نے محض ایک آزمائش کا سامان تیار کیا ہے۔

اور سنبھل سنبھل کر قدم رکھو۔

اس دار العمل میں خیر الاشغال و الاعمال صالحہ کی ضرورت ہے۔

نیک و بد کی مثال اس طرح سمجھیں۔ کہ جیسے چار مسافر ایک سفر پر روانہ ہوئے چلتے چلتے شام ہو گئی اندھیری رات میں وہ ایک ایسی جگہ پہنچے۔ کہ جو پتھریلا سنگلاخ علاقہ تھا۔ ان میں سے کہنے والے نے کہا کہ بھئی سنا ہے۔ یہاں نہایت قیمتی بیش قدر جواہرات ہوتے ہیں۔ آؤ حسب طاقت چن لیں کام آئیں گے۔ ان میں سے ایک نے کہا واہ بھئی یہ کیسی بے وقوفی ہے۔ بھلا اس اندھیرے میں ہیرے کہاں۔ یہ تو پتھر کنکر کے ٹکڑے ہیں۔ جو تم اٹھا رہے ہو۔ مفت بوجھ کون اٹھائے۔

چنانچہ اس ایک نے نہ اٹھائے اور دوسرے چنتے گئے اور چلتے گئے جب صبح ہوئی۔ تو واقعی لعل و جواہرات تھے۔ اب وہ پچھتایا کہ اس نے بھی کیوں نہ چنے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ دیکھو دنیا ایک زہریلا ناگ ہے۔ ناگ عام لوگوں کے لئے موجب ہلاکت ہے۔ لیکن سپیروں کے لئے ان کا رکھنا کوئی خسارے کا باعث نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو ولایت میں قدم رکھتے ہیں ان میں سے کچھ تو فقر و صبر اور چیتھڑوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور بعض شاہانہ زندگی میں رہا کرتے ہیں۔ ان اللہ والوں کے کیا کہنے۔ سبحان اللہ گودڑی میں لعل ہوتے ہیں۔

کسی بزرگ دین کو نظر حقارت سے دیکھنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ اس لئے ان اللہ والوں کے سامنے عجز و فروتنی سے رہنا چاہیے۔

عام دنیا دار کے لئے تو یہ دنیا بہت ہی مضر ہوتی ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رح لکھتے ہیں۔

ے شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
کس مردار پہ تو للچایا۔ دنیا دیکھی بھالی ہے۔

اے دوست یہ دنیا ایک مثال ہے ۔ اور بس حقیقت کچھ بھی نہیں اور یاد رکھ اور نصیحت پکڑ اس خواب سے جو کسی اللہ والے نے بیان کیا ۔ کہ وہ رات سو یا ۔ خواب میں وہ جنگل جا پہنچا ۔ اور راستہ بھول گیا دوڑتا جا رہا تھا کہ پیچھے شیر لگ گیا ۔ اور جب ایک تالاب گڑھے پاس گیا ۔ اور پناہ لینی چاہی ۔ تو اس میں سانپ تھا ۔ وہاں سے ڈرا تو درخت پر چڑھا ۔ لیکن اس کی جڑیں اور چوہے سیاہ وسفید کاٹ رہے تھے ۔ وہ درخت پر لگے شہد کو کھانے لگا ۔ اور سب خطرے بھول گیا ۔ درخت کٹ گیا ۔ اور گڑھے میں گر گیا ۔ سانپ کی غذا بن گیا ۔

دوست جنگل یہ جہان تھا دنیا کا ۔ شیر ملک الموت تھا ۔ اور گڑھا قبر تھی سانپ عذاب تھا ۔ درخت اس کی عمر تھی ۔ سیاہ وسفید چوہے دن رات تھے ۔

مادھو لال حسین با غبانپورہ فرمایا کرتے ۔

ے   ساجن دسے ہتھ ڈوراساڈی میں ہاں ساجن دی گڈی
اس ویلے نوں پچھوں تا ں جد جا پویں وچ کھڈی

اب کچھ

تمثیلات جہانِ فانی لکھی جاتی ہیں

دنیا ایک جنگل ہے ۔ جہاں کا حاکم گیدڑ ابلیس ہے ۔ اور حرص وہوا ، طمع لالچ ۔ شہوتِ نفس ۔ خواہشاتِ لذاتِ فانی ۔ برائی اور بے حیائی جیسی ہزاروں خاردار جھاڑیاں ہیں ۔ ان کے کانٹے پھول سے دکھائی دیتے ہیں ۔ لیکن ہوتے زہریلے خنجر ہیں ۔ انسان ایک مسافر ہے ۔ جو صراط مستقیم سے بھٹک کر اس برگ وگیاہ جنگل وصحرا میں خاک چھانتا پھرتا ہے ۔ تمہیں معلوم ہے کہ بے راہ مسافر راہ کی خبر ہر بشر سے لیتا ہے ۔ رستہ ہر آدمی سے پوچھتا ہے ۔ چاہے وہ واقف ہو یا ناواقف ہو ، بیمار ہر ایک سے دوائے شفا طلب کرتا ہے ۔ چاہے وہ حکیم ہو یا نیم حکیم یا بالکل حکمتِ بدن سے کورا ہو ۔

اے بنی آدم ! تو رستہ پوچھتا ہے ہر کائنات کے ذرہ سے ۔ بایں وجہ

کائنات تجھے دیوانہ سمجھے ہے ۔ اور تجھے صرف اشارہ کرتی ہے ۔ کوئی چیز تجھ سے کلام نہیں کرتی ۔

اس خالق نے جب تجھے اس رستہ پر روانہ کیا تو اس نے تجھے بہت سا سامانِ رسد اور سامانِ سفر عطا کیا ۔

جب انسان ایک طویل سفر کا قصد کرتا ہے ۔ تو اسے زادِ سفر کی ضرورت ہوتی ہے ۔ جو ضروریات کے لئے مکتفی اور اٹھانے میں ہلکا اور مختصر ہوتا ہے ۔ اور اتنا بوجھ ساتھ لیتا ہے ۔ جتنی اس میں جسمانی سکت ہو ۔ اگر اسے استعمال میں زیادہ وزن درکار ہو تو بھی وہ اپنی طاقت کا خیال مدنظر رکھتا ہے ۔

تو ایک مسافر قافلہ کے لئے ضروری سامان یہی ہے ۔ کہ افراد کے مطابق خوراک کا ذخیرہ ۔ کرایہ جات اور ضروری سامان کی خرید و فروخت کے لئے کچھ روپیہ ۔ علاوہ ازیں ہانڈی ۔ چمچہ ۔ کھانے کی پیالی ۔ گلاس ۔ جلانے کے لئے دیا وغیرہ ۔

اے بنی آدم تو مسافر ہے ۔ تیری منزلِ مسافت تیری پیدائش سے موت آنے تک کا زمانہ زندگی فانی ہے ۔ تیرا ہر سانس تیرا قدم ہے ۔ شب و روز تیرے سفر کے میل اور کوس ہیں ۔ مہینے اور سال تیری مسافت کے درجاتِ منازل ہیں ۔

اے بنی آدم تو غافل ہے ۔ تیری غفلت نے بہت دق کر رکھا ہے ۔ تو اپنا وقت یاد کر کہ جب تیری روح داخل نہ ہوتی تھی ۔ جسم میں کہ تیرا بُت سراسر ظلمت و تاریکی سے بھرا تھا ۔ اس نے اپنے رب سے عہد لیا کہ ایک دن اسے قفسِ جسدِ خاکی سے آزاد کرے گا ۔ اور اسے تسلی دی گئی کہ انسان اشرف المخلوقات مرے محبوب کی صورت و شکل کی متّصف ہوگا ۔ اور تیرا خاص خیال رکھے گا ۔ اے انسان جتنا تیرا روح کے ساتھ تعلق ہے ۔ اتنا بدن سے نہیں ہے ۔ جس میں روح نہیں وہ مردہ ہے دنیا والوں کو زندہ کی ضرورت ہے ۔ مردہ کی نہیں ۔ تو دنیا میں ہر کام روح کے بل بوتے پر سرانجام دے رہا ہے ۔ اور جب روح تیرے قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو تجھے لوگ زمین میں دبا دیتے ہیں ۔

کُنتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَینَ الماءِ و الطّین :- میں اس وقت نبی تھا۔ کہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی
میں تھے۔

عالم ارواح میں بھی آپ نبی تھے۔ تبھی تو انبیائے اکرام سے اللہ تعالیٰ نے
وعدہ لیا تھا۔ اختلاف صرف یہ ہے۔ کہ کچھ لوگ روح مراد لیتے ہیں نور محمدؐ سے۔ اور
وہ رُوح کی حقیقت کو کب جانتے ہیں۔ کہ اللہ نے قل الروح مِن امر ربی۔ کہہ کر
فراموش کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک سے کہلوایا۔ امرِ ربی میرے رب کا امر۔ وہ طالب
یہ مطلوب وہ رب یہ رحمتِ رب اور محبوبِ ربُ العزۃ۔ اور آپ کا نورِ رسالت
چمکے تو کیا فرق رہا۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوری :- سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اللہ نے۔
یا جابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ خَلَقَ قبل الاشیاءِ نُورَ نَبِیِّکَ مِنْ نُورِہٖ ط اے جابر بے شک
اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تمام چیزوں میں تیرے نبی کا نور اپنے نور سے کیا،
چاند چاند ہے۔ سورج سورج۔ سورج سے چاند چمکا۔ تو سورج سورج رہا۔ چاند
سورج نہ ہو گیا۔ اور نہ ہی سورج میں کوئی فرق آیا۔

ہاں چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے رنگ اور حرارت میں الگ نظر آتی ہے
پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت صفت کا پرتو نورِ محمد کی صورت میں ظاہر فرمایا۔

آپ کا اسم مبارک محمد اور احمد بتا رہا ہے کہ ان کی حقیقت محض حمد و ثنا
ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اکرام نے رب کے کلام الٰہی کا نور
دیکھ لیا تو حضور خود مجسمہ حمد و ثنا ہیں لہٰذا وہ بھی نور ہیں۔

پس آپ کا فرمان خُلِقتُ مِنْ نُورِ اللہ۔ پیدا کیا گیا میں اللہ کے نور سے
مومنوں کے دلوں کا سرور ہے۔

اللہ واحد خالق حقیقی اسے   ابتدا عشق صفاتیں کیتی اسے
پہلے نور محمد ہویا وسنیکی اسے   فیر اللہ سارے جہان بنائے نیں

پھڑی روح محمدؐ نے اڈاری نی ۔ ہاکر اِلاّ اللہ دی ماری نی
محمد لکھیا تے قلم واری نی ۔ پھٹ عشقوں چر جائے نی

اللہ معطی انا قاسم ۔ اللہ عطا کرنے والا ہے۔ اور میں (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تقسیم کرنے والا ہوں۔ پس ہر خزانہ قدرت جو قابلِ تقسیم ہے۔ اس کے آپ قاسم ہیں اور کنجی بردار ہیں۔

یہ تھا تعلق واذ قال ربک للملٰئکۃ کے ساتھ۔

اب دیکھئے اِنی جاعلٌ فی الارض خلیفہ (یہ ایک اعلان تھا) فرشتوں نے کیا جواب دیا۔

اے اللہ تو کیا پیدا کرے ایسے لوگ جو فسادی اور خونریز ہوں گے، تیری تسبیح اور حمد وثنا تو ہم بھی کرتے ہیں (انہوں نے بنی آدم کی ایک جھلک یہ بیان کی اور دوسری صفت سے بے علم اور ناشناسا تھے۔)

اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی اعلم مالا تعلمون (میں جانتا ہوں وہ جو تم نہیں جانتے۔

اب حضرت آدمؑ کا خاکی وجود تیار کیا گیا۔

جو خلق الانسان فی احسن تقویم اور بِیَدَیّ کے ہوتے ہوئے کسی اور خوبی کی ضرورت نہیں رکھتا۔

جب بدنِ آدمؑ مکمل ہوگیا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت جائے پیدائش مکہ معظمہ کی گل مبارک کو ایک موتی کی شکل میں جنت کی خوشبوؤں میں ملا کر جبینِ آدم پر مَل دیا گیا۔ اور پھر روح داخل فرمائی گئی۔ اور انسانِ اول ابوالبشر آدم علیہ السّلام زندہ فرما دیئے گئے۔

ھذا طینۃُ محبوبِ رب العلمین وخاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم

اب انہیں مجالس ملائکہ کی میں وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسمآءَ کُلَّھَا پر تکمیل ہوئی اور ملائکہ نے عرض کیا۔ اِلّا ما عَلَّمتَنَا انکَ اَنتَ العلیم الحکیم :۔

پس آپ کی سرداری تسلیم کر لی گئی اور سجدہ ملائکہ کے بعد آپ جنت میں چلے گئے۔

تمام ملائکہ کو تو یقین تھا۔ کہ واقعی انسان میں معرفتِ خداوندی ہم سے بدرجہا زیادہ ہے۔ لیکن ابلیس کی نظر محض خاک ومٹی پر رہی اور وہ اس نعمت سے محروم رہا۔

حضرت آدم علیہ السّلام پر نیند طاری ہو گئی جاگنے پر دیکھا کہ بائیں ہنسلی آدمؑ سے ایک عورت پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ ان کے ساتھ عقد پڑھا گیا۔

اور اس کے ساتھ شرطِ زوجیت محض درود شریف بہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکھی گئی یہ عورت تمام بنی آدم کی ماں اماں حوا علیہ السّلام تھیں۔

اس جنت آدمؑ کے اندر ایک شجر ممنوعہ تھا۔ جس کے بارے ارشاد ہوا۔ وَلَا تَقرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَ :۔ اس درخت کے قریب نہ جانا۔

اِدھر وَلَا تَقرَبَا کا ارشاد ہوا۔ اور اُدھر ذاتا الشجرۃ منشاء تھی۔

جیسے اِدھر خواب آیا کہ اسماعیل کو ذبح کر دو اُدھر منشایہ بھی تھی کہ ذبح نہ ہو۔ بہرحال فَاَذلھما الشیطان شیطان کا داؤ چل گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام وہ حکم بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وَنَسِیَ وَلَم نَجِد لَہٗ عَزماً وہ بھول گیا۔ اور ان کا پختہ ارادہ بھی نہ تھا۔

بے شک گناہ ارادہ کا نام ہے۔ آپ نے ارادہ نہ فرمایا بلکہ بھول ہو گئی۔ لیکن اللہ والوں کی صفت ہے۔ ور نزدیکاں رابیش حیرانی،، آپ گھبرا گئے اور لباسُ التقویٰ کے بارے لاپرواہی دیکھی۔ تو گھبرائے۔ اسی اثنا میں حکم ہوا کہ فَاَخرَجَ ھُمَا ھُمَا کَانَ فِیہِ :۔ کہ یہاں سے نکل کر زمین پر چلے جاؤ۔

خلیفۃ الارض زمین کے خلیفہ تو آپ کی زندگی کا مقصد زمین کی آبادی تھا۔ لہذا

یہ کوئی سزا نہ تھی۔ وہ ایک بار رونق جگہ دکھائی گئی اور فرمایا اس طرح دنیا میں بھی تم نے رونق پیدا کرنی ہو گی

ندامت کے آنسو رنگ لائے اَشْھَدُ اَنَّ محمد رسول اللہ کے الفاظ گوشِ آدمؑ میں بزبانِ جبریلؑ گونجے۔ تو آپ نے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔ دعا مانگی اور وسیلہ مصطفیٰؐ سے آپ کو پھر شانِ نبوت کی خوشخبری دی گئی۔

فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ علم لدنی عطا فرمایا گیا۔
یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تاجِ خلافت مرتبہ نبوت کیسے عطا ہوا۔

تاج خلافت اور وعدہ الست کے بارے میں تاریخ اسلام میں لکھا ہے۔

کہ مقام عرفات میں اماں حوا اور آدم علیہ السلام کی دوبارہ ملاقات ہوئی اور زمین پہ آبادی کے آثار شروع ہوئے۔

آپ نبی ہو گئے اور اولاد کو حکم الٰہی سنانے اور عمل کرانے کی امانت سونپی گئی اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے ارواح کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جمع فرمایا۔ اور ان سے یوں فرمایا:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں۔

جواباً سب نے عرض کیا۔ بلیٰ ہاں تو ہمارا رب ہے۔

یہی وعدہ میثاق روزِ میثاق ہے۔

اس کے بعد دو سجدے ہوئے۔

کچھ روحوں نے دونوں سجدے کئے۔ یہ اسلام والے صراط مستقیم والے تھے۔ کچھ روحوں نے پہلا سجدہ کیا لیکن دوسرا نہ کیا۔ اس کا مطلب تو،

تھا۔ کہ یہ لوگ ابتدا میں اسلام پر ہوں گے۔ لیکن بعد میں مرتد ہو جائیں گے۔ کچھ روح پہلے سجدے میں شامل نہ تھے۔ دوسرے میں شامل ہو گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو پہلے کفر پر ہوں اور پھر مسلمان ہو کر دنیا سے جائیں۔

خاتمہ باالخیر ہو۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اب انسان زمین پر آباد ہوا تو اسے زمین کے تمام نشیب و فراز معلوم ہونا چاہیے۔

پس سِیۡرُوۡا فِي الۡاَرۡضِ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

اے بنی آدم: تو اس دنیا کے میدان میں کھوئی ہوئی نظروں میں پھرتا تھا۔ کہ تیرے مولا نے ایک فرشتہ جبرائیل علیہ السّلام نازل فرمایا۔ اس نے تیرے تہذیب و تمدن، معاشرت و سیاسیت، خورد و نوش اور آرام کے سامان مہیا کئے۔ اور تیرے باپ ابوالبشر کو تم سب بھائیوں کی طرف نبی۔ رہبر بنا کر کھڑا کیا۔

تو اپنے رب کے انعامات و احسانات پر غور کر۔ اپنی تخلیق اور تہذیب کو بہ نظرِ تدبر دیکھ۔ تو خاک تھا۔ آب تھا۔ نیستی کے عالم میں گم نام تھا۔ خاک سے خاکسار ہی لے کر اٹھا۔ اس نے تجھے تشکیل اور خوبرو بنایا۔ جامۂ حیات سے تجھے ملبوس فرمایا۔

دنیا کے میدان میں تجھے حاکم کیا۔ سردار کیا۔ اشرف کیا۔ نوری مخلوق سے تجھے سجدہ تعظیمی کرایا۔ عرشِ بریں۔ جنت میں تیرا مسکن ٹھہرایا۔ تیرے دشمن کو راندہ درگاہ کیا۔ تیرے بائی کو داخلِ جہنم کیا۔ تمام مخلوقات کو خادم بنایا اور تجھے مخدوم کیا۔

پھر تجھ سے ہوا خطا ہوئی۔ اس نے تجھے بے قصور جانا۔ خود ہی تجھے توبہ کا اصول بتایا۔ تجھے سب کچھ بتا کر دوبارہ رحم فرمایا۔ اور اس دنیا میں

عزت بخشی ۔ تیری خاطر بیل ، ہل سامان کشادرنہ ہی بھیجا ۔ فرشتوں نے تجھے ہل چلانا سکھایا ۔ سورج نے تجھے گرمی ۔ حرارت ۔ روشنی بخشی ۔ ہوا نے تجھے فائدہ پہنچایا ۔ پانی نے تیری زندگی میں روح پھونکی ۔ غرض یہ کہ ہر چیز نے تیری ہر حاجت کو پورا کیا ۔

اے بنی آدم ! تو میدانِ جنت سے نکلا ۔ دارِ فانی میں تو حیرانی اور پریشانی میں رہنے لگا ۔ اللہ نے تجھے تسکین قلب بخشی ۔ کہ دوبارہ وہی مقام تیرے لئے موجود ہے ۔ اور تیری تسلی ۔ تشفی کی خاطر ملک الموت کو مقرر کیا ۔ کہ موت تمہارے یہاں سے کوچ کرنے کا نشان ہے ۔ اگر تمہیں جنت کی طلب ہے تو موت بے خبر ساتھی یاد رکھ ۔ تیری موت تیرے لئے نجاتِ قفس ہے ۔

لیکن افسوس ہے کہ تو ان سے بیگانہ ہے ۔ جنہوں نے تیری مدد کرنا ہے ۔ جن ذرائع سے تیری حیات جاوداں وابستہ ہے ۔ ان سے تو بے بہرہ ہے ۔ نہ تجھے اجل یاد ہے نہ شکاری اجل یاد ہے ۔ نہ مالک یاد ہے نہ مقامِ جنت ۔

اے بنی آدم ! تو فعل مختار ہے ۔ ہر چیز تیرے اشارے پر ناچتی ہے ۔ پھر تو ان سے جائز کام لے ناجائز نہ لے ۔ حلال ذریعہ معاش بنا حرام نہ بنا نیکی بھلائی سے مانوس رہ اور برائی بدی سے احتراز کر ۔ آج تو ہر چیز تیرا جائز ۔ ناجائز حکم مانتی ہے ۔ کل نہ مانے گی ۔ مثل مشہور ہے ۔ جیسا راجہ ویسی پرجا ۔ اگر آج ان پر تیرے جیسا ظالم سفاک حکمران مقرر ہے ۔ تو کل خود مالکِ حقیقی کا تسلط ہوگا ۔ آج تیری حرکات و سکنات ۔ جرائم و معاصی ناز و نعم کو برداشت کیا جا رہا ہے ۔ کل تجھے قدرت معاف نہ کرے گی ۔

آج جس آگ سے تو کسی غریب کی کٹیا جلا دیتا ہے ۔ تو وہی آگ تجھ سے بدلہ دلوائے گی ۔ آج تو جس تلوار سے بخلافِ جہاد مظلوم غربا کو قتل کر رہا ہے ۔ کل وہی تلوار تیری خونریزی کا تذکرہ چھیڑ دے گی ۔ آج تو اپنے پاؤں کو چوری ڈاکہ ، رہزنی اور زنا کی طرف چلنے کی ترغیب دیتا ہے ۔ تو کل یہی پاؤں تجھے جبراً نارِ جہنم میں لے

جائیں گے۔

آج جن ہاتھوں کو ناجائز مال کے چھونے ظلم پر ہاتھ اٹھانے کا حکم دیتا ہے۔ کل یہ تیرے خلاف دعوای دائیر کریں گے۔ آج جن آنکھوں سے تو ستر عورت کو بہ نظر بد سے دیکھتا ہے۔ یہ کل تیرے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوں گی۔ جو تیرے کان آج چغلی جیسی باتیں سن رہے ہیں۔ کل تیری فریاد کو سننے نہ دیں گے جس زباں کو تو آج بد گوئی بے حیائی کی باتیں کرنے کا حکم کر رہا ہے۔ کل تیری فریاد کو بیان کرنے سے انکاری ہوگی۔ غرضیکہ تیرے جسدِ خاکی کا لخت لخت تیرے عیوب کو ظاہر کر دے گا۔

اے بنی آدم تو کیا ہے۔ کچھ نہیں ہے۔ تیری حقیقت کچھ نہیں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ تو بالکل کچھ نہیں ہے۔ تو تیرا جسم خاک۔ پانی سے مرکب ہے۔ تجھ میں روح امرِ ربی ہے۔ اور کیا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ تجھے کیا ہوا۔

اَلدُّنیاَ جِیفَۃٌ

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ پ ۲۱ ع ۲۔

ترجمہ:۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں سوا کھیل کود کے اور آخرت کا گھر مزدوری سچی زندگی ہے۔ کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

طالب دنیا اور دنیا کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں دی ہے، کہ یاد رکھو!

اَلدُّنیا جیفۃٌ وَّطالِبُھا کِلاَبٌ۔ دنیا مردار ہے اور طالب دنیا کتوں میں سے ایک کتا۔

اے دوست! اللہ کریم نے محض ایک آزمائش کا سامان تیار کیا ہے۔

اور سنبھل سنبھل کر قدم رکھو۔

اس دار العمل میں خیر الاشغال و الاعمال صالحؒ کی ضرورت ہے۔

نیک و بد کی مثال اس طرح سمجھیں۔ کہ جیسے چار مسافر ایک سفر پر روانہ ہوئے چلتے چلتے شام ہو گئی اندھیری رات میں وہ ایک ایسی جگہ پہنچے۔ کہ جو پتھریلا سنگلاخ علاقہ تھا۔ ان میں سے کہنے والے نے کہا کہ بھئی سنا ہے۔ یہاں نہایت قیمتی بیش قیمت جواہرات ہوتے ہیں۔ آؤ حسب طاقت چن لیں کام آئیں گے۔ ان میں سے ایک نے کہا واہ بھئی یہ کیسی بے وقوفی ہے۔ بھلا اس اندھیرے میں ہیرے کہاں۔ یہ تو پتھر کنکر کے ٹکڑے ہیں۔ جو تم اٹھا رہے ہو۔ مفت بوجھ کون اٹھائے۔

چنانچہ اس ایک نے نہ اٹھائے اور دوسرے چنتے گئے اور چلتے گئے جب صبح ہوئی۔ تو واقعی لعل و جواہرات تھے۔ اب وہ پچھتایا کہ اس نے بھی کیوں نہ چنے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ دیکھو دنیا ایک زہریلا ناگ ہے۔ ناگ عام لوگوں کے لئے موجب ہلاکت ہے۔ لیکن سپیروں کے لئے ان کا رکھنا کوئی خسارے کا باعث نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو ولایت میں قدم رکھتے ہیں ان میں سے کچھ تو فقر و صبر اور چیتھڑوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور بعض شاہانہ زندگی میں رہا کرتے ہیں۔ ان اللہ والوں کے کیا کہنے۔ سبحان اللہ گودڑی میں لعل ہوتے ہیں۔

کسی بزرگ دین کو نظر حقارت سے دیکھنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ اس لئے ان اللہ والوں کے سامنے عجز و فروتنی سے رہنا چاہیے۔

عام دنیا دار کے لئے تو یہ دنیا بہت ہی مضر ہوتی ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ لکھتے ہیں۔

ؔ شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
کس مردار پہ تو للچایا۔ دنیا دیکھی بھالی ہے۔

اے دوست یہ دنیا ایک مثال ہے۔ اور بس حقیقت کچھ بھی نہیں اور یاد رکھ اور نصیحت پکڑ اس خواب سے جو کسی اللہ والے نے بیان کیا۔ کہ وہ رات سویا۔ خواب میں وہ جنگل جا پہنچا۔ اور راستہ بھول گیا دوڑتا جا رہا تھا کہ پیچھے شیر لگ گیا۔ اور جب ایک تالاب گڑھے پاس گیا۔ اور پناہ لینی چاہی۔ تو اس میں سانپ تھا۔ وہاں سے ڈرا تو درخت پر چڑھا۔ لیکن اس کی جڑیں اور چوہے سیاہ وسفید کاٹ رہے تھے۔ وہ درخت پر لگے شہد کو کھانے لگا۔ اور سب خطرے بھول گیا۔ درخت کٹ گیا۔ اور گڑھے میں گر گیا۔ سانپ کی غذا بن گیا۔

دوست جنگل یہ جہان تھا دنیا کا۔ شیر ملک الموت تھا۔ اور گڑھا قبر تھی سانپ عذاب تھا۔ درخت اس کی عمر تھی۔ سیاہ وسفید چوہے دن رات تھے۔

مادھو لال حسین یا عبا پورہ فرمایا کرتے۔

ے ساجن دے ہتھ ڈور اساڈی میں ہاں ساجن دی گڈی
اس ویلے نوں پچھوں تا سیں جد جا پویں وچ کھڈی

اب کچھ

تمثیلات جہانِ فانی لکھی جاتی ہیں

دنیا ایک جنگل ہے۔ جہاں کا حاکم گیدڑ ابلیس ہے۔ اور حرص وہوا، طمع لالچ۔ شہوتِ نفس۔ خواہشاتِ لذاتِ فانی۔ برائی اور بے حیائی جیسی ہزاروں خاردار جھاڑیاں ہیں۔ ان کے کانٹے پھول سے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ہوتے زہریلے خنجر ہیں۔ انسان ایک مسافر ہے۔ جو صراط مستقیم سے بھٹک کر اس برگ وگیاہ جنگل وصحرا میں خاک چھانتا پھرتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ بے راہ مسافر راہ کی خبر ہر بشر سے لیتا ہے۔ رستہ ہر آدمی سے پوچھتا ہے۔ چاہے وہ واقف ہو یا ناواقف ہو۔ بیمار ہر ایک سے دوائے شفا طلب کرتا ہے۔ چاہے وہ حکیم ہو یا نیم حکیم یا بالکل حکمتِ بدن سے کورا ہو۔

اے بنی آدم! تو رستہ پوچھتا ہے ہر کائنات کے ذرہ سے۔ بایں وجہ

کائنات تجھے دیوانہ سمجھے ہے۔ اور تجھے صرف اشارہ کرتی ہے۔ کوئی چیز تجھ سے کلام نہیں کرتی۔

اس خالق نے جب تجھے اس رستہ پر روانہ کیا تو اس نے تجھے بہت سا سامانِ رسد اور سامانِ سفر عطا کیا۔

جب انسان ایک طویل سفر کا قصد کرتا ہے۔ تو اسے زادِ سفر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ضروریات کے لئے مکتفی اور اٹھانے میں ہلکا اور مختصر ہوتا ہے۔ اور اتنا بوجھ ساتھ لیتا ہے۔ جتنی اس میں جسمانی سکت ہو۔ اگر اسے استعمال میں زیادہ وزن درکار ہو تو بھی وہ اپنی طاقت کا خیال مدنظر رکھتا ہے۔

تو ایک مسافر قافلہ کے لئے ضروری سامان یہی ہے۔ کہ افراد کے مطابق خوراک کا ذخیرہ۔ کرایہ جات اور ضروری سامان کی خرید و فروخت کے لئے کچھ روپیہ۔ علاوہ ازیں ہانڈی۔ چمچہ۔ کھانے کی پیالی۔ گلاس۔ جلانے کے لئے دیا وغیرہ۔

اے بنی آدم تو مسافر ہے۔ تیری منزلِ مسافت تیری پیدائش سے موت آنے تک کا زمانہ زندگی فانی ہے۔ تیرا ہر سانس تیرا قدم ہے۔ شب و روز تیرے سفر کے میل اور کوس ہیں۔ مہینے اور سال تیری مسافت کے درجاتِ منازل ہیں۔

اے بنی آدم تو غافل ہے۔ تیری غفلت نے بہت دق کر رکھا ہے۔ تو اپنا وقت یاد کر کہ جب تیری روح داخل نہ ہوتی تھی۔ جسم میں کہ تیرا بُت سراسر ظلمت و تاریکی سے بھرا تھا۔ اس نے اپنے رب سے عہد لیا کہ ایک دن اسے قفسِ جسدِ خاکی سے آزاد کرے گا۔ اور اسے تسلی دی گئی کہ انسان اشرف المخلوقات میرے محبوب کی صورت و شکل کی متصف ہوگا۔ اور تیرا خاص خیال رکھے گا۔ اے انسان جتنا تیرا روح کے ساتھ تعلق ہے۔ اتنا بدن سے نہیں ہے۔ جس میں روح نہیں وہ مردہ ہے دنیا والوں کو زندہ کی ضرورت ہے۔ مردہ کی نہیں۔ تو دنیا میں ہر کام روح کے بل بوتے پر سرانجام دے رہا ہے۔ اور جب روح تیرے قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو تجھے لوگ زمین میں دبا دیتے ہیں۔

تو انسان ہے تو عقل مند ہے تو بادشاہ حاکم گورنر ہے۔ تو خواہ کس عہدہ پر فائز ہے۔ روح کی برکت ہے۔ تو پھر غور کر ترا اور روح کا کیسا بہترین رشتہ ہے۔ جب کوئی تیرے مرنے کی بات چیت کرے۔ تو مرنا کیا پسند کرتا ہے۔ اور تو طمع لالچ میں سب ہے۔

روح سے جدا ہونا محض اس لئے پسند نہیں کرتا کہ یہ دنیا کے عشرت کدے نہ رہیں گے۔

اے بنی آدم دیکھو تیری روح سے کوئی محبت نہیں۔ عداوت ہے۔ بے اعتنائی بے رخی سے روح تیرے لئے نہایت دوستانہ ساتھی ہے۔ اور تو ستم ظریف قسم کا واقع ہوا ہے۔

افسوس تو اپنے صنم جسدِ خاکی کے لئے دنیا میں ہزارہا کام کرتا ہے۔ جسمانی تھکن دماغی کوفت برداشت کرتا ہے۔ بڑے بڑے مصائب و آلام کے سے کام کرتا ہے۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر پیٹ بھرتا ہے۔ لیکن روح کی پرورش اور اس کی خدمت کا مطلقاً خیال نہیں ہے۔

تری عقل فاترالعقل ہے۔ تیرا دماغ نہیں۔ تو پیٹ کا پجاری جو آخر کار گل سڑ کر ترے گوشت و پوست۔ استخوانوں کو خاک میں ملا کر مٹی بنا دے گا خبردار ہو جا۔ ہوشیار ہو جا۔ سدا موج بہاریں نہ رہیں گی۔ کبھی مظلوم بے بس اور مسکین قیدی روح کی التجائے پرور و اسمانوں کو چیرتی شور مچاتی اپنے رب کو وعدہ وعید یاد کرائے گی۔ اور پھر تیرے مقدمہ کی سماعت فرمائی جائے گی۔ اے اشرف المخلوقات اے ابوالبشر کے لاڈلے۔ اے خیرالبشر پر فخر کرنے والے وہ سب روح کی مظلومیت کی داد تیری معصومیت ستم ظریفی کے مقابلہ میں ضرور دیں گے۔

اے بنی آدم تو ایک شکار گاہ میں گھر گیا ہے۔ داعی اجل صیاد موت کا تیر لئے دن رات کی کمان میں نشانہ لگائے کھڑا ہے اور ابلیس۔ نفس۔ خواہشات

حرص و ہوا۔ جیسی چیزیں کتوں۔ گیدڑوں کی مثال ہے۔ جو تیرا بدن بری طرح سے چیکنے کو آمادہ ہر خار دار جھاڑی اور صحرا کے قدم قدم پر تیری تاک میں ہیں۔ تو مید ہے ضرور صیاد تجھے شکار کرے گا۔ تو اپنے اچھے دوست بنا جو وقتِ اجل پر تیری لاش کو حفاظت سے منزلِ مقصود تک پہنچا دیں۔

اے انسان اس راہ پر راہزن۔ لٹیرے ہیں۔ کانٹے دار جھاڑیاں ہیں۔ آہستگی عاجزی خاموشی کے ساتھ گزر جا۔ ورنہ لٹ جائے گا۔

جو مال دنیا کمایا۔ وہ تو دنیا والے قبضہ میں لے لیں گے۔ باقی تیرا جسم مردہ ہے۔ اس کو آفات و بلائیں لقمہ بنا لیں گی۔ پھر تیری ہستی ناپائدار روییں،، کس کام آئے گی۔ غور کر۔

دنیا بھیڑوں اور وحشی جانوروں کی جگہ ہے۔ یہاں تیری مثال شیر کی ہے۔ یہاں بزدلی کام نہ دے گی۔ تو اپنے عزم و استقلال اور ارادہ کو مصمم بنا۔

اے بنی آدم دنیا صحرا ہے۔ تو مسافر بے وطن اور بے راہ کی مثال ہے۔ دنیا کی خواہشات۔ لذات شہد کی تمثیل ہیں۔ جو تیرے زندگی کے درخت پر لگا ہے۔ تیری حیات کے شب و روز دو چوہے ہیں۔ جو تیری شجر حیات کو جڑ سے اکھاڑ رہے ہیں۔ تو اس درخت پر شہد کھانے میں مشغول ہو گیا ہے تیرے پیچھے شیر ملک الموت لگا ہے۔ جو عنقریب تجھے جان سے مار دے گا۔ اور تو قبر کے گڑھے میں جا گرے گا۔ تو پھر وہاں سانپ۔ بچھو۔ اژدہے تجھے نوچ نوچ کر ہڑپ کر جائیں گے۔

اے انسان جس طرح چادر سکھانے کو تو باڑ پر ڈالتا ہے۔ اسی طرح تجھے اس خار دار جنگل لایا گیا ہے۔ جس طرح چادر ایک پلو سے اتارنے میں پھٹ جاتی ہے اور پھر وہ چیتھڑے ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تو بھی اگر ان کانٹوں سے بچ بچا کر نہ نکلا تو ذلیل ہو جائے گا۔ چادر کی چاروں پلو اٹھانے سے چادر سلامت اتر آئے گی۔ اور تو ہر چہار طرف سے چوکنا ہو کر چلا تو تیری جان سلامت جائے گی۔

اے بنی آدم اس دنیا سے جی نہ لگا۔ دیکھ دنیا کی مثال گلاب کا پھول ہے۔ اگر توڑنے لگے تو کانٹا چبھ جائے گا۔

اے بنی آدم سنبھل پریشان خاطر نہ ہو۔ اپنی جان کا دشمن نہ بن۔ اپنے ساتھی قلب کو سلامتی تسکین بخش۔ اپنے دماغ کو اس طرف لگا کہ وہ تیری حیاتِ جاوداں کی فکر میں محو ہو۔

اے انسان تیری خواہشات کا ایک تناور درخت ہے۔ تو لکڑہارا ہے، دماغ عقل تجھے بتائیں کہ درخت اس طرف جھکے گا۔ تو دوسری جانب ہو۔

تیری زبان شمشیر ہے۔ اسے ذکرِ الٰہی سے تیز کر۔ دل کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر۔ دست و پا سے کلہاڑے کو صحیح اٹھا۔ اور درخت کاٹ۔

اے بنی آدم تیری مثال اس لکڑہارے کی ہے۔ جو درخت کو کاٹنے کے لئے ہمت ہار رہا ہے۔ تو بچہ تھا تو درختِ خواہشات بھی نرم پودا تھا۔ تو جوان ہوا۔ درخت بھی جوبن پہ آیا۔ تیری طاقت بہت ہو گئی۔ تو نے کہا آج نہیں کل کاٹوں گا۔ کل آئی پھر کل۔ اسی طرح جوانی گزر گئی۔ تیری طاقت کمزور ہونے لگی۔ لیکن درخت زیادہ مضبوط اور جڑوں سے پتالوں میں پھیل گیا۔ درخت مضبوط ہوتا گیا۔ اور تو کمزور ہوتا چلا گیا۔ بڑھاپے میں تو کیا درخت کاٹے گا۔

اے بنی آدم تیرا خیال غلط ہے۔ بڑھاپے میں تیری حرص۔ شہوت کم نہ ہو گی۔ اگر جوانی میں اس درخت کو نہ کاٹے گا۔ تو کبھی کامرانی حاصل نہ کرے گا۔

ے
در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیز گار۔

اے بنی آدم تیرے بدن کے اعضاء کیا ہیں۔ دل۔ دماغ۔ ہاتھ، پاؤں۔ ناک۔ منہ۔ آنکھ۔ ماتھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان سب میں تیرے جانی دوست دل، دماغ ہیں۔ باقی سب نانی (روٹی کے طالب) دوست ہیں۔

تیرے دل کی کیفیت کیا ہے۔ اپنے دل سے پوچھ۔ دلِ مومن دلِ خدا ہے۔

ذاتِ ربانی ہر جگہ پر موجود ہے۔ باوجود ہر جگہ ہونے کے اسے قرار نہیں۔ کسی جگہ پر وہ جلوہ فگن نہیں رہتا۔ وہ دلِ مومن ہی ہے جہاں اسے قرار اور سکون میسر ہے۔ یہ تیرا دل ہے۔ اور یہ تیرے قلب کی شانِ رفعت۔

تیرا دل کب چاہتا ہے۔ کہ وہ اپنے صاحب خانہ کو اپنے پاس نہ آنے دے اور غیر اس میں بسیرا کریں۔ دل خانہ خدا کب گوارا کرتا ہے۔ کہ تجلیات الٰہی کی بجائے ظلمات اس میں آموجود ہوں۔

اے بنی آدم ! تو بہت ہی بھولا ہے تو تو کہتا ہے۔ کہ چوری کے لئے میرا دل کر آیا۔ اس عورت پر میرا جی للچایا۔ ہر باطلانہ فاسقانہ کام میں تیرا کہنا ہے۔ کہ میرا جی چاہا۔ غلط ہے سراسر غلط۔

جب تو اس دل سے منہ پھیرتا ہے۔ تو یہ تسکین و یقین کے ساتھ تجھے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ لیکن تیرا خیال دوسری طرف ہوتا ہے۔ تو اپنی خواہشات نفس پر اعتبار کرتا ہے۔ جو تجھے لالچ دے کر ذلیل کرنا چاہتی ہے۔ تو دنیا کے قیدخانوں میں رہنا پسند کرتا ہے۔ لیکن دینِ اسلام کی قید و بند میں گرفتار ہونا تجھے گوارا نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ابلیس اور نفس جو تیرے دشمن ہیں۔ اور تجھے ایک پرندہ کی طرح سمجھ کر دانہ کا لالچ دے کر مصائب آخرت میں پھنساتے ہیں تو ان کا ہونا پسند کرتا ہے۔ لیکن اپنے خالق اور دلِ دوست جو تیرے خیر خواہ ہیں۔ ان سے گریزاں رہنا چاہتا ہے۔

باقی اعضاء تیرے خادم ہیں۔ وہ تیری خدمت میں لگے ہیں۔ تاکہ انہیں کچھ میسر آئے۔ انہیں خوراک کی ضرورت ہے۔ ذریعہ معاش حلال ہو یا حرام یہ ہیں نانی خوشامد والے۔

لیکن دل جس میں عشق گھر بناتا ہے۔ اور اللہ سے تعشق ہوتا ہے۔

اے بنی آدم روح تجھ سے تقاضا کرتی ہے۔ کہ مجھے کھلا۔ پلا۔ میری طرف دیکھ احسانات الٰہی کا شکر تیری روح کی تسکینِ قلب ہے۔ نماز اس کا کھانا اور

پلیتا ہے۔ روزہ اس کی روحانیت کو تقویت بخشتا ہے۔ مسکینوں کی خدمت سے خوش ہے۔ مظلوم اسیروں کی رہائی اور فریادرسی خنداں رہتی ہے۔ ذکرِ الٰہی۔ فکرِ عاقبت۔ الفتِ محمد اس کے اشتغال و افعال ہیں۔

تجھے تب قدر ہو گی کہ جب ملک الموت پیغامِ الٰہی لے کر روح کو قفس سے آزاد کرانے آئے گا۔ تو پھر روح پکارے گی۔

اے پروردگار میرے سن تو نے مجھے بطور امانت بنی آدم کے حوالے کیا۔ اس نے مجھ سے ظالمانہ کام لئے۔ بھوک پیاس میں مجھے صبرِ جمیل کام آیا۔ یارب میرے پاس کراماً کاتبین دو گواہ موجود ہیں۔ میری بپتا ان سے پوچھ لے۔ اور میرا انصاف کر۔ اور مرا حق مجھے دِلا۔

اے بنی آدم! پھر اللہ تعالیٰ دو وکیل اپنی طرف سے بھیجے گا۔ منکر نکیر کو یاد کر لو۔ پھر وہ تجھ سے بذریعہ سوالات ظلم و ستم بھری داستان سنیں گے۔

اے بنی آدم آج ہر اعضاء دست و پا۔ ناک، منہ، کان۔ غرضیکہ روح بھی بحکم الٰہی تیرا ہر جائز ناروا حکم مانتے ہیں۔ اور دل بھی تمہیں نصیحت دے دے کر خلوت نشین ہو چکا ہے۔ اس دن تیرے نانی اور جانی سب دوست روح کے گواہ بن جائیں گے۔ کیونکہ آج تمام اعضاؤں کی پرورش کا موجب تیرا تنور پیٹ بنا بیٹھا ہے اور اس دن روح کے وسیلہ سے تیری خدمت کی جائے گی۔

اے بنی آدم! اس دن سب اعضاء تیرے خلاف ہوں گے۔ وقتِ نزع پر ہی زبان باغی ہو جائے گی۔ اور کلمہ تشہد نہ پڑھ سکے گا۔ حضور پرنور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جلوہ فگن ہوں گے۔ تیری آنکھیں ہرگز نہ پہچان سکیں گی۔ باوجودیکہ آج تو اپنے رب۔ نبی۔ دین سے واقف ہے۔ اس دن نہ بتا سکے گا۔ کہ تو نے ان کے ماننے میں سرکشی اور لاپرواہی اختیار کی ہوئی ہے۔ اس دن روح مدعی اور تو مجرم ہو گا۔ منکرین بطرف الٰہی دو سپاہی ہوں گے۔ جو تجھ پر عذاب قبر مسلط کر جائیں گے۔

اسے ان باتوں کی پرواہ نہیں۔ وہ ہمیشہ تجھے ذکرو اذکار کی ترغیب دینا چاہتا ہے۔ لیکن تجھے ان باتوں کی طرف کوئی رغبت نہیں ہوتی۔ جب وہ اپنی پندونصائح کو دیکھتا ہے کہ بے سود ہیں۔ تجھ پر خاک اثر نہیں۔ وہ بارگاہِ ایزدتعالیٰ میں روتا ہے کرلاتا ہے۔ آخر کار اس کی خوشیاں غموں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اور دل نیم جاں اور نیم بسمل کی صورت میں نڈھال ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔ ایسے انسان کو بھی جو دیوانہ ہو کوئی خبر نہیں ہوتی۔ پھر جو چاہے انسان کرتا ہے۔ اور دل فقط اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ کہ ہماری سنی نہ سنی برابر ہے۔ جو چاہے کئے جا۔ پھر تو کہتا ہے۔ کہ میرا جی اس برائی پر آمادہ ہو گیا۔

حیف تیرے کہنے پر اتنا قیمتی دل اور اس طرح ترا سلوک ہوا اس کے ساتھ۔ اے بنی آدم یہ دنیا تجھے یہ سبق دیتی ہے۔ کہ تیرا بچپن ایسا بچپن ہے۔ کہ تو بچہ ہے ناسمجھ ہے۔ اسے برے بھلے کی تمیز نہیں۔ ابھی زمانہ شباب زمانہ بڑھاپا باقی ہے۔ آج نہ سہی کل سہی۔ کل نہ سہی پرسوں سہی۔ علیٰ ہذا القیاس تیری کل نہ آئے گی۔ تیری کل آنے سے پیشتر موت آئے گی یا پھر قیامت آئے گی۔

جوانی میں یہ ہوتا ہے۔ کہ جوانی ہوتی ہے مستانی۔ اے دوست جوانی میں اور ہزاروں کام ہیں۔ جن میں تیری طاقت ہمت و سکت کی ضرورت ہے۔ جب بڑھاپا آتا ہے۔ تو تیرے حواس صحیح نہیں رہتے۔ بچہ تھا تو بچہ ہی رہا۔ جوانی آئی تو عیاشی رہی۔ اور مستانی تیری جوانی جاتی رہی۔ تو اب عقل بھی ردنہ ہوئی۔ بچپن میں تجھے والدین نے غافل رکھا۔ نہ کوئی نصیحت کی نہ نیکی کی ترغیب دی اور نہ نیکی کی طرف تو راجع ہوا۔

جوانی میں تجھے عشق ملا۔ لیکن تو نے اس کی پرورش نہ کی۔ دنیا کے دھندوں میں پڑا وقت ضائع کر رہا ہے۔ جب جوانی گئی۔ کمر جھک گئی تو گھر والوں نے برا بھلا کہا۔ کھانسی اور زکام نے انہیں تنگ کیا۔ اور کہنے لگا۔

بابا قبر میں تمہارے پاؤں ہیں۔ یہاں تو کسی کام کرنے کے قابل نہیں۔ جا

عاقبت سنوار۔ جب مسجد میں پہنچا۔ تو نمازیوں نے کہا۔ بڈھے نے تو کھانس کھانس کر دماغ چٹ کر لیا ہے۔ ہماری تو نماز بھی اس نے خراب کر دی ہے۔

وہاں سے پریشان حال نکلا تو ملک الموت نظر آیا۔ ہر طرف سے مایوسی کا عالم دیکھ کر حواس باختہ ہوا۔ حقہ کی نے ہاتھ میں لیتا لیتا اور منہ سے تمباکو کا تقاضا کرتا ہوا اس عالمِ چند روزہ سے عالم جاوداں میں پہنچ گیا۔

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

اب یہ تیری اپنی سوچ ہے۔ دیکھ۔

جڑی بوٹیاں گھاس پات۔ اناج کی پیدائش دیکھو۔ بارش میں مینڈکوں کی آمد پر غور کرو۔ حیوانات و نباتات۔ جمادات کی فراوانی پر نظر کرو۔

چرندے، پرندے۔ درندے، گزندے۔ پیرندے کیوں کر حیات ہو رہے ہیں۔ پھر ان کی اموات کا مشاہدہ و مقابلہ کرو۔ سبحان اللہ۔

اے بنی آدم اپنے باپ۔ اپنی ماں۔ حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش دیکھ اور اپنی تخلیق کا جائزہ لے۔

اسی طرح موت آنے کے بعد انسان دوبارہ قبر میں ایک نئی زندگی میں حیات ہو جاتا ہے۔ موت ایک نشہ ہے۔ جس میں انسان کو اچنبھے کی باتیں اور واقعات کا تعلق ہوتا ہے۔ اس حالت میں انسان جہانِ دار العمل میں رہ نہیں سکتا۔ روح جس کا حال خلاق العظیم جانتا ہے۔ بدن سے نکل کر آسمانوں کو چلی جاتی ہے۔ اور بدن مردہ سپردِ خاک ہو جاتا ہے۔

اے بنی آدم! تو یہاں کیوں آیا۔ کس لئے آیا ہے۔ تیرا مقصد کیا ہے۔ دنیا کی ہر چیز کا مقصد تیرے متعلق ہے۔ اور تو بتا کہ تیرا تعلق کس سے ہے۔ تیری غرض و غایت کیا ہے۔

تیرا حساب کتاب لیا جائے گا۔ تجھے خلافتِ ارضی کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اگر تو سمجھے ہے مردہ ہو جائے گا۔ مردہ سے ہڈیاں الگ۔ گوشت و پوست الگ۔ گل سڑ جائے گا۔ اور مٹی ہو جائے گا۔ حشرات الارض کی غذا بن جائے گا۔ تو پھر عذاب و عتاب کیسا۔ وعدہ الٰہی برحق ہے۔

اب تو موجیں مانیں۔ عیش و نشاط۔ عشرت کدہ کی عیاشیاں کر لیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔ دنیا کے کاروبار۔ مکان۔ سامان زیست۔ اخراجات اہل و عیال کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ مکانات عالی مگر بقا سے خالی۔ رنگ رلیاں۔ دنیا کے کاروبار میں شاغل۔

یہاں سَو سَو برس کا سرمایہ بنا رکھا ہے۔ کیا معلوم ہو کہ یہی آخری دن ہو۔ اے بنی آدم روح امانت ہے۔ جب مالک حکم کرے گا۔ واپس لے لی جائے گی۔

اے بنی آدم تو صرف لفظ میں ،، ہوا۔ جو تکبر کا دوسرا نام ہے۔ یہ بات ترے آقا و مالک خالق و رب العزت کو ناگوار ناپسند ہے۔ تو میں کی بجائے نہیں۔ اور ہوں ہستی کی بجائے نیستی ہو۔ عجز و انکسار کا مجسمہ سراپا ہو۔

تیرا بدن خاک ہو گیا۔ روح نکل کر رواں ہو گئی تو باقی تیرا کیا بچا۔ اگر تو پھر کہے میں ہوں تو تجھے آلام و مصائب۔ کا سامنا کرنے میں دقت ہو گی۔

اور اگر تو خود کو مٹا دے اور کل من علیھا فان ہو جائے تو تیرے لئے مسرت و شادمانی ہے۔

اے بنی آدم! یہاں تو اپنے پیٹ۔ اہل و عیال کی تن پروری کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اپنے افسروں۔ آقاؤں۔ مالکوں کی نوکری میں ہمہ تن مصروف عمل ہے۔ لیکن کبھی تو نے اس ذمہ داری کا کبھی خیال تک نہ کیا۔ جس ذمہ داری کے بوجھ اٹھانے کے لئے تو نے قالو بلیٰ کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

اے بنی آدم یاد رکھ۔ تجھے تیری غفلت کا خمیازہ نہایت خطرناک۔ دردناک ہولناک کڑی آزمائشوں کے ساتھ عذاب الیم۔ شدید العقاب کی صورت میں

بھگتنا پڑے گا۔

اے بنی آدم! تجھے دو ساتھی مرحمت فرما گئے تھے۔ روح و بدن۔ ان کے بل بوتے پر تو انسان ہے۔ اگر روح نہ ہو تو تو مردہ ہے۔ اور مردہ کون پسند کرتا ہے۔؟

معلوم ہوتا ہے کہ تیرا بدن بوجھ محض ہے۔ جس کے اٹھانے کے لئے طاقت یعنی روح کی ضرورت ہے۔ روح کی وجہ سے حرکات و سکنات عمل جاری ہے۔

اے بنی آدم روح و بدن دو الگ الگ ذاتیں ہیں۔ ان کی خوراک بھی الگ الگ ہے۔ تیرے بدن کی خوراک روٹی۔ پانی۔ پھل۔ ثمرات باغات اجناس زرعی ہیں۔

اس کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ جو زمین سے تجھے مل رہا ہے۔ اور تو اسے کھلا پلا رہا ہے۔ تیری روح آسمانی مخلوقات میں سے ہے۔ آسمانوں والوں کی غذا زمین والوں سے مختلف ہے۔ وہاں کھایا پیا کچھ نہیں جاتا۔ صرف تسبیح و تقدیس۔ ذکر الٰہی ان کی غذا ہے۔

عبادت و ریاضت۔ احکام ربانی کی تکمیل۔ اعمالِ صالح پر عمل درآمد یہی غذا روح کے اصل ہیں۔

اے بنی آدم تو روح کی غذا ایس بالکل لاپرواہ ہے۔ صوم و صلوٰۃ کا تارک عبادت و ریاضت سے عاری۔ اعمالِ صالح کو کسرِ شان سمجھے ہے۔ یہ تیرا قصور ہے۔ قصور تیرا روح تیرا تجھ سے ناراض ہے۔ یہاں وہ اس لئے تیرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا رہی کہ اسے وقتِ مقررہ کا انتظار ہے۔ حکم رب العزۃ کا پاس۔

جب یہ آزاد ہو جائے گی۔ تو تیری شکایات سے اسے کوئی امر مانع نہیں ہوگا۔ پھر یہ تیرے اعضاء بھی جو محض روزی کے طالب ہیں۔ تیرا ساتھ چھوڑ کر روح کے بندے ہو جائیں گے۔ دربارِ رب العزت میں فریاد کرے گی۔ کہ یارب العالمین میں حاضر ہوں۔ فلاں شخص کی روح۔ میرے ساتھ دو گواہ کراماً کاتبین ہیں۔ میرا فیصلہ کر۔

پھر اللہ تعالیٰ دو اپنی طرف سے فیصل منکر نکیر بھیجے گا۔ اس وقت تو قبر میں پڑا ہوگا۔
تیرے بدن کو اٹھا کر تجھ سے سوال کریں گے۔ روح کے سامنے تب تیری زبان روح کے خلاف نہیں کہہ سکے گی۔ تو بے بس ہوگا۔ عاجز ہوگا۔ روح تیرے پر غالب ہوگی۔ پھر تیری ہستی کی قدر نہ ہوگی۔

اے بنی آدم! تو اپنے روح و بدن کے تعلقات کو بااحسن طریق سے درست کر لے۔

سِیرُوْا فِی الْاَرْضِ ۔ سے فارغ ہوگیا ہے۔ تو اب اپنے اندر وجود اور اعضاؤں کی بناوٹ اور ضرورت پر سوچ کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ نے احسنِ تقویم کو پیدا فرمایا اور پھر اسفل السافلین کا گڑھا اس کی امتحان گاہ بن گیا ہے۔ اور اب تو اس ہولناک مقام سے کس طرح نجات پا سکتا ہے۔

پس تیرے وجود کے تین نام ہیں۔
انسان۔ روح اور بشر۔

انسان، روح اور بشر

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ۔

بے شک آیا ہے انسان کے لئے ایک وقت کہ اس زمانہ کچھ چیز نہ تھا ذکر کیا گیا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم ۔ پیدا کیا ہم نے انسان کو اچھی اور احسن حالت میں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اشرف المخلوقات کا پہلا نام انسان ہے۔ جو علم خداوندی میں قدیم سے تھا۔ کہ اس کی پیدائش سے پہلے یہ نام رکھ دیا گیا۔ اور ضرور یہ نام نور محمد اور روحِ حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تخلیق سے بھی پہلے تھا۔ یہی انسان پھر نورِ محمدؐ کی شکل میں ظاہر ہوا۔

جسے فرشتوں نے بھی دیکھا۔ کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے بتایا کہ میں نے ایک ستارہ ستر ہزار بار دیکھا۔ اور ستر ستر ہزار برس مدت کے بعد دیکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میرا ہی نور تھا۔ ——— اللہ اکبر

احسنِ تقویم صورت انسان ہر لحاظ سے احسن ہے۔ نہ درخت کی طرح کھڑا۔ نہ پتھر وغیرہ کی طرح بے حس و بے جان۔ نہ حیوانوں کی طرح جھکا ہوا بے بس نہ پرندوں کی طرح مجبور نہ درندوں کی طرح بے گھر۔ غرضیکہ عقل و علم۔ بخت دیا وری اور سب پر فوقیت رکھنے والا انسان اس پر اللہ کا کتنا احسان۔ اللہ اکبر۔

اور یہ انسان جب صورت آدم میں ظاہر ہونے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ قدرت کا نام لیا۔ بِیَدَیَّ اپنے ہاتھ سے ——— اللہ اکبر

جسدِ انسانیت وجودِ آدم بدن ابوالبشر کے بارے فرمایا۔ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ تحقیق پیدا کرنے والا ہوں میں بشر کو مٹی سے۔

اور یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ اربعہ عناصر نار و ہوا، خاک و آب سے انسانی ڈھانچہ مکمل کیا گیا۔ اور فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا۔

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔

ترجمہ۔ اور جب پھونکوں اس میں روح اپنی سے تو اس کے لئے سجدہ کرنے والے ہونا فِيهِ کا اشارہ مٹی کے اس بدنِ آدم کی طرف ہی تھا۔ جو اس عظیم انسان کا گھر تھا۔ مِنْ رُّوْحِيْ سے اللہ عزوجل کی اپنی روح مراد تھی۔

اور یہ بھی کہ روح کے داخل ہونے کے بعد سجدہ کرنا تھا۔ نہ کہ پہلے۔ اور ملائکہ نے یہ فرمانِ ربی خوب سمجھ لیا تھا۔ لیکن ابلیس اس راز حق سے محروم رہا۔

بشر کا مطلب یہ لیا گیا ہے۔ کہ وہ دستِ قدرت الحق کل کے مَسّ ہونے کی وجہ سے یہ نام ہے۔

اصل معنی مباشرت اسی لفظ سے ہے۔ کہ ایک حصہ بدن سے دوسرے حصہ جسم کا مَسّ ہونا گو اہل اسلام مباشرت کا عرفی معنی مخصوص سمجھتے ہیں۔ لیکن عام معنی صرف چھونا ہے۔

ہاں یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے۔ کہ ردّیِ الخلائق چرطہ۔ خصائل رذیلہ کا معدن بھی بشر ہے۔ اور خاصیت اربعہ عناصر سے محقق ہے۔

اور روح کے بارے سوچنا اور اس کی تہہ تلاش کرنا منع ہو گیا کہ باوجود سوال کرنے کے اللہ تعالیٰ نے بزبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی پر اکتفا فرمایا۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ۔ فرما دے روح میرے رب کے امر سے ہے۔

اور امرِ ربی صفتِ رب سے بھی قدیم ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر رکھے۔ آمین

لفظ الانسان کی جمع انس ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۔ نہیں پیدا کیا جنوں کو اور انسانوں کو مگر وہ یہ کہ عبادت کریں۔

(۳) ممکن ہے کہ نسیان کی وجہ سے یہ انسان بھول جاتا ہے۔ اور یہ بھول گناہ

نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت آدمؑ کے بارے فَنَسِیَ فرمایا۔
لفظ انس بھی اسی انسان سے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اُنس محض پیار، محبت اور اشتیاق کے اظہار پر بولا جاتا ہے۔ تو بے شک محبت خاصۂ انسان ہوا۔ کسی شاعر کا شعر ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیان۔

ڈھا دے مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے جو کچھ ڈھیندا۔
پر دل بندے دا نہ ڈھائیں، خدا دلاں وچ رہندا۔

اور یہ بھی درست ہے۔ کہ جو شخص دوسروں کے لئے مہربان۔ خدا ترس اور محبت رکھنے والا نہ ہو بلکہ خلاف کام کر کے ظلم اور زیادتی پر اتر آئے۔ اسے لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ انسان نہیں ہے۔ بلکہ اس میں انسانیت کی بو ہی نہیں۔
نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان صفتِ محبت اور رحمت کا پرتو ہے۔ یا نسیان اور بھول ہونا روح امر ربی صفتِ ربوبیت کا پرتو ہے۔ سے متعلق ہے۔ بھولنے والا بشر دستِ قدرت کے مس ہونے سے باعثِ فخر اور فوقیت تمام مخلوقات کا حامل ہے۔
عقل و دانش اور علم و ہنر باعثِ اشرف الخلائق ہے۔
لیکن یہی بشر جب حیوانیت و شہوت، نفس پروری اور حرص و ہوا کا شکار ہو جائے۔ تو احسنِ تقویم سے بدل کر اسفل السافلین۔ کا مصداق ہو جاتا ہے۔
نوٹ :۔ سورج سورج ہی رہتا ہے۔ اس کی حرارت اور تمازتِ آفتاب دھوپ سورج سے متعلق ہے۔ لیکن سورج نہیں ہیں۔
اور یہ تمام تر تمثیلات اور اسمائے بنی آدم خَلَقَ آدم علٰی صُورتِہٖ پر مبنی ہیں۔ کبھی کبھی دو چیزیں منور ہوں۔ اور ان کے سامنے کوئی چیز آ جائے تو اس کے دو سائے اور عکس ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً عین سورج کے وقتِ طلوع اندر کمرے میں بتی جل رہی ہو تو اور دروازہ یا کھڑکی سے سورج کی روشنی یا چاند کی

روشنی اندر آ جائے۔ تو ایک ہلکا سا سایہ اس روشنی کا ہو گا۔ اور دوسرا بتی کی طرف سے بھی ہو گا۔ اور یہ اس وقت ہو گا۔ جبکہ سایہ دار چیز ان دونوں روشنیوں کے درمیان آ جائے۔

اگر بشریت صفات ابلیسی و نفسانی سے محفوظ اور پاکیزہ ہو تو وہ ایک اُجلے موتی ہیرا و جواہر کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اسے باوجود پتھر کی ایک قسم ہونے کے کوئی پتھر نہیں کہتا۔ بلکہ پتھر کہنے والے کو اس کی نظر اور عقل جواب دیتی ہے۔ بے وقوف کیسی قیمتی شے ہے۔ تو اسے پتھر کہہ رہا ہے۔ بس یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ جو مخصوص عباد اللہ سے نسبت رکھنے والے ہیں۔

اور اسی وجہ سے انبیاء اکرام کو کفار نے جو بشر سے نسبت دی تھی۔ وہ غلط گستاخی اور بے ادبی تھی۔ جس کی وجہ سے کسی مسلمان کو یہ لفظ استعمال کرنا برا ہے۔ کہ کفار سے نسبت نہ ہو جائے۔ اور امرِ ربی جس کا مطلب ہے۔ یں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا امر۔

جب نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے خالق نے بنظرِ قبولیت دیکھا۔ تو اس محبت میں ایک نفیس جوہر پیدا ہو کر پانی پانی ہو گیا۔ اس پانی پر جھاگ پیدا ہوئی اور پھر اس سے تمام عالمِ ارواح وجود میں آئے (واللہ اعلم)

چونکہ یہ روحیں مختلف ہیں۔ مسلم اور مومن ارواح کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ ان کے درجات الگ الگ ہیں۔ سب سے انتہائی بلند درجہ رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ پھر دیگر انبیائے اکرام کا۔ پھر صدیق و شہید اور صالحین کے بالترتیب ارواح کا درجہ ہے۔ پھر جیسی رُوح ویسا اس کا جسدِ بشریت۔

اسی طرح جماعتیں اور گروہ۔ دوستیاں پیدا ہو گئیں۔ شامتِ نفس اور کوتاہی غفلت کی بنا پر کبھی کبھی اپنے درجہ سے بھی روح رہ جاتی ہے۔ کہ وہ مقام عروج پر نہیں جا سکتی۔ ایسا شخص مقامِ عروج سے پیشتر موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ یہ صحبت بد کا نقصان ہے۔

ہاں کسی بزرگ ۔ والدین یا کسی اور صاحبِ ہمت کی دُعا سے اُسے مل جائے
تو اور بات ہے۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ جب شبِ معراج صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے مقام درجہ پر گئے ۔ تو جبرائیل امین اور انبیائے کرام جو آسمانوں پر اللہ بیت
المقدس میں ملاقی ہوئے تھے ۔ راہ میں رہ گئے ۔ اور آگے کوئی نہ گیا مگر وہی جس
کے سَر سہرا امامت و سیادت اور صدارت فی الکونین ہے ۔

کفار و منافقین کی روحیں اور دیگر حیوان و چرند پرند اور مخلوقات کی رُوحوں
کا تعلق عالمِ سفلی سے ہے ۔ عالمِ بالا کی طرف رجوع نہیں کر سکتیں ۔ کفار کی روحیں
اسی وجہ سے پہلے آسمان ہی سے پھیر دی جاتی ہیں ۔

نیت و اعمال کی رُو سے قدسی ۔ انسانی ۔ نباتی ۔ حیوانی ۔ نفسانی ان کے نام ہیں ۔
مقامِ علیین سعید روحوں کا دفتر ہے ۔ اور مقام سجین تحت الثریٰ شقی اور بد بخت
روحوں کا مقام ہے ۔

روح اور بدن کا کچھ ذکر موت اور بیانِ قبر کے ساتھ ہو گا ۔ یہاں پہلے

دینِ اسلام اور پیغمبرانِ عظام علیہم السلام کا ذکر ہونا

چاہیے ۔ اور اس کی ابتدا یہی آیت مبارک ہے ۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ؁ ۔ ہم نے کہا سب اُترو یہاں سے ۔ پھر اگر تمہارے
پاس آئے کوئی حکم ہدایت کا ۔ میری طرف سے پس جس نے اتباع کی اُس ہدایت کی ۔
اس کے لئے کوئی ڈر نہیں اور نہ ہی وہ لوگ حزن و ملال میں ہوں گے ۔

بنی آدم کے لئے یہ پہلی وحی تھی جو حضرت آدم علیہ السّلام پر آئی ۔ اور آپ
کا کلمہ ایمان یہ تھا ۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ آدم صفی اللہ

پس یہی بنیاد اسلام تھی ۔ حضرت آدم علیہ السّلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش نبی اور رسول آئے ۔ ان میں سے چند ایک ذکر

قرآن مجید اور پہلی کتابوں میں درج ہے۔ اور ان کے اذکار بیان ہوئے ہیں۔
تبرک اور تکمیلِ مضمون کی ضرورت کے مطابق کچھ واقعات قلم بند کئے جاتے ہیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰہِ

حضرت آدم علیہ السّلام

ابوالبشر اولین مبلغِ اسلام انسانیت و آدمیت کے پہلے راہنما۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج پہلے آسمان پر گریہ خنداں دیکھا۔ وجہ دریافت فرمائی تو جبرائیل علیہ السّلام نے عرض کیا۔ ان کے دائیں مسلمان روحیں ہیں۔ اور بائیں طرف کفار و منافقین اہل نار ہیں۔ شفقت پدری کے موجب اپنی اولاد سے خوشی اور غمی کا اظہار فرماتے ہیں۔

آپ کے حالاتِ زندگی سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ بھول باعث جرم و خطا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔

دوسری غلطی کا احساس ہونے پر فوراً توبہ اور رجوع اِلَی اللہ چاہیے۔ ورنہ ابلیس کی دامِ فریب سے بچنا محال ہو گا۔

آدم علیہ السّلام کی عاجزی اللہ کو پسند آئی۔ اور آدم علیہ السّلام کو اللہ نے پسند فرمایا۔

اب جو شخص اللہ کی پسند پہ اعتراض یا خلافِ ادب بولے یا سمجھے۔ وہ اپنا انجام سوچ لے۔ علمِ دنیا اور علمِ لدُنی ورثہ ہے حضرت آدم علیہ السّلام سے۔

حضرت نوح علیہ السّلام

آپ نے اہل دنیا کو نوسو پچاس برس وعظ فرمایا۔ لیکن صرف اسّی کے لگ بھگ ایمان لائے۔

فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ۔ وہ ان میں پچاس سال کم ہزار سال رہا۔

پھر آپ نے ان کے باطن پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ ان کی نسل میں بھی کوئی صاحبِ ایمان نہیں۔ تو پھر یہ دعا مانگی۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ؕ۔ یہ کیوں دعا مانگی۔ عرض کی نوح نے اے پروردگار نہ چھوڑ زمین پر ایک بھی ان کافروں میں سے بسنے والا۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ؕ۔ بے شک اگر تو ان کو رہنے دے گا۔ تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور جو ان کی اولاد ہو گی۔ وہ بھی بدکار ناشکری۔

آپ کا ایک بیٹا کفار کا جانشین ہوگیا۔ تو اس کا تعلق آپ سے کٹ گیا۔ باوجود شفقت پدری میں دعا مانگنے کے منع کر دیا گیا۔ کہ یہ بھی آپ کی دعا میں شامل ہے۔ اس کا خیال چھوڑ دو۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّىْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ؕ۔ وہ تیرے گھر والوں سے نہیں۔ بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔ آپ کا سوتیلا بیٹا کنعان کافر تھا۔ اور آپ کی دعا میں شامل تھا۔ جو کفار کے حق میں مانگی۔

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ؕ۔ اور انہیں طوفان نے آ لیا۔ اور وہ ظالم تھے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ؕ۔ ہم نے اسے اور کشتی والوں کو بچا لیا۔ اور اس کشتی کو سارے جہان کے لئے ایک نشانی

بنایا۔ اور اس طرح آپ کی دعا قبول ہوئی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا۔

اے میرے رب مجھے بخش دے۔ میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔ اور سب مسلمان مردوں۔ عورتوں کو۔ اور نہ بڑھا کافروں کو مگر تباہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آپ کی قوم ستارہ پرست اور بت پرست ہونے کے ساتھ نمرود مردود کو خدا کو مانتی تھی۔ اور ان میں آپ کا چچا آذر بھی شامل تھا۔ بے شک ابراہیمؑ کے والد تارخ مواحد تھے۔ جو فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی نبوت کا اظہار اس طرح ہوا کہ لوگ ایک میلے پر چلے گئے۔ اور آپ توکل بر خدا ان کے بت خانے میں چلے گئے اور پھر کیا ہوا۔

فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ :۔ لوگوں سے نظر بچا کر ان کو مارنے لگے۔

جب کفار نے آپ سے اس بارے باز پرس کی تو آپ نے ان سے یوں فرمایا۔

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ :۔ کیا اپنے ہاتھ سے تراشے ہوؤں کو پوجتے ہو۔

اور جب ان سب نے بحث شروع کر دی۔ تو فرمایا۔

واللّٰہ خلقکم وما تعلمون :۔ اور اللہ نے پیدا کیا ہے تم کو اور تمہارے اعمال کو۔

یہ اس لئے فرمایا۔ کہ معلوم ہو کہ ان کا بتوں کا پوجنا باطل ہے۔ یہ بے جان ہیں ان کا مفاد صفر ہے۔ اور سو فیصد نقصان ہے۔ اور بے راہ روی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ آزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔

ستارہ پرستی کے بارہ سے ان سے آخری بار فرما دیا۔

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ :۔ خوش نہیں آتے ڈوبنے والے میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ط

پھر آپ کو نمرود کے پاس لایا گیا۔ نمرود بولا تم کسے پوجتے ہو۔ آپ نے صاف فرمادیا۔

رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ :۔ میرا رب وہ ہے۔ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

کافر بولا۔ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ :۔ میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ایک بے قصور آدمی قتل کر دیا اور واجب القتل کو بری کر دیا۔

خلیل رب جلیل مسکرائے اور فرمایا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ۔ اگر تو خدا ہے۔ تو بے شک میرا رب سورج مشرق سے مغرب کو لاتا ہے تو مغرب سے مشرق کو لے جا کر دکھا۔

کافر مبہوت اور گھبرا گیا۔ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ط

لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ط نہیں ہدایت واسطے ظالم قوم کے۔

پھر اس نے نارِ نمرود کا بندوبست کیا۔ اور آپ کو اس میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی آگ کی طرف۔

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ط۔ ہم نے فرمایا اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم کے لئے۔

پس آگ گلزار ہو گئی ۔ اور آپ اس امتحان میں کامیابی کے ساتھ وہاں سے باہر تشریف لائے ۔ — اللہ اکبر

نمرود مردود مچھر کے دماغ کھانے سے سخت تکلیف میں بری موت مرا ۔ آپ نے اپنی بیوی سارہ کو ساتھ لئے وہاں سے ہجرت فرمائی ۔ یہ بابل شہر اور اس کا علاقہ تھا ۔

رستے میں ایک اور ظالم جابر بادشاہ کی حکومت تھی ۔ وہاں آپ کو پریشان ہونا پڑا ۔ وہ لوگ حضرت ام المومنین بی بی سارہ کو لے گئے ۔ لیکن بی بی صاحبہ کی بددعا سے وہ بادشاہ مخبوط الحواس ہو کر تایب ہوا ۔ اور اپنی بیٹی لڑکی کو ان کی خدمت میں دے کر عزت و احترام سے الوداع کیا ۔

جب آپ پھر اپنے مسکن پر پہنچے ۔ تو بی بی سارہ کی اجازت اور صلاح سے آپ نے اس بادشاہ کی بیٹی جن کا نام ہاجرہ تھا ۔ عقد فرمایا ۔ اور اللہ کریم نے دونوں بیویوں سے حضرت اسماعیلؑ اور اسحاق علیہ السّلام فرزند عطا فرمائے ۔

لیکن ایک وعدہ کے ایفا کرنے اور اللہ کی رضا جوئی کی خاطر آپ نے حضرت اسماعیلؑ جو ابھی چند ماہ کے تھے ۔ ان کی والدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی معیت میں بے آب و گیاہ جنگل میں جہاں اب بیت اللہ شریف ہے ۔ چھوڑ آئے ۔

اس کے بعد آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی قربانی دینا چاہی ۔ اور پھر اس کے بعد خانہ کعبہ کو نئے سرے سے بنایا ۔ اور یہ آپ کی دعا اور اللہ کے حکم سے خانہ کعبہ مکہ معظمہ تمام جہان والوں کے لئے امن اور سلامتی کی جگہ مقرر ہوئی ۔

سلامٌ علیٰ نوحٍ فی العٰلمین :۔ سلام نوح پر ہو جہان والوں میں وَالصّٰٓفّٰت

اِنَّا کَذٰلِکَ نجزی المحسنین انہ من عبادنا المومنین :۔ بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو ۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان بندوں سے ہے ۔

ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الاٰخرین :۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا ۔

وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰھِیۡمَ :۔ اور بے شک اسی گروہ سے تھے ۔ ابراہیمؑ ۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۔ جب کہ اپنے رب کے پاس آیا۔ قلبِ سلیم لے کر۔

اس کے بعد ان کا ذکرِ خوابِ اسماعیل بیان فرمانے کے بعد حضرت اسحاقؑ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ الیاس۔ یونس علیہم السّلام اور بہت سے پیغمبروں کے نام گنے اور سب کے فضائل بیان فرمائے۔ اور سلام سب پر آیا۔

لفظ شیعہ کا معنی قرآن مجید میں گروہ یا جماعت کے معنی میں آیا ہے۔ اور یہ اکثر جگہ کفار کے گروہوں اور غیر اللہ اور عدو اللہ پہ بولا گیا۔ اور کئی جگہ مسلمانوں پہ بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب اُس قبطی کو جو ایک اسرائیلی کو تنگ کر رہا تھا آپ نے اس کو چھڑانے کی غرض سے مکہّ مارا۔ تو وہ جاں بحق ہو گیا۔ وہاں بھی شیعہ کا لفظ موسیٰ علیہ السّلام اور فرعونیوں دونوں گروہوں کے ساتھ بولا گیا۔

پس شیعانِ انبیاء اور شیعانِ کفار اور شیعانِ علیؓ میں فرق ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ!

یا علیؓ آپ عیسیٰؑ کی مثال ہیں کہ ایک گروہ آپ کا منکر اور دوسرا محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔ اور یہ دونوں گروہ غلطی پہ ہیں۔

اس مے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ مسلمان جن کے ساتھ لفظ شیعہ شامل ہو وہی حق پر ہو سکتے ہیں۔ دوسرے نہیں۔ اب میں وہ باتیں اور فرمانِ دینِ حق و اسلام لکھتا ہوں۔ جن سے معلوم ہو گا۔ کہ اسلام میں کونسا فرقہ ہر لحاظ سے حق پر ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام کے حقیقی تابعدار اہل سنت ہیں۔

حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت محض چند انسان تھے۔ جو آپ کی اولاد تھی پھر ان کے بعد پیغمبر ہوتے رہے۔ شیث علیہ السّلام اُن میں سرِفہرست ہیں۔ طوفانِ نوحؑ میں پھر ایک گروہ رہ گیا۔ اور وہی توحید و رسالت کے علمبردار تھے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا زمانہ آ گیا۔ اب اسلام پوری شان سے چمکا۔ اور

پہلے مسلمین اور مومنین کے نام ظاہر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بارے قرآن مجید میں ہے۔ کہ

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ تمہارا نام مسلمین رکھنے والے ابراہیمؑ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ نام پسند فرمایا۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ بے شک دین نزدیک اللہ کے اسلام ہے۔

اور حضرت یعقوب علیہ السّلام نے بھی اپنی اولاد اور امت کو یہی حکم فرمایا۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اور نہ فوت ہونا مگر مسلمان ہو کر۔

اور اکثر انبیاء نے یہ لفظ فرمائے ہیں۔ اَنَا اول المسلمین یا انا اول المومنین یا انا من المسلمین، انا من المومنین

اور امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ پر خصوصی حکم آیا۔ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً۔ داخل ہو جاؤ اسلام میں پوری طرح۔

اور فرمایا کہ اسلام کے سوا اور سب دین گمراہ کن ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔

جو چاہے کوئی دین سوائے اسلام کے پس نہ قبول کیا جائے گا اُس سے اور ہو گا وہ آخرۃ میں اہل خسارہ سے۔

اور آخری حکم یہ فرمایا۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتی ورضيت لكم الاسلام دينا۔

آج کے روز مکمل کیا گیا دین تمہارا اور پوری کر دی گئیں تم پر نعمت اپنی اور اللہ راضی ہوا تمہارے دین اسلام لانے پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

اور جب کہا اس کے رب نے میرا حکم مان لے۔ عرض کیا میں نے مان لیا حکم، پروردگار سب جہان والے کا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔
قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي ابْرَاهِيْم ۔ اے مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ایک اچھا نمونہ ہے۔
اور قربانی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ ابراهيم علیہ السلام۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔
معلوم ہوا کہ انبیائے اکرام روحانی باپ ہوتے ہیں۔
اور ہر نماز کی تکمیل درود شریف ابراہیمی پر ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمارا دین دین ابراہیمی اور دینِ ابراہیم دین نوح و آدم اور تمام انبیائے کا دین اور پسندیدہ خدا دینِ اسلام ہے۔
مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ ۔ جس نے کسی قوم کو دوست رکھا۔ وہ انہی میں سے ہو گیا۔ اور دوسری حدیث شریف میں ہے۔
اَلشَّيْخُ فِي قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِي اُمَّتِهٖ ۔ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے۔ جیسے نبی اپنی اُمت میں۔
شیخ کا مطلب عمر کا بوڑھا نہیں۔ بلکہ العلماء ورثۃ الانبیاء کے تحت اولیائے کرام اور علمائے حق صاحبانِ امر ہیں۔
پس جوان بزرگوں سے جدا راہ اختیار کرے۔ بے شک وہ صراطِ مستقیم سے دُور ہے۔
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندہ شریف والوں کا فرمان از مکتوبات شریف لکھا جاتا ہے۔
بمقتضائی آرائی صائبہ اہلِ سنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اند نجات بے اتباعِ ایں بزرگواراں متصور نیست۔ واگر سرِ مو مخالفت است خطر در خطر است۔ ایں سخن بکشف صحیح والہام صریح نیز بہ یقین پیوستہ است احتمال تخلف ندارد۔ دفتر اول مکتوب ۵۹

معلوم ہو گیا بعد الانبیاء خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچنے والا صراطِ مستقیم صرف اہلِ سنت و جماعت ہے۔

اور اولیائے حق والدین طریقت حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہم سے منسلک ہیں۔ اور فقہ و سنت احکام شریعت محمدی میں آئمہ اربعہ فقہ ابو حنیفہؒ۔ شافعیؒ، مالکؒ اور احمد حنبلؒ کا طریقہ رکھتے ہیں۔

عامتہ المسلمین کو بھی انہی کے نقشِ قدم اور فرامین کا پابند بہ تقلید ائمہ ہونا چاہیے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا	اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ کھل چکا۔ اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلا۔ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اسلام اور احکامِ خداوند تعالیٰ کے ساتھ کچھ واقعات بطور عطائے فی شانِ انبیاء لکھتا ہوں:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا:	ہم نے سکھائے آدمؑ کو نام سب چیزوں کے۔

اور معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السّلام کا علم بحیثیت ابوالبشر کے سب اولاد سے زیادہ تھا۔

اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے فرمایا گیا۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ:	اور وہ سکھانے والے ہیں تم کو کتاب اور حکمت۔
اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ:	رحمٰن نے ان کو قرآن سکھایا۔
وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ:	ہم نے لیا وعدہ آدم سے مگر وہ بھول گئے۔

شانِ امام الانبیاء میں فرمایا۔

سَنُقرِءُكَ فَلَا تَنسٰى۔ — ہم پڑھاتے رہیں گے تم کو اور تم نہ بھولوگے

قُلنَا لِلمَلٰئِكَةِ اسجُدُوا لِاٰدَمَ۔ — ہم نے فرمایا فرشتوں سے آدم کو سجدہ کرو۔

شانِ امام الانبیاء میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِىِّ۔ — بے شک اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں نبیؐ پر۔

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ — حضرت ادریس علیہ السّلام کے بارے فرمایا۔

اور

اَلَّذِى جَآءَ بِالصِّدقِ وَرَفَعنَا لَكَ ذِكرَكَ۔ — شانِ سیدالانبیاء میں فرمایا۔

نوحؑ علیہ السّلام کا فرمان قرآن مجید میں یوں آیا۔

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ المُؤمِنِينَ۔ — میں ایمان والوں کو اپنے سے جُدا نہ کروں گا۔

اور امتِ خیرالانام کی عزت اللہ تعالیٰ نے سیدالانبیاء سے یوں بیان کی۔
وَلَا تَطرُدِ الَّذِينَ يَدعُونَ رَبَّهُم بِالغَدٰوةِ وَالعَشِىِّ يُرِيدُونَ وَجهَهٗ۔ نہ جدا کرو اے نبیؐ ان لوگوں کو اپنے سے جو پکارتے ہیں۔ اپنے رب کو صبح وشام۔

کشتی نوحؑ والوں کی تعریف میں ارشاد ہوا۔

يَا نُوحُ اهبِط بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيكَ وَعَلٰى اُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ۔ اے نوحؑ سلامتی سے اتر برکتوں کے ساتھ۔ اپنے ساتھ بیٹھنے والے ساتھیوں سمیت

امتِ مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا۔

هُوَ الَّذِى يُصَلِّى عَلَيكُم وَمَلٰئِكَتُهٗ: اپنی رحمت بھیجنے اور فرشتوں کی دعائے رحمت

کا فرمان کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لئے :-

یانارُ کونی بردًا وسلامًا علی ابراھیم فرمایا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل کے لئے فرمایا۔

کُلّمَا اَوْقدُوا نارًا لِلحَرب اطفاھا اللہ۔

خلیل الرحمان کی شان میں۔ لَاَوَّاہٌ حلیم ؛۔ نرم دل ارشاد فرمایا۔

اور حبیب الرحمان کی شان میں اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جس کعبہ کو تعمیر فرمایا۔ وَاِذ یرفعُ ابراھیم القواعدَ مِنَ البَیتِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی طرف منہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

قد نریٰ تقلّبَ وجھِکَ فی السَّماء فَلَنُوَلِّینَّکَ قبلَۃً ترضٰھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آواز دی۔ اَذِّن فی النَّاسِ با لحج

اور قرآن نے اعلان فرمایا۔

وَلِلّٰہِ علی النَّاسِ حِج البَیتِ مَنِ استطاعَ الیہِ سبیلا۔

ان آیات سے معلوم ہو گیا حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کا دین ایک ہی تھا۔ لیکن شریعت سب کی الگ الگ تھی۔ اب کچھ پیغمبروں کے اور حالاتِ زندگی لکھے جاتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السّلام نے اپنی قوم کو سمجھایا۔ جب دیکھا کہ وہ ابھی مانتے نہیں۔ تو ان سے فرمایا تم پر عذاب آئے گا۔ اور پھر یہ خیال کر کے آپ نے بغیر وحی کے فرما دیا ہے تو ڈرے اور وہاں سے نکلے۔ اور دریا پار کرنے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی ڈوبنے لگی۔ اور آپ کا نام قرعہ اندازی میں نکلا کہ مالک سے بھاگے ہوئے غلام آپ نے سچ جانا اور کشتی کے پار لگ جانے کی خاطر دریا میں چھلانگ لگا دی۔

اور آپ ایک بہت بڑی مچھلی کا لقمہ بن گئے۔ فالتقمہُ الحوت
اور آپ نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا مانگی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن۔ نہیں کوئی معبود مگر صرف تو ہی پاک ذات ہے تیری اور بے شک میں نے بے انصافی کی بات کہہ دی۔

تیسرے دن آپ مچھلی کے پیٹ سے بحکم الہ العلمین باہر تشریف لائے۔ آپ کی یہ دعا آج بھی مصیبت کے وقت پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آسانی فرماتا ہے۔

حضرت آدم اور یونس علیہ السّلام کا لفظ کہنا اپنے رب سے عاجزی کی حد بیان کرنا تھا۔ لیکن کوئی پیغمبر اس نسبت سے متعلق نہیں جو عام معنی اس کا لیا جاتا ہے۔ آپ کی حفاظت اور خوراک اور صحت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل اگائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مرغوب غذا کدو تھی۔ فرماتے یہ میرے بھائی یونسؑ کی خوراک ہے۔

ادب کا مسئلہ: ایک روز شرق پور شریف بازار میں ایک لڑکا کدو خرید کر جا رہا تھا۔ اور کدو کو گھماتا جاتا تھا۔ حضرت میاں صاحب شرق پور شریف والوں نے دیکھ کر فرمایا۔

بیٹا اس کدو کے ساتھ مت کھیلو۔ یہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کا کھانا ہے۔ اس کا ادب کیجئے۔ اللہ اکبر

حضرت ایوب علیہ السّلام کی آزمائش میں آپ کا پاؤں ورم کر گیا اور پھر زخم ہو گیا۔ زخم سے سارا بدن گل گیا۔ اور اس میں کیڑے ہو گئے۔ جو کیڑا زخم سے گر جاتا آپ فرماتے اللہ نے اس کو میرے جسم کی خوراک دی ہے۔ اسے پکڑ کر زخم پر رکھ دیتے۔ آخر آپ کے مال جائداد پر بھی ایسا حادثہ پیش آیا۔ کہ ہر چیز ختم ہو گئی۔

آپ کے سب خادم اور بیویاں بھاگ گئیں۔ صرف ایک بیوی صاحبہ بی بی رحمت علیہ الرحمت آپ کی خدمت میں لگی رہیں۔ پھر بستی والوں نے آپ

کو نکال دیا۔

آپ جس بستی میں جاتے کوئی رہنے نہ دیتا۔ آخر جنگل میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ دو جوان لڑکے حاضر ہوئے۔ بی بی صاحبہ کے کہنے سے انہوں نے جھونپڑی بنا دی۔ اور پھر چلے گئے۔ آپ نے فرمایا یہ جبرائیل اور میکائیل فرشتے تھے۔ جو ہماری مدد اللہ کے حکم سے کر گئے۔

بی بی صاحبہ نزدیکی بستی میں جا کر گھروں میں لوگوں کی خدمت کر کے کچھ کھانا مزدوری میں حاصل کر کے اپنی اور ان کی خوراک کا انتظام فرماتی تھیں۔

آپ نے ان کو ساتھ چھوڑنے کی اجازت دی۔ لیکن وہ آپ کی خدمت کرنے پر خوش تھیں۔

ایک دفعہ دیر سے آئیں تو آپ نے وجہ پوچھی۔ عرض کی راہ میں ایک درویش ملا تھا۔ اس نے کہا ایوب علیہ السّلام کو میں نے بیمار کیا ہے۔ میں ہی خدا ہوں۔ تم مجھے سجدہ کرو۔ وہ تندرست ہو جائیں گے۔ میں نے اسے کہا کہ میں آپ ایوب علیہ السّلام سے اجازت لئے بغیر سجدہ نہیں کرتی۔ اور چلی آئی۔ اس لئے دیر ہوئی۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا وہ تو شیطان تھا۔ اور تم نے اس کی مجلس میں کچھ وقت صرف کیا ہے میں تم کو سو کوڑے ماروں گا۔ جب میں تندرست ہوا۔

اور جب اللہ کے حکم سے جبریل امین تشریف لائے۔ اور آپ کو ایڑھی زمین پر مارنے کو کہا تو فوراً چشمہ جاری ہوا۔ آپ نہائے تو تندرست۔ جوان ہو گئے بیوی صاحبہ رحمتؒ باہر گئی تھیں واپس آئیں تو پردہ فرما کر کھڑی ہو گئیں کہ یہ کون ہے اور ایوب کہاں گئے آپ نے فرمایا آجاؤ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی ہے۔ اللہ اکبر

آپ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔

نعم العبد ۱۔ کتنا اچھا بندہ ۵ اِنَّہٗ اَوَّاب :۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے

جب حسب وعدہ بیوی صاحبہ کو کوڑے مارنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ

نے خود بی بی صاحبہ کی آپ سے یوں سفارش کر دی۔ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔ اور فرمایا اپنے ہاتھ میں ایک سو تیلے کا جھاڑو لے کر اس کو مار دے اور قسم نہ توڑ۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا۔ بے شک ہم نے اُسے صابر پایا۔ اللہ اکبر یہ ہے شان انبیاء کی اور ان کے اہل بیت کی۔

حضرت زکریا علیہ السّلام کا ذکر ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا۔ رحمت کرنا اور اپنا بندہ حضرت یحییٰ علیہ السّلام کا ذکر بابرکت لفظ زکواۃ اور وَكَانَ تَقِيًّا۔ ستھرا اور صاحب تقویٰ۔

اور علیسیٰ علیہ السّلام کی شان میں وایدناہ بروح القدس فرمایا

موسیٰ علیہ السّلام نے دُعا فرما کہ عرض کی وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى میں جلدی حاضر ہوا تیرے دربار میں اے پروردگار کہ تو راضی ہو۔

حضرت لوط علیہ السّلام کو دشمنوں کی ایذا رسانی سے بچانے اور ان کی گندی قوم کو عذاب دینے اور ختم کرنے کو فرشتے بھیجے اور فرمایا

یالُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ۔ اے لوط ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں آپ کے دشمن آپ کے نزدیک نہیں آ سکتے۔

حضرت داؤد علیہ السّلام نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح دیا۔ جو اس نے قبول کر لیا۔ لیکن وہ کسی اور شخص کی بیوی ہونے والی تھی۔ اور آپ کو اس بات کا علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی آپ کو یہ خبر اس طرح دی۔ — اللہ اکبر

کہ دو شخص جو اصل میں فرشتے تھے۔ حاضر ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ ہمیں ایک فیصلہ کر دیجئے۔ ایک شخص بولا میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّاحِدَةٌ اور میرے اس ساتھی کے پاس ننانویں فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ۔ اب یہ چاہتا ہے میری ایک دنبی بھی لے لے۔ مجھ پر زور ڈالتا ہے۔ کہ مجھے دے دے۔ اللہ اکبر

ادب اور تعظیم بارگاہِ نبوت کا خاص قانون اللہ تعالیٰ نے کس طرح سمجھایا ایسے لوگ

جو انبیاء۔ خلفاء۔ آئمہ اور اولیاء کی شان میں بے ادبی کے کلمات بولتے ہیں۔ ان کو اس واقعہ پہ غور کرنا چاہیے۔ ورنہ گوہر ایمانی کو بے خبری میں کھو بیٹھیں گے۔

دو فریق حاضر ہوئے ایک نے بیان دیا کہ میری کھیتی اس کی بھیڑیں کھاگئیں اور ضائع کر گئی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السّلام نے اس کی کھیتی کی آمدنی کا حساب کیا۔ تو وہ ان بھیڑوں کی کل قیمت کے برابر تھی۔ لہٰذا فیصلہ ہوا کہ بھیڑیں دے کر بھیڑوں کا مالک بری ہو جائے اس طرح بھیڑوں والا جو ایک غریب فرد تھا۔ اور اس کا گزارا اسی پر تھا پریشان ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام پسر حضرت داؤد علیہ السّلام نے عرض کی۔ ابا جان یہ فیصلہ ایک اور طرح سے بھی ہو سکتا ہے۔ فرمایا وہ کیسے ؟

حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا یہ شخص بھیڑوں سے نفع حاصل کرے بھیڑوں والے کھیتی کاشت کریں۔ اور جب تک کھیتی دوبارہ اس حالت پہ نہ پہنچے۔ جہاں آج تھی اور اس کے بعد بھیڑیں واپس کر دے۔ یہ فیصلہ سراہا گیا۔

قرآن مجید میں یہ واقعہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اس واقعہ سے اجتہاد کا مسئلہ حل ہو گیا اور یہ بھی کہ اجتہادی غلطی پر پکڑ نہیں ہوئی۔ یہ غلطی معاف ہے۔

حضرت یعقوب و یوسف علیہ السّلام

(۱) وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ ۔ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ یہ اس وقت فرمایا جب بھائیوں نے یوسف علیہ السّلام کو ساتھ لے جانا چاہا۔

(۲) بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ۔ اور فرمایا کہ تمہارے دلوں نے ایک بات بنائی ہے۔ یہ اس وقت فرمایا جب اندھیری رات میں واپسی پر بھائیوں نے یوسفؑ کا خون آلود کرتہ پیشِ خدمت کر کے اپنے آپ کو بچانا چاہا۔

(۳) وَاللہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۔ تمہارے اس کہنے پر اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہوں ان کلماتِ مبارکہ جو بزبانِ حضرت یعقوب علیہ السّلام قرآن مجید نے بیان کئے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر یعقوب علیہ السّلام اپنے بچوں کی ساری بات کو ترتیب وار جان گئے تھے۔ اسی لئے شروع میں خواب کا واقعہ سن کر یوسف علیہ السّلام کو ظاہر

کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اِنِّی رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَالقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِی سٰجِدِیْنَ۔ کہ میں عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند سمیت مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا۔

فرمایا اے میرے بیٹے ہرگز نہ بیان کرنا اپنا خواب بھائیوں کے سامنے کہ وہ ایک چال چلیں گے تمہارے ساتھ چال کوئی۔

(۴) اور اس کے بعد جب بھائی مل کر عزیزِ مصر (جو اصل میں یوسف علیہ السّلام ہی تھے) کے پاس غلہ لینے گئے۔ تو فرمایا۔ لَا تَدْخُلُوْا بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ کہ شہر میں ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا۔ مختلف دروازوں سے جانا۔

اس میں ایک مقصد تو نظر نہ لگنا مراد لیتے ہیں۔ لیکن خصوصی وجہ اور تھی۔ قرآن مجید نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰهَا۔ یعقوب کے جی میں ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کر لی۔ خواہش کیا تھی یہی کہ یوسف و بنیامین کا اکٹھا ہونا۔ اللہ اکبر

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ اور بے شک وہ صاحب علم ہے۔ ہمارے سکھائے سے۔

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا۔ قریب ہے کہ اللہ ان سب کو لا کر مجھے ملائے یہ اس وقت فرمایا جب بنیامین چوری کے الزام میں وہیں رہ گئے۔ اور جَمِیْعًا میں یوسف علیہ السّلام کی شمولیت ظاہر ہے۔

قَالَ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ کَظِیْمٌ۔ کہا ہائے افسوس ہے یوسف کی جدائی میں آنکھیں سفید ہو گئیں ان کے غم سے اور وہ غصہ کھاتا رہا یعنی بیٹوں کو نہ جھڑکا نہ بد دعا دی ۔۔۔۔۔۔ صبر فرمایا

(۵) یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو

یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جو علمِ غیب انبیا پر خصوصی دلالت ہیں۔

(۶) اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا۔ میرا کرتا لے جاؤ اور ان کے منہ پر ڈالو۔ میرے باپ کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

یہ ارشاد یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں سے تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ کرتہ سے یہ معجزہ ظاہر ہوگا۔ اور ابھی صاحب کرتہ نہ پہنچا تھا کہ نبی یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا۔ قَالَ اَبُوْھُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ۔ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے

ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ۔ یہ کچھ خبریں ہیں غیب کی جو تم پر (نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) وحی کرتے ہیں۔

یوسف علیہ السّلام نے ان دو قیدیوں کے بارے میں جنہوں نے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔ اور پھر کہنے لگے۔ ہم نے جھوٹ کہا تھا اور یہ ہمیں کوئی خواب نہیں آئی تھی۔ فرمایا کہ جھوٹ ہو یا سچ۔ اب یہ سچ ہی ہوگا۔ کہ اللہ کے نبی نے تعبیر بیان کر دی۔

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیٰنِ۔ حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ایک رہا ہو گیا اور دوسرا سولی چڑھ گیا۔

سچ ہے

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت موسٰی علیہ السلام

اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے۔ پ ۱۶ ع ۱۱ یہ آپ کی والدہ کو الہام رب العالمین ہوا۔

اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور رسول بنائیں گے۔ پ ۲۰ ع ۴

جب صندوق محلات فرعون میں پہنچ گیا۔ اور باہر نکالا گیا۔ تو کیا ہوا۔

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ:۔ اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈالی آسیہ بی بی اور فرعون کے دل میں محبتِ موسیٰ جلوہ گر ہو گئی۔

آسیہ بی بی زوجہ فرعون نے یوں کہا۔

فرعون کی بیوی نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو۔ شاید ہمیں نفع دے۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔ پ ۲۰ ع ۴ رکوع ۲

یہ اس وقت کہا گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی کو کھینچا۔ اور وہ ڈر گیا کہ یہی بچہ وہ ہے جو مجھے خواب میں تباہی کا موجب دکھایا گیا اور اس نے قتل کرنا چاہا۔

اب دائی کی تلاش ہوئی وہ کسی کا دودھ پینے کو تیار نہ تھے۔

اور ہم نے سب دائیاں اس پر حرام کر دیں۔ پ ۲۰

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بی بی مریم دریا کے کنارے کنارے بھائی کا صندوق دیکھتی چلی گئی۔ بھائی کی محبت اسے بھی دربارِ فرعون میں لے کر پہنچ گئی۔

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا۔ اس کے پیچھے چلی جا تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی۔

اس کے بعد جا کر فرعون اور آسیہ سے بہن موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ

بولی کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہیں اس بچے کو پال دیں اور اس کے خیر خواہ ہوں۔ پس اس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس واپس پہنچ گئے اور اللہ کا وعدہ ان کی ماں کے ساتھ والا پورا ہو گیا۔

دودھ پلانے کی مزدوری اور قیمت ایک اشرفی روزانہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دیتا تھا۔ جب آپ نے دودھ چھوڑا پھر فرعون کے گھر پہنچا دئے گئے۔

--- --- اللہ اکبر

اب موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے ایک قبطی کو ایک اسرائیلی سے لڑتا دیکھا وہ قبطی فرعون کا باورچی تھا۔ اور کہتا تھا کہ یہ لکڑیاں اٹھا کر گھر تک لے چل۔ اور اسے مارتا تھا

جو بیمار اور کمزور تھا۔ آپ نے اسے منع کیا۔ وہ قبطی آپ سے بھی لڑ پڑا اور مقابلہ پہ اتر آیا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے اسے مکہ مارا اور وہ مر گیا۔

فَوَكَزَهُ مُوسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ تو اسے موسیٰ نے ایسا مکہ مارا کہ وہ مر گیا۔

پھر آپ وہاں سے ہجرت کر کے مدین چلے گئے۔ وہاں آپ نے ایک کنواں دیکھا جس پر لوگ اپنے مویشی کو پانی پلاتے تھے۔ آپ بھی پانی پینے کے لئے وہاں پہنچے۔ وہاں دو لڑکیاں اپنے مویشی الگ لئے کھڑی تھیں۔ جو لوگوں کا بچا ہوا پانی پلایا کرتی تھیں۔ ان کے باپ بوڑھے تھے۔ آپ نے ان کو پانی پلا دیا وہی رہٹ جو دس بارہ آدمی مل کر کھینچتے آپ نے اکیلے کھینچا۔

وہ گھر گئیں اور واقعہ اپنے بزرگ باپ سے عرض کیا۔ وہ حضرت شعیب علیہ السّلام پیغمبر خدا تھے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السّلام کو گھر بلوا لیا۔

فَجَاءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ۔ تو ان میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی۔

موسیٰ علیہ السّلام وہاں آٹھ یا دس سال رہے اور حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی دختر پاک آپ کے نکاح میں دی۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے فرمایا۔

میرا ارادہ ہے کہ میں ایک بیٹی تم سے بیاہ دوں ان دونوں میں سے۔ اس شرط پہ کہ رہے تو میری خدمت میں آٹھ برس یا دس۔

اس کے بعد آپ اجازت لے کر واپس وطن اپنی والدہ کی ملاقات کی خاطر چلے اور بیوی صاحبہ ان کے ساتھ تھیں۔ تاریکی اور جنگل کی خوفناکی میں راستہ بھول گئے۔ اسی اثنا میں آگ کی ضرورت پیش آئی۔ اور ایک طرف آگ چمکتی دیکھی۔

آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے جانب طور ایک آگ دیکھی۔ بیوی سے فرمایا۔

شاید میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا تمہارے لئے آگ کی چنگاری کہ تم تاپو۔

اور جب وہاں پہنچے تو ندائے سُنی۔

یَامُوسٰی اِنِّیۡ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ :- اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا۔ آگ کے پرتو میں اور نار کے پردے میں کون تھا۔؟ رب العٰلمین۔

اس طرح نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشریت کے پردے میں تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی :- جوتے اتار دو کہ تم مقدس وادی میں کھڑے ہو۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کلیم اللہ تھے۔ آگ کے بہانے پیغمبری عطا ہوئی ..... اللہ اکبر۔

رَبِّ اَرِنِیۡ اَنْظُرْ اِلَیْکَ :- عرض کی اے رب دکھا اپنا آپ۔ شوق غالب ہوا دیدارِ الٰہی کا۔ اے رب دیدار چاہیے کہ میں تجھے دیکھوں۔

جواب ملا اس مقام دنیا پر بشریت کے لباس میں میرا دیکھنا تیرے لئے محال ہے۔

لَنْ تَرٰىنِیۡ پھر دلیل پیش کی فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیۡ :- یہ پہاڑ اگر اپنی جگہ قائم رہا تو تو مجھے دیکھ لے گا۔

فَجَعَلَہٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا :- اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گرے جب ہوش میں آئے تو عرض کی۔

تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ :- میں تائب ہوا تیرے لئے اور میں پہلا ہوں مسلمانوں میں سے۔ نظر موسیٰ علیہ السّلام میں برکت پیدا ہوئی۔

(طبرانی صغیر) موسیٰ علیہ السّلام نے جب اللہ سے کلام فرمایا۔ تو اندھیری اور تاریک رات میں کسی پتھر پر اگر چیونٹی چلتی۔ تو موسیٰ علیہ السّلام اس کی رفتار دس فرسخ (۳۰ میل) سے دیکھ لیتے۔ غیاث اللغات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس عصا کو زمین پر پھینک دیں :- جب پھینکا تو کیا ہوا۔ فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی :- وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا پھر فرمایا

خُذْھَا وَلَا تَخَفْ اسے اٹھا لے اور نہ ڈر۔

اٹھا لینے سے پھر سے وہ عصا بن گیا۔

آپ کو حکم ہوا کہ دونوں ہاتھ بغل میں دے کر پھر نکالئے۔ ایسا کیا تو دونوں ہتھیلیاں چاند کی طرح چمکنے لگیں۔

یہ دو معجزات فرعونِ مصر کی تبلیغ کے لئے آپ کو عطا ہوئے اور آپ دربارِ فرعون میں پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی ہارون بھی تھے۔ جو آپ کے کہنے سے اور دعا مانگنے سے نبی بن کر آپ کے ساتھ پہنچے۔ موسیٰ کلیم اللہ نے فرعون سے فرمایا ؎

چھوڑ دے تو اپنا دعوائے چھوٹہ دے ٭ کبر کے شیشے کو ظالم توڑ دے

اس نے آپ سے معجزہ طلب فرمایا آپ نے عصا کو زمین پر ڈال دیا۔

فَاَلْقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ۔ وہ فوراً ایک بڑا اژدھا ظاہر ہو گیا۔ پھر سر میدان مقابلہ ہوا۔ لوگ جوق در جوق جمع ہوئے۔ تمام دنیا کے جادوگر مقابلے کے لئے حاضر کئے گئے ------- اللہ اکبر

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد

جادوگروں نے با ادب ہو کر آپ سے عرض کیا۔

پ ۹ اے موسیٰ پہلے اپنا عصا ڈالیں یا ہم اپنے سونٹے رسیاں ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پہلے تم ہی ڈالو۔ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں چھوٹے بڑے کئی سانپ بن گئے پھر آپ نے پھینکا۔

فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَایَافِکُوْنَ۔ وہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا۔

جادوگروں نے دیکھا کہ آپ کا عصا جادو نہیں ہو سکتا کہ اس نے سب کو کھانا شروع کر دیا پس وہ ایمان لے آئے۔

آمنا برب العٰلمین ربّ موسیٰ وھارون۔ ہم ایمان لائے سب جہانوں کے رب پر اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر

حضرت سلیمان علیہ السّلام

حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۔

یہاں تک کہ چیونٹیوں کے میدان تک آئے کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو داخل ہو جاؤ اپنے گھروں میں، کہیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔

یہ بات سلیمان علیہ السّلام نے سن لی:۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِھَا ۔ کہ آپ اس کی یہ بات سن کر ہنس پڑے۔

یہ چیونٹی اور ان کا بل لشکر سلیمان علیہ السّلام سے تین میل فاصلے پر تھا۔ اللہ اکبر

(۲) جب بلقیس ملکہ کا تخت لانا چاہا تو سامعین سے حکم فرمایا کہ کوئی تخت فوراً لے آئے اس کے جواب میں ایک جن جو اسی مجلس میں تھا۔ اس نے تختِ سلیمان کچہری کے اختتام وقت کا عرصہ طلب کیا۔ لیکن ایک انسان جو آپ کے صحابی تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔

اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ۔

میں تخت کو لاتا ہوں۔ آنکھ کے جھپکنے سے پہلے اور فوراً وہ تخت حاضر کر دیا۔

جب بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ تعمیر ہو رہی تھی۔ کچھ کام باقی تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کا وقتِ حیات فی الدنیا مکمل ہو کر ختم ہونے کو تھا۔ آپ نے دعا مانگی کہ یا الٰہی میرا دل چاہتا ہے۔ کہ یہ مسجد میرے ہاتھ سے مکمل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے مصلےٰ پر کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھ لو۔ اور عصا کی ٹیک لگا لو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔

آپ کی اسی حالتِ قیام و نماز روح قبض فرمالی گئی اور کھڑے رہے۔ جنوں اور دیوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ وہ تیزی سے کام کرتے رہے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو عصا کو گھن کے کیڑے نے کمزور کر دیا۔

وہ مسجد کے مکمل ہونے کی خوش خبری دینے آئے تو کیا دیکھا۔ کہ اسی وقت عصا ٹوٹ گیا۔ اور آپ ایک طرف ہو کر دیوار سے لیٹ گئے۔ اور جب دیکھا تو آپ کی روح جسمِ اقدس سے جدا ہو چکی تھی۔

اس واقعہ سے عبرت چاہیے کہ موت اپنے وقت پر آتی ہے ۔ اور انبیائے اکرام کے وجود سلامت ہیں ۔ اس طرح آپ کا تصرف جن ۔ دیو ۔ پرندوں اور ہوا پر تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ۔

هٰذا عطاؤنا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بغيرِ حساب ہ ۔ یہ ہماری عطا ہے ۔ اب تو چاہے تو احسان کر ۔ یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں یعنی آپ اس پر مکمل طور پر مختار تھے ۔ اور بہت سے واقعات انبیائے کرام کے قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ۔ لیکن کتاب ہذا کے مکمل کرنے میں بہت زیادہ اوراق ختم ہوں گے ۔

لہٰذا اس مضمون کو اسی واقعہ سلیمان علیہ السّلام پر ختم کیا جاتا ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ذکر انشاء اللہ قیامت کے ذکر میں ہو گا ۔

انبیائے علیہ السّلام اپنی قبروں میں بھی اُسی طرح زندہ ہوتے ہیں ۔ جیسے دنیا پر لیکن وہ پوشیدہ حیات رکھتے ہیں ۔ حوالہ از جواہر البحار امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ

انبیائے اکرام علیہ السّلام کی موت کے صرف یہ معنی ہیں ۔ کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں ۔ اور ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے " حالانکہ وہ زندہ موجود ہوتے ہیں ہاں جو مخصوص بندگانِ خدا ہیں ۔ وہ انہیں دیکھ سکتے ہیں ۔ (امام زرقانی جواہر البحار)

تیسرا باب

صاحبِ مُہرِ نبوّت

صلی اللہ علیہ وسلم

حیاتِ اول صاحبِ مہرِ نبوت ؐ

آپ ؐ کی بشریّت

عبد و معبود

عبدیّت

باب سوم

صاحب مُہرِ نبوّت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ترجمہ: اور وہ وقت یاد دلائیے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا تھا۔ کہ ہم جو تمہیں کتاب وحکمت دیں۔ پھر خدا کا کوئی وہ حضرت محمدؐ " تمہارے پاس آئے۔ اور جو کتاب تمہارے ساتھ ہو۔ اس کی تصدیق کرے۔ تو وہ دیکھو " اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور بالضرور اس کی مدد کرنا ---- العمران۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی قَالَ قَالُوْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی فرمایا۔ اس وقت کہ آدم علیہ السّلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے۔

مطلب یہ ہے کہ ابھی روح وجسمِ آدم جدا جدا تھے۔---

فرمانِ ربِ العزۃ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مولا کریم نبیوں کو عالمِ روحانی میں جب تاجِ نبوت بخشتا ہے۔ تو اس وقت یہ وعدہ بطور شرط لیا گیا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری شہادت دیں گے کہ واقعی گزشتہ کل جماعتِ انبیاء ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ اور جب وہ تمہیں حق پر بتائیں۔ تو تمہارا بھی حق ہوگا۔ کہ تم سب ان کی تصدیق اور مدد کرو۔

اور فرمانِ رحمت دو عالم سے واضح ہوگیا کہ سب سے پہلے آپ نبی ہوئے۔ آپ اوّلین وآخریں سب کے نبی اور رسول ہیں۔ اس لحاظ سے تمام انبیائے الرسل آپ کے سامنے اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ جیسے اُمتِ مصطفیٰ نے آپ کو سیّد وامام آقا تسلیم کیا۔

آپ کی شانِ درجات اور قدر ومنزلتِ عُہدہ ورتبہ کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے وزیرِ اعظم تمام صغیرہ وکبیرہ افسران اس کو اپنا افسر خیال کریں گے اور وہ ان کی تصدیق کرے گا۔

آپ سب سے آخر زمان اس وجہ سے آئے کہ تمام نظامِ عالم روحانی۔ جسمانی۔ داخلی خارجی۔ سیاسی۔ معاشرتی طور پر ایک خاص نہج پر آ جائے۔ اور سب سے آخری ڈگری۔ حکمنامہ سند اور درسِ وحدت سے طالبانِ حق کو روشناس کرنے۔ کوشاں۔ رواں اور فقد والی اللہ بندوں کو نیکی کا ثمر انعامِ خداوندی کی بشارت عینی۔ مشاہدی سے نوازے۔ بشیر بن کر ان کی دلجوئی کرے۔ اور منکروں کافروں کو عذاب و قہر سے بشیر کی بجائے نذیر بن کر ڈرائے تاکہ ان کے لئے حجت قائم ہو جائے۔۔۔۔۔۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔

ہر چیز کی ابتدا بھی ہے۔ انتہا بھی۔ دینِ اسلام کی تعلیم حضرت آدم علیہ السّلام سے شروع ہے۔ حضرت ابوالبشر نے اپنی اولاد کو مہر و محبت پیار و شفقت کا پہلا سبق پڑھایا۔ اس خاکی نفسانی پتلے کو روحانی درس دیا۔

حضرت آدمؑ کے بعد شیثؑ و نوحؑ۔ ابراہیمؑ و یعقوبؑ۔ داؤدؑ و سلیمانؑ۔ ہودؑ و صالحؑ۔ یوسفؑ و ہارونؑ۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ جیسے انبیائے حق پیغمبرانِ الٰہ العلمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام علیہم اجمعین ہزارہا رہنمائے صراط المستقیم مبعوث ہوئے۔ اور اپنی اپنی قوم کو درسِ وحدت دیتے رہے۔ قانونِ خداوندی کا ایک ایک سنہری اصول رائج ہوتا رہا۔ جب یہ انسانیت معصومیت بچہ کی حالت سے بچپن اور بچپن سے لڑکپن اور پھر عالمِ شباب کو پہنچی۔ اور اسے مکمل ضابطہ قانون بخشا جانے والا تھا تو نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا پر تشریف آوری کے سامان ہونے لگے ——————

اور یہی آمد آپ کی بشریت تھی۔

جس رات آپ کی نورانی صورت صورتِ بشریت میں متشکل و تبدیل ہونے کو تھی۔ وہ رات بڑی بابرکت تمام شب ہائے ماضی و مستقبل سے نرالی رات تھی۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ صاحبہ نے اس وقت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا۔ کہ وہ اپنے کمرہ میں سوئی سوئی جاگیں صبح صادق جھانک کر منظر دیکھ رہی تھی۔ کہ کمرہ یک لخت روشن و منور ہو گیا۔ ——————

روشنی ایسی کہ جس کے سامنے مہر و ماہ کی تابانی کی کوئی وقعت نہ تھی۔۔۔۔
میں اس طرف دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی اسی اثنا میرے بچہ پیدا ہوا۔
نور و جمال سے منور ــــــــ اس مقام پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود وجودِ عنصری کے نور سے پیدا ہوئے ہیں فرمایا پیکرِ نورؐ نے خُلِقتُ مِن نُورِ اللہِ میں پیدا کیا گیا ہوں نور الہی سے۔ جس طرح دھوپ پیدا ہوئی۔ سورج کی روشنی سے۔ آپ کی تخلیق صفات اضافیہ سے ہوئی ہے۔ چونکہ آپ تمام کائنات سے لطیف ہیں۔ آپ کا سایہ اس لئے نہ تھا۔ ــــــــ ہاں تو آپ کی مائی صاحب فرماتی ہیں۔ میں کیا دیکھتی ہوں کہ بہت سی پری رُخ و صورت کی عورتیں اندر داخل ہوئیں۔ خیال تھا کہ اپنے قبیلہ قریش سے ہوں گی۔ لیکن بعد میں ناواقفی اور اجنبی پن نے مجھے آگاہ کر دیا کہ وہ کوئی اور ہیں۔
دراصل وہ جنت سے حوریں آپ کے استقبال کی خاطر آئی تھیں اور انہوں نے مجھے مبارک دی۔ ــــــــ چند منٹ کے بعد آوازیں آنے لگیں صدائیں بلند ہونے لگیں کہ اس بچہ کو مغرب کی طرف لے جاؤ۔ اسے مشرق کی سیر کراؤ۔ اسے دکھن کی طرف لے جا کر جی بہلاؤ ــــــــ مائی صاحب فرماتی ہیں کہ ایک منادی نے منادی کی اور آواز آئی۔ اے آمنہ بی بی اس بچہ کا نامِ مبارک احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا اور سات شب و روز تک کسی بشر کی ان پر نظر نہ پڑے کہ فرشتے اور حور و قصور اہلِ افلاک زیارت کریں گے ــــــــ سبحان اللہ
جب آپ پیدا ہوئے تو خانہ کعبہ مسجد الحرام میں رکھے ہوئے صنم اندھے منہ کے بل گر پڑے اور اچانک ایک روشنی نے منور کر دیا۔ آتشکدہ ایران بجھ گیا۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنت ختم سمجھی گئی۔ جب کہ محلات کے چودہ کنگرے نیچے آ رہے۔
وَقُل جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ۔ کفر و ضلالت کی تاریکی کونوں۔ کھدروں کونوں کے غاروں میں سمٹنے لگی آفتاب نبوت نے ہر ایک دل کو وَیُزَکِّیهِم کے صابن سے پاک وصاف اور چمکانا شروع کر دیا۔۔۔۔ ابرِ رحمت نے

اپنا کام شروع فرما دیا۔ ماہرینِ علمِ نجوم فال ڈال رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ کہ اے لوگو! رحمتِ دو عالم سرورِ دو عالم آج عالم دنیا کو اپنے وجودِ مطہرہ سے مسرور بنا چکے ہیں۔ ——— یہ تھی آمدِ محبوب رب العزۃ

یہ دن وہ دن تھا کہ جس کی انتظار میں زمانہ پیرِ کہن سال نے کروڑوں برس ختم کر دئے۔ سیارگانِ سقفِ نیلگوں فلکِ دنیا اسی روزنہ کے اشتیاق اور فرطِ محبت میں ازل سے چشم براہ بنے تھے۔

چرخِ کہن ایک طویل مدت سے اسی صبح جاں نواز کے لئے لیل ونہار کی کروٹیں بدل بدل کر تھکاوٹ میں حیرت وبیقراری کی وجہ سے چور چور تھا۔ کارکنانِ قضاوقدر کی بزم آرائیاں عناصر کی جدت طرازیاں ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں۔ ابروباد کی تردستیاں۔ عالم قدوس کے پاکیزہ انفاس۔ توحیدِ ابراہیم۔ جمالِ یوسفؑ۔ یدِ بیضا۔ دمِ عیسیٰؑ سب متاعِ گراں قدر شہنشاہِ عجم کے لئے موجود تھے۔۔۔۔

بس پھر کیا تھا کہ محبوب ربّ العالمین رحمتِ ہردو عالم درِّ یتیم فرزندِ عبداللہ جگر گوشۂ مائی آمنہؓ۔ شاہِ حرم۔ مالکِ کونین نے عالم فانی کو اپنے آنے سے رونقِ خاص بخش دی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرت عبد المطلب یعنی جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تھے۔ کہ ان مناظر حیرت کن سے متعجب حالت میں نکلے۔ سیدھے حجرۂ مسکنِ روحِ جہاناں رحمت دو عالم پر تشریف لائے۔ دروازہ کھولنے کے لئے فرمایا۔ مائی آمنہ رضی اللہ عنہا نے انکار فرمایا کہ حکم نہیں ہے۔ آپ نے اشتیاقِ محبت دیدار میں تلوار سونت لی۔ دروازہ کھلا تو ہاتفِ غیب نے آواز دی ٹھہرو اجازت نہیں۔ آپ گھبرائے اور واپس چلے گئے۔ ساتویں دن جب آپ نے زیارت کی تو آپ کا اسم شریف محمدؐ رکھا۔ پھر مائی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ حاملہ تھیں اور خاص کر جب آپ بطنِ مبارک سے باہر آئے تو آپ کو درد وغیرہ کا احساس تک بھی نہ تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کیوں کر پیدا ہوئے اور پھر یہ بھی کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تو آپ عالتِ سجدہ میں تھے۔ اور یہ صدا میرے کانوں میں پہنچی۔
اَللّٰھمَّ ارْحَمْ اُمَّتِی یا الٰہی میری امت پر مہربانی فرما۔

دستور عرب کے مطابق دیہات میں بچوں کی پرورش کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ایک روز سعدیہ خاندان کی چند دائیاں شہر مکہ میں گئیں۔ ان کے ساتھ ایک مفلس و نادار بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی ایک لاغر کمزور سواری کو لئے بھی تھیں۔ اس کے پہنچنے تک سب عورتیں امیر گھرانوں کے بچے لے کر چلی گئیں۔ جب ان کو کوئی بچہ نہ ملا۔ ناامیدی اور بے آسی کی حالت میں دولت کدۂ دُرِّ یتیم عبداللہ سے گذریں۔ سرورِ کائنات نے اس کی اس حالت کو مسرت و شادمانی میں بدل دیا۔ اور آمنہؓ کی گود سے نکل کر دائی حلیمہ کی گود میں چلے گئے۔ دائی حلیمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر شفقت بھرے لہجے میں چوما۔ مسرت کے سامان ہونے لگے۔ سواری کرتے ہی ان کی سواری تیز رفتار۔ تنومند ہو گئی۔ اتنی تیز کہ تمام سواریوں سے آگے نکل گئی۔ استفسار پر دائی حلیمہ نے دوسری عورتوں سے کہا میرے روکنے سے رکتی ہی نہیں اب اس کا سوار کوئی اور ہی ہے۔ گھر میں بکریوں کا دودھ چوگنا مقدار میں بڑھتا گیا۔ تمام گاؤں حضورؐ کی برکتِ قدم سے خوش حال ہو گیا۔

آپ نے صرف داہنے پستان کا دودھ پیا۔ اور بائیں جانب اپنے رضاعی بھائی کا حق سمجھا۔ جب آپ چلنے پھرنے کے سن میں تھے تو آپ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے۔ فطری طور پر یہ قاعدہ ہے کہ ریوڑ ہو یا گلّہ ہمیشہ آگے آگے جاتا ہے۔ اور چرواہا پیچھے ہانکتا جایا کرتا ہے۔ لیکن اس راعی خیر الامت کی شان دیکھئے کہ بکریاں حضورؐ کے پیچھے چلتی اور حضورؐ سے آگے قدم نہ رکھتی تھیں جب آپ چراگاہ میں بیٹھ رہتے تو بکریاں آپ کے گرد طواف میں شرفِ دیدار میں مسرور رہتیں۔ بغیر کچھ چرنے کے شام کو سیر ہو کر جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ بکریوں کے ساتھ صحرا میں ہی تھے۔ کہ دو سفید پوش صورتِ بشریہ

میں فرشتے آئے۔ انہوں نے باہم گفتگو کی" دیکھو کیا وہی ہے۔ ہاں وہی ہے۔ آپؐ کو بلا کر سینے سے لگایا۔ بھینچا۔ سینہ مبارک چاک فرمایا۔ جیسے مولا کریم نے فرمایا نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ انشرح صدر کے بعد ایک طشت کسی چیز سے بھرپور سینہ میں رکھا اور پھر ملا دیا۔ اور چھوڑ کر چلے گئے۔ آپؐ کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ رضاعی بھائیوں نے دائی حلیمہؓ کو خبر کی ——————

ایک مرتبہ آپؐ کے چچا نے آپؐ کو جنگل میں دیکھا۔ اور اونٹنی پہ پیچھے بٹھا لیا لیکن اونٹنی باوجود مارنے پیٹنے کے نہ اٹھی۔ حکمِ احد رب العزۃ سے بولی کہ اس سید الکونین محبوبِ ربانی کو آگے بٹھاؤ۔۔۔۔۔۔ سبحان اللہ

جب دھوپ ہوتی تو ابر سایہ کرتا۔ آپ کے قدِ مبارک کا سایہ نہ تھا۔ مکھی نہ بیٹھتی۔ جمائی نہ آتی۔ ایک بدوی نے عرض کی یا حضرت اگر فلاں درخت چل کر آ جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا اسے میری طرف سے جا کر کہو وہ گیا کہا اے شجر! تجھے رسولؐ خدا نے بلایا ہے۔ وہ اپنی جڑوں سمیت اکھڑا اور حاضر ہو گیا۔ پھر حکم حضورؐ سے واپس بھی چلا گیا۔۔۔۔۔

چونکہ آپ کے معجزات بے حد و بے شمار ہیں میرا مقصد کچھ اور ہے اس لئے اس پر اکتفا کرتا ہوں ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم انبیائے سابقہ کی تصدیق فرمانے والے اور سب نبی آپؐ کے لئے باعثِ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ماننے والے اور امداد کرنے والے تھے۔ ——————

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات بے احتیاج اور حاجت روا ہے۔ اس کو کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ اس نے سب کارخانہ عالمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بنایا ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا ۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا شبِ اسرٰے آپ نے آسمانوں پر اپنا نام لکھا ہوا پایا۔
مَامَرَرْتُ بِسَمَاءٍ اِلَّا وَجَدْتُ اِسْمِیْ فِیْهَا مَکْتُوْبًا دو جھۃ اللہ علی العلمین"
حدیث شریف میں ہے ۔ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے صاحبزادے
حضرت شیث علیہ السّلام سے فرمایا
ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے جنت میں ٹھہرایا ۔ تو میں نے ہر جگہ اسمِ محمدؐ
لکھا دیکھا۔ ہر محل و چبارہ پر نظر آیا ۔ نامِ محمدؐ میں نے حورِ عین کے سینوں ۔ جنت
کے پتوں ۔ شجرِ طوبیٰ و سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں ۔ پردوں کے کناروں فرشتوں کی آنکھوں
میں لکھا پایا ۔ (خصائص کبرٰی)
اے دوست ! یاد رکھو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہی ذات ہے ۔ جو
کائنات کا واحد سہارا ہیں ۔ ع من آں خدا را پرستادم کہ ربِ محمدؐ است ۔
فَاتَّبِعُوْنِیْ یعنی اتباعِ مصطفٰے کی شانِ مقام و رفعت کا اندازہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ
یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ سے لگائیں۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب زانوئے علی ابن ابی طالب پر سر رکھے آرام
فرماتے تو دیکھو ان کا کیا حال ہوا۔
وقتِ صلوٰۃ العصر جا رہا ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ خوفِ خدا سے اشک
بہا رہے ہیں۔ لیکن ادب مانع ہے۔ جگاتے نہیں۔
محبت ایک عجیب نشہ ہے۔ حضرت امام حسینؓ پیٹھ پر بیٹھے ہیں ۔ سرورِ عالمؐ
سجدہ سے سر بھی تو نہیں اٹھاتے
یہ ایسی باتیں ہیں جو عشقِ رسولؐ سے خالی بندہ کو اللہ سے ملنے نہیں دیتیں ۔
اللہ تعالیٰ خزانہ معرفت سے محروم نہ رکھے اور نہ جذبہ محبت سے دور رکھے

خدایا بدہ شوق ذاتِ رسول
بدر دِ محمدؐ مرا کن قبول

صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و اهل بیتہ اجمعین

تعارف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اس طرح ہے کہ بشریتِ مصطفےٰ :-
بشر ردی الخلائق چمڑے کا نام ہے۔ یا پھر بشر (شر سے) متعلق ہے
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّار :- پیدا کیا انسان کو بجتی گلی سڑی
مٹی سے

اور چونکہ اس میں قوت خیر کے ساتھ خمیر شر بھی شامل ہے۔ اس لئے انسان کو بشر
شر والا کہا گیا۔ یہ اصول ہے۔ کہ روحِ انسانی قوت شر کے ساتھ ہمیشہ جہاد رکھتا
ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اکبر فرمایا ہے۔ اور اس طرح سے قوتِ
شر زیر ہو کر شکست میں ہار جاتی ہے۔ اور انبیاء کی قوت شر نہیں ہوتی۔ اولیائے
ربانی کی قوتِ شر بے بس عاجز ہو کر اپنا کام چھوڑ بیٹھتی ہے۔ عامۃ المسلمین کا
مقابلہ ہمیشہ شروع رہتا ہے۔ کبھی روحانیت غالب اور کبھی نفسانیت اس
کا نام نفسِ لوامہ ہوتا ہے۔ مفصل ذکر بابِ جہادِ اکبر میں پڑھیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدالانبیاء ہیں انشراحِ صدر کے ساتھ
ہی قوتِ شر زائل کر دی گئی تھی۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔
آپ کو خیر البشر اس لئے کہا گیا کہ جس نے آپ کے سامنے زانوئے ادب جھکایا
اس کی قوتِ شر خیر سے بدل دی

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عبدہٗ عبادت گزارِ حق اور رسولہٗ اس اللہ کریم کے
فرستادہ احمدِ نام نامی یعنی وہ ذات جس نے تمام کائنات سے بڑھ کر حمدِ
باری کی ہو۔ پس آپ ملائکہ۔ جن و بشر اور تمام موجودات سے زیادہ ثناخوانِ
حق تھے۔ اس لئے آپ کا صفاتی نام عَبْدُهٗ شانِ عظیم کی علامت ہے۔

نتیجہ :- آپ نور بھی ہیں بشر بھی۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے
ان کی بشریت سے نرالی اور آپ کا نور تمام انوار سے برتر محفلِ ادب میں

جھگڑا کرنا باعثِ ہلاکت و خسارا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ستر ہزار حجاب میں محجوب ہے۔ اسی طرح میرے نور پہ ستر ہزار پردے ہیں۔ کوئی دیکھے تو کیا دیکھے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

عربی کا ایک شعر ہے۔ ؎

وَ لِکُلِّ نَبِیٍّ فِی الاَنَامِ فَضِیْلَۃٌ   وَ جُمْلَتُھَا مَجْمُوعَۃٌ مُحَمَّدٌ

یعنی ہر نبی کو جو فضیلت ملی۔   وہ سب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا ہوئیں

؎ حسن یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پہلے عباد اللہ سے ہیں۔ اور عبدہٗ ورسولہٗ کا ارشاد کافی ہے۔ اس لئے یہاں

عبد و معبود کا ذکر ہونا چاہیے۔

عبد بمعنی عبادت گزار۔   معبود بمعنی سزاوارِ عبادت

درجاتِ عبادت تعمیل حکم۔ ادب و احترام۔ محبت و عشق۔ عجز و انکساری۔ خدمتِ خلق۔ حق العباد۔ حقوق اللہ۔

نتائج:۔ دنیا میدانِ عمل ہے۔ آخرت میدانِ الجزاء۔

دوست کا محبت کرنے والا محب وہی ہوتا ہے۔ جو اپنے حبیب کی ہر ادا۔ ہر سنت۔ فعل۔ کردار و اخلاق۔ میں ہر اس کی چیز سے انس و محبت کا اظہار بطریق احسن کرے

اللہ تعالیٰ ہر دنیا و مافیہا اور آخرت۔ ارض و سماء کا خالق۔ مالک۔ مطلوب و مقصود ہے۔ اور انسان اس لئے ہے کہ اس کی تمام عنایات۔ نوازشات کا عملاً۔ فعلاً۔ قولاً۔ مطالعہ کرے۔ اور پھر اپنے دل کو رجوع الی اللہ کی ترغیب دے۔

وہ رب العالمین یعنی ہر چیز کو بتدریج ترقی دینے والا اور مکمل کرنے والا ہے۔ اس کے دربار میں سب سے احسن الخالقین مخلوق انسان ہے۔ باقی کائنات انسان کی روحانی ما

جسمانی ۔ تقویت تعشق ۔ پرورش کے لئے معرض وجود میں آئی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آخر کار صرف دو ہستیاں اللہ و رسولؐ عاشق و معشوق باقی رہتی ہیں۔ اگر وہ خود رب العلمین ہے ۔ تو محبوب اس کا رحمت العالمین ۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے ۔ دو جہان کا مالک ہے ہر جہان کا ۔ لیکن اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بنایا ہے۔ سب کچھ گویا یہ اس نے اپنے محبوب کو تحفہ عنایت فرمایا ہے ۔ گویا جہان ان سب اشیائے دنیا و مافیہا کا تعلق رب العزت سے ہے ۔ وہاں اسی طرح ان کا خاص تعلق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ہم اس معاملہ میں والی جہاں رب پکارتے ہیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مالک و آقا کہہ سکتے ہیں ۔ کیوں کہ یہ اب انہی کا ہے انہی کے لئے۔

یہ بھی ہے کہ جس کا تحفہ ہے تصرف کا حق دار بھی وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کا ہر گھنٹہ ۔ ہر پردہ و حجاب ۔ بناؤ بگاڑ ہر بات ـــ سے آپ کو آگاہ فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا ہے ۔ ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

بھائی بات یہ ہے کہ گھر کی خاص خبر صاحب خانہ ۔ مشین کے پرزہ پرزہ کی حقیقت مالکِ مشین ہی جانتا ہے ۔ اور پھر کوئی ایسی چیز جب کسی کو دی جاتی ہے ۔ تو پھر اس کے متعلق مفصل تفصیل نفع و نقصان ۔ بناؤ بگاڑ کی خبر اس کو دے جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو معراج پر لے جایا گیا ۔ اور وہ باتیں جو عام بندوں سے حاجب و محجوب تھیں ۔ ان سے آپ کو علم بخشا گیا ۔ اور فرمایا گیا یہ بات تیرے میرے درمیان ہے دوسرے کو خبر نہ ہو۔

دوستو ! جو علم انسانی طاقت کے اندر ہے ۔ وہ ہم سب پر ظاہر ہے اس کا نام ظاہری علوم اور شریعت ہے ۔ جو باتیں ہم سے مخفی ہیں ۔ وہ ان کو معلوم ہیں ۔ ہمیں علم بہت کم عطا ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے قیامت کی نشانیاں بتا دیں لیکن عرصہ نہ بتایا کہ کب ہو گی
اشارۃً اور کنایۃً دن جمعہ - ماہ محرم تلک بتا گئے یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کو معلوم نہ ہو۔ نہیں
معلوم ہے۔ لیکن وہ اتنا بتاتے تھے - جتنا اللہ تعالیٰ حکم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کی
لوگ روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے محمدؐ تو کہہ دے امرِ ربیّ ہے۔ وہ خوب جانتا ہے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف جو بات پھیر دی اس لئے کہ لوگ آپ سے بعند نہ ہوں اور کافروں
کو بتانا بھی تو مقصود نہ تھا۔

یہ ظاہر باہر ہے کہ جو بات ظاہر ہوا اس کا علم ہر دوست کو دشمن کو ہو جاتا ہے۔ کیا
ہم بھی ایسے نہیں کرتے کہ کوئی بات تو ایسی ہوتی ہے۔ کہ ہر ایک کو بتا دیتے ہیں کوئی ایسی
ہوتی ہے۔ جو اپنے محرموں اور دوستوں تلک محض پہنچاتے ہیں۔ اور کوئی ایسی جو
کسی کو بھی نہیں بتایا کرتے۔

یہ دنیا درس گاہ ہے۔ ہر سوال کا جواب دینا ہے۔ تو ہم ان مثالات سے
اس نتیجہ کو پالیں۔

اے بنی آدمؑ! تجھے نیکی کی طرف راجع ہونا چاہیے اور برائی سے احتراز بتقاضائے
بشریت ارتکابِ جرم پر بوسیلہ نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معافی مانگ۔
جس طرح دنیا میں دوست کا کام دوست اپنے دوست سے کرا دیتے ہیں۔ اس کا یہ
مطلب نہیں ہوتا کہ کام کرنے والا اور کرانے والا ہم مرتبہ ہیں۔ نہیں کام کرنے والا اعلیٰ
ہے۔ اور کام کی عرض جو کرے وہ پھر بھی محتاج ہے۔ البتہ یہ ہے کہ انسان سوچتا ہے
کہ اس کی بات ضرور مان لی جائے گی۔ اور اپنی قابلِ اعتبار گزارش نہیں ہوتی۔

اے بنی آدمؑ! تجھے مجلسِ مقربان و اولیاء اللہ۔ بزرگانِ دین کا حکم ہے نہ کہ غیر اللہ
کے پاس۔ گو اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ کیا مسجد کیا مندر۔ کیا کعبہ اور کیا بت خانہ۔
مسجد بیت اللہ شریف۔ روضۃ الرسول زیارت گاہیں ہیں۔ کہ وہاں اللہ یاد آتا ہے
ایک مرض کی ہزار دوا ہوتی ہے۔ لیکن اس دوا کو حاصل کیا جاتا ہے۔ جس سے جلدی شفا ہو۔

ہمیں اولیاء اللہ کی دربار کی حاضری یوں ضروری ہے۔ کہ شرابِ توحید کے جام پیئے جائیں۔

ایک باپ کے دو بیٹے ایک اپنے باپ کے بھائیوں۔ بہنوں کے پاس جاتا ہے تمام رشتہ داروں سے ملتا ہے۔ اور ان سے محبت کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہتا ہے کہ باپ کے ہوتے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں مجھے میرا باپ کافی ہے۔ نہ چچاؤں کے پاس جاؤں نہ خالہ جی کے پاس۔ نہ پھپھیوں کی ضرورت نہ ماموں کی۔

ان دونوں میں ضرور دوسرا بیٹا ناپسند ہے۔ اور پہلا بیٹا اچھا۔ اچھا بھائی جس طرح کوئی سمجھے۔

اے بنی آدمؑ! عبد کو معبود تک پہنچنے میں کئی منازل طے کرنی ہیں اس لئے ان حضرات کا ساتھ ضروری ہے۔ جو اس راہ کی خبر رکھتے ہیں۔

دنیا درس گاہ ہے۔ اور میرا مقصد یہ ہے۔ کہ انسان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اس کی عطا کردہ چیزوں کی نعمت اور احسان سمجھتے ہوئے قدر کرے۔ پھر ان چیزوں اور رازدار حقیقتوں سے آشنا کرنے والی ہستیوں سے محبت کرے اور ان کا حسبِ مراتب ادب و تعظیم کرے۔

اور پھر یہ بھی کہ دنیا چند روزہ ہے۔ فانی ہے۔ اس سے تعلق دار معاملات مثلاً خورد و نوش۔ تہذیب و تمدن سے جتنی تعظیم اور ادب ضروری ہے۔ اس سے زیادہ ان کی تعظیم ضروری ہے۔ جو فیوضات و برکات اور تربیتِ روحانی پر قادر بنائے گئے ہیں اور پھر جب مراحلِ دار العمل سے نکلیں تو وہ طاقت آتی ہے۔ جو اس کارخانہ کی مالک ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ عبد کس طرح سے صفتِ ربوبیت میں رنگیں ہو کر مشرف ہوتا ہے۔ اور معبود تک کس طرح رسائی ہوتی ہے۔ لو سنو!

بچہ جنم لیتا ہے۔ تو والدین سے آنکھیں چار ہوتی ہیں۔ وہ ماں باپ کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ تو جب وہ چار پانچ برس کا ہوتا ہے۔ تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ والدین اس کی ہر حاجت کو پورا کرتے ہیں۔ وہ معاشرہ سماج کے تاثرات لیتا ہے جس طرح دوسرے

بھائی بہنیں والدین کا ادب و احترام یا تعمیل حکم کرتے ہیں۔ وہ بھی اسے اپناتا جاتا ہے۔
پھر والدین اسے استاد کے پاس بٹھاتے ہیں ۔ وہ پڑھتا ہے۔ علم حاصل کرتا ہے جب طرز و تمدن اور سماج کے اصولوں سے واقف ہوتا ہے۔ تجربات مشاہدات کرتا ہے وہاں اسے والدین کے ادب اور استاد کی عزت دونوں کا سبق ملتا ہے۔ بشرطیکہ سماج اس کے لئے معاون ہو کیوں کہ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالع ترا طالع کند

مقولہ صحیح ہے۔
پھر بتدریج اس کی عقل۔ فکر۔ غور و تدبر کی قوتیں بڑھتی اور تقویت بہ علم و تعلیم پاتی ہیں۔ وہ برے بھلے۔ اچھے برے۔ حلال۔ حرام۔ صاف۔ گندے میں فرق دیکھتا ہے۔ خود تمیز کر سکتا ہے۔
پھر اسے دوسرے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور عام لوگوں سے تعلقات پیدا کرتا ہے۔ اور حصولِ مقصد کی خاطر ان کا بھی احترام کرنے لگ جاتا ہے۔
پھر والدین، استاد یا دیگر اقرباء کی صحبت سے بچہ نماز پڑھنے۔ قرآن خوانی میں لگ جاتا ہے۔ اس طرح سے رب اپنی ربوبیت کی صفت اس بنی آدمؑ میں آشکارہ فرماتا ہے۔ پھر بچہ جوان ہو جاتا ہے۔ وہ خود اتنا ہی سوچ سکتا ہے۔ کہ جتنا اس کے ماسوا اہل دنیا پھر اس پر حکمِ الٰہی آتا ہے۔ کہ اب تو اس رب کو پہچان۔ جس نے تجھے اس مرتبے تک پہچانے کے لئے والدین۔ اساتذہ۔ اعزہ اقربا۔ دوست و احباب علم۔ عقل۔ فکر اور اعضائے و منع عطا فرمائے۔ تو اس کی نعمتوں کو یاد کر۔ انعامات و احسانات کا شکر ادا کر۔
اب انسان دنیا کے کاروبار سے وقت بچا کر وہ کسی بزرگ اولیاء کے پاس جاتا ہے۔ کہ وہ اسے ربِ واحد سے روشناس بنائے۔
پھر بزرگانِ دین۔ اولیاء اللہ اس کے قلب ذکر و ورد سے عبادات کے زیادہ کرنے سے ہوتے ہیں۔ اور اس میں صحیح عبودیت کی شان پیدا فرماتے ہیں۔

مرشد بنی آدمؑ کو عبد بنا دیتا ہے۔ اور دو ہستیوں سے آشنائی بخشتا ہے۔ اوّل رب اللعٰلمین سے دوسرا رحمۃ اللعٰلمین سے۔

رب میں جلالیت۔ رعب داب۔ بزرگی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ اور رحمۃ اللعٰلمین میں رحمت۔ شفقت بہت زیادہ پائی گئی ہے۔

انسان کو اولین یہ سبق ملتا ہے کہ وہ قادرِ مطلق کی بادشاہت میں ہر لمحہ یوں گزارے کہ کسی حکم میں بے ادبی۔ حکم عدولی۔ سستی کا ذرہ فرق نہ آئے۔ کہ وہ خسارے میں آ جائے گا۔ اور اس پہ عتاب و عذاب کا حکم صادر ہو جائے گا۔ وہ قادر مطلق ہے۔ شہ رگ سے قریب تر ہے۔ اور وہ بذات الصدور ہے۔ ہر ادا سے وہ واقف عالم الغیب ہے۔

اور رحمۃ اللعٰلمین سے اس طرح آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ جتنا اللہ تعالیٰ سے خوف ہو اتنا اس سراپا رحمت کا سہارا پکڑنے کے لئے وسیلہ نجات بناؤ۔ کہ وہ تمہیں تمہارا شفیع ہو کر ستار العیوب اور غفار الذنوب کے دربار میں نجات دلائے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ یعنی جو کام ذاتِ الٰہ پیغمبروں کے سپرد کرتی ہے۔ العلماء اس کے وارث بنتے ہیں۔ جو صحیح عالم دین ہوتے ہیں۔ وہ کتاب الٰہی اور احکامِ ایزد تعالیٰ ہم تلک پہنچاتے ہیں۔

اور فیوضات و برکات روحانی کا منبع عنایات خود اخلاق و کردار۔ عمل و جہاد جو کہ صفاتِ حبیبِ کبریا ہیں ان کا تصرف حضرت علی المرتضیٰؑ اور فاطمۃ الزہراؓ کے توسل سے آلِ رسولؐ سید السادات نے اپنی سادات میں فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے دین احکامِ شریعت میں کوتاہی کو برداشت نہیں کر سکتے اور منصور جیسے لوگوں کو سولی دے دیا کرتے ہیں۔ لیکن اولیائے کرام اپنے مریدوں میں روحانی تصرف فرماتے ہیں۔ محبت۔ کرم۔ عنایت سے صحیح البشر بنا دیتے ہیں۔ گویا علمائے دین الحق مرّ کی دوائے تلخ پلاتے ہیں اور اولیائے کرام خوش خلق کا میٹھا شربت پلاتے ہیں۔ یہ میرے مولا کا قانون ہے کہ اپنی ربوبیت اور محبوب کی رحمت دونوں کے ذریعے ہماری اصلاح کی جا رہی ہے۔

اے بنی آدم تیری کا عقل سمجھ اپنی ہے۔ تیرے بھائیوں کی اپنی۔ اے دوست ضروری نہیں کہ ایک مسئلہ میں ہم سب مسلمانوں کی ایک رائے ہو۔

دیکھ مجلس مجلس کا فرق ہوتا ہے۔ ہر انسان اپنی سوسائیٹی کی جماعت کے ممبروں کو کسی دوسری سوسائیٹی میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اگر وہ جائیں تو صدر جماعت کو نہایت برا لگتا ہے۔ اس کا دل رنجیدہ ہو جاتا ہے۔

اے بنی آدم پھر یہ بھی ہے۔ کہ ایک کام کی آقا ایک بار اجازت دیتا ہے تو دوسری بار منع کرے۔ تو ہمیں یہ مجاز نہیں کہ وہاں تو حکم دیا ہے۔ اور مانع کیوں ہو۔

مثلاً یہود و نصاریٰ۔ آتش پرست اور ہندو وغیرہ اللہ کے ماسوا شریک لاتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کو فراموش کر دیا ہے۔ ان کے عقائد توحید یہ ہوتے ہیں۔ کہ خدا ایک تو ہے۔ لیکن وہ سب کام خود انجام نہیں دے سکتا اسے امداد کی ضرورت ہے۔ دوسرے خدا اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ اس سے مرتبہ میں چھوٹے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ جس کا کھائیں گے اسی کا گیت گائیں گے۔

اے بنی آدم ان کا عقیدہ ایسا ہے تو وہ رب العٰلمین کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے وہ مشرک، کافر ہوتے ہیں۔

اسلام نے جو سب کو ایک صف میں بھائی بھائی بنا کر ایک جیسا بنایا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ مسلمان سب حاکم ہیں، یا محکوم ہیں۔ غریب مفلس ہیں یا امیر نہیں مساوات صرف اس کا نام ہے۔ کہ ان کا خدا ایک، نبی ایک، کتاب ایک دین اسلام ایک اور یہ بھی ایک ہیں۔ سب ایک دوسرے کو نگاہِ شرف و عزت سے دیکھتے ہیں

اے بنی آدم! آج ہمارے کچھ بھائی کئی باتوں کو شرک اور کفر کہتے ہیں میرے اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء پر شاہد ہوں گے اور خیر امت باقی تمام امم سابقہ پر گواہ ہو گی۔ اور جب پوچھا جائے گا کہ بعد میں

آنے والی امت پہلی امتوں پر کیوں کر گواہ ہو سکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ ہمیں ان کے اعمال و کردار کی خبر قرآنِ حکیم نے دی۔

جو واقعات بنی اسرائیل، یہود و نصاریٰ اور دیگر امتوں کا بیان ہیں۔ وہ صرف ہمیں باخبر کرنے کے لئے ہیں کہ پہلی امتیں کیسی تھیں۔ اور طرزِ بیان ایسا ہے کہ گویا ہم سے کلام ہو رہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زمانہ نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے سامنے وعظ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے نافرمانی کے ثبوت حضورؐ کی زبان مبارک سے دلواتا تھا اور آج بھی غیر اقوام ویسی ہی مشرک موجود ہیں۔

کسی قوم کے افراد آپس میں کسی مسئلہ پر جھگڑیں تو وہ حق نہیں ہوتا بلکہ یہ منافقانہ چال ہوتی ہے۔ کہ اپنے ہی ساتھیوں کے عیب نکالنا۔

عَبدِیّت

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔

ترجمہ:۔ اور نہیں پیدا کیا جنات اور انسانوں کو مگر وہ اس کی عبادت و معرفت میں رہیں۔

اِس عالم فنا میں مخلوق کئی قسم کی ہیں۔ اور وہ جمادات، نباتات، حیوانات میں شامل ہیں۔ اور مشاہدہ والی بات ہے کہ جمادات زمین و پہاڑ نبات روئیدگی سبزیات۔ اناج و غلہ وغیرہ پر وقف ہیں۔ اور نباتی تمام اشیاء خوراک حیوانات درندوں۔ پرندوں۔ چوپاؤں۔ چرندوں کا کام دے رہی ہیں۔ اور پھر یہ تمام موجودات خدمت انسان کے لئے حاضر ہیں۔

قولہٗ تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ ہم نے فرزندانِ آدم کو عزت دی۔ اور بحر و بر میں ان کے لئے سواریاں عطا کیں، پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں۔ اپنی بہت سی مخلوق پر ان کو برتری اور فضیلت بخشی۔ بنی اسرائیل

اس بہت بڑے انسانِ عظیم کو اگر سوچا جائے تو انسان کی واقعی بڑی شان ہے اور یہ بھی کہ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" ہر چیز ہماری خادم ہے۔ ہمارا فرض اولین ہے کہ ہم مطابق فاذکرونی اپنے اللہ کو یاد کریں کہ اس نے ہم پر فلاں احسان کیا۔ فلاں کرم کیا۔ وہ عزت بخشی یہ ہماری قدر بنائی۔ تاکہ اور مخلوق میں وہ ہمیں مطابق اذکرکم یاد کرے۔ اور جو اس کا وعدہ ہے۔ کہ آخرت اس کے خاص بندوں کے لئے ہے۔ وہ ہمیں نوازے۔

اور اس نے جو ہم سے ایسے محبت بھرے میٹھے وعدے فرمائے ہیں۔ تو واشکرولی اس کا ہر دم شکریہ ادا کرتے رہیں۔

اور ہمارا یہ اقرار ہونا چاہیئے۔ کہ :-

ترجمہ:۔ کیا وجہ ہے کہ میں اس ذاتِ کبریا کی عبادت نہ کروں۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف ہم تم سب نے لوٹ کر جانا ہے۔

جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد ربانی سنا کہ اے محمدؐ آپ حکم دیں اپنے اہلوں کو تاکید نماز کا اور خود بھی پابندی نماز میں جبر و مشقت برداشت کیجئے تو آپ نے اتنی عبادت و ریاضت کی کہ رات کھڑے کھڑے پاؤں ورم کر جاتے۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ پیروں پر ورم چڑھ گیا اس پر لوگوں نے عرض کی آپ کے تو اگلے پچھلے معاملات سب درگزر ہو چکے ہیں آپ کس لئے یہ مشقت اٹھاتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

تمام انسانوں میں حضرت آدم علیہ السّلام سے آخر تک تمام بنی آدم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درجات میں افضل ہیں۔ عبودیت کی انتہا کا آخری نقطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اسی لئے جب ایک صحابیؓ نے محبت کی وجہ سے نماز میں عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کو رَسُوْلُہٗ وَعَبْدُہٗ پڑھا۔ تو آپ نے منع فرمایا۔ کہ منصبِ رسالت

سے شانِ عبدیت آپ کو زیادہ پسند تھی۔ سبحان اللہ

دنیا میں یہ قانون ہے اور اس بات پر اہل دنیا مسرت و شادمانی کا اظہار بھی نہایت مسرت آمیز لہجے میں کیا کرتے ہیں کہ شاید ہی کوئی اور ایسا مقبول منظور اور مانا ہوا کام ہو۔ وہ کیا ہے یہی کہ بادشاہ جس کو حکم دے وہ بڑا خوش نصیب اور ایک ہستی کا مالک ہے۔ یہی نہیں کبھی کبھی بادشاہ اس کی مرضی بھی مان لیتا ہے۔ اور اس کے حسب منشا کام کر دیتا ہے۔ ایک غریب مفلس نادار بندہ تو پاس جا بھی نہیں سکتا۔ اور اسے بادشاہ کے سامنے ہونے کی ہمت بھی نہیں پڑتی۔ چہ جائیکہ کچھ عرض کرے۔ — ہزاروں سینکڑوں میں ایک دو آدمی ہوتے ہیں۔ جو افسران بالا اور بادشاہوں کے پاس رہنے اور ان سے بات چیت کرنے پر قادر ہوں۔

اسی طرح اگر دنیا اور اہل دنیا سے نظر بچا کر ایک دوسری جانب جائیے تو اس سے کہیں زیادہ خوشی کی بات یہ ہے: کہ رحمان نے بندہ سے معبودِ حقیقی نے جو عبد صالح سے کلام فرمائی۔ — سبحان اللہ

امانت الٰہی محبت و عشق اور کلامِ محبت قرآن حکیم تمام کائنات دشت و صحرا کوہ و کاہ وحوش و طیور، باد و نار اور ہر چیز کے سامنے پیش کی گئی۔ سب نے معذوری کی اور جب انسان پر یہ چیز واضح ہوئی تو سینۂ بے کینہ سے لبرو چشم بارِ امانت و خلافت حضرت انسان نے اٹھا لیا۔

نوعِ انسانی سے جو بشر اس قابلیت کا اہل ہو وہ مقرب حق۔ عبادِ صالحین صدیقوں، ولیوں، نبیوں کی جماعتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور پھر ایسے لوگ جو اس راہ میں گامزن ہوں ان کو منزلِ مقصود تک پہنچانے میں مدد فرماتے ہیں۔

حضور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب وقت لیس تھا اور آپ اپنے اللہ رفیق الاعلیٰ کی طرف رختِ سفر باندھنے کو تھے۔ تو جماعت صحابہ کرام سے ایک عاشقِ رسالت مآب۔ بیقرار و بیتاب عالمِ اضطراب میں عرض کی۔ فِدَاكَ أُمِّي وَأَبِي يَا رَسُولَ اللهِ اس وقت تو جو بھی عرض دعا ہوتی ہے۔ اور جو حاجت ہوتی ہے

آپؐ سے کہہ لیتے ہیں۔ لیکن جب آپؐ حجابِ خاک میں ہم سے روپوش ہو جائیں گے تو ہماری فریادیں کون سنے گا۔ قربان جاؤں اس صاحب والیٔ خیر الامت کے آپ نے فرمایا اے صحابی مٹی پر نبیوں کا وجود اللہ عزوجل نے حرام فرمایا ہے۔ اور اللہ والے عالم برزخ میں بالکل زندہ ہوتے ہیں۔

اے دوست یہ خیال نہ کر کہ ہم مر گئے خاک ہو گئے عذاب و ثواب کیسا نہیں خوشی غمی ضرور ہو گی۔ اس لحاظ کوئی بشر بھی مُردہ نہیں ہوتا۔ کفار بھی پڑے قبروں میں عذاب میں مبتلا رہتے ہیں ــــ تو میرے آقا سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارے اعمال صبح و شام مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ میرے پاس سے ہو کر بارگاہِ حق تعالےٰ میں اٹھائے جاتے ہیں ــــ اور عبدیت کے مقام میں جو قدم رکھے۔ اس کے لئے فرضِ عین ہے۔ کہ مطابق اطیعو اللہ و اطیع الرسول ہر حکم الٰہی قرآن مجید اور ہر حکم محمدی جو احادیث میں مذکور ہے۔ اطاعت میں فرق نہ آنے دے۔ اور مطابق فَاتَّبِعُوْنِیْ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اپنائے اور نقشِ قدم پر چلنے میں نہایت محتاط رہے۔ ورنہ خسارہ ہوگا۔

اسلام نے عبودیت کے چند اصول وضع فرمائے جن کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہ

(۱) قلب یہ جسدِ خاکی میں مثالِ آمر و شہنشاہ ہے۔ اس لئے دل کی نیت اخلاصِ قلبی صدقِ حقیقی اور انابتِ حق رجوع الی اللہ شرط ہے۔ تو بہ کرنا اس عروجِ منزلت میں پہلا زینہ ہے۔ اور محبت ایسی محبت جس میں طمع۔ غرض نہ ہو خالص محبت للہ ہو

(۲) زبان یہ اس قلعہ کا صدر دروازہ ہے۔ اور تمام اعضاء بدن اس سے روزمرہ یوں عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر تو سلامت رہی تو ہم بخیر و عافیت سے رہیں گے، لیکن تو بگڑی تو سارا نظام بدل جائے گا۔

زبان سے یہ گواہی دینا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ذکر دائمی کہ ایک لمحہ بھی یادِ خدا سے غافل نہ ہو۔

التزامِ استعانت و دعا ۔ ایسی دعا لازم کرے اپنے پر جس میں اپنے اللہ سے عبودیت کے فرائض کی ادائیگی میں مدد مانگے۔ کہ مولا کریم فرماتے ہیں۔ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ کہ جسے وہ چاہے ہدایت دے تبلیغ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۔ لوگوں کو حسب طاقت اور حسب لیاقت اسلام کی تبلیغ کرے۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں :- جسے میری ایک نصیحت ملے اسے تمام لوگوں تک پہنچانا اس کا حق ہے۔ تعلیم ناواقف کو درس اسلام دینا۔ علومِ شرعیہ سے آگاہی۔
باقی اعضاء کا قول سے سننا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ؕ۔ قرآنِ حکیم کا سننا حکم رسول صلعم کا سننا۔ نیکی کی باتیں بغور سننا اور دماغ سے سمجھنا۔
آنکھوں سے عجائبات دنیا کا اس طرح دیکھنا کہ عبرت حاصل ہو معرفتِ الٰہی کیلئے دیکھنا اکل حلال و حرام اور مشتبہ اشیاء سے احتراز اور فرق کرنا۔ خشوع وخضوع۔ عجز و فروتنی میں رہنا۔
قلبی سخن ہائے نیکو کا سننا اور ان پر عمل کرنا۔ نفسانیت سے بچنا۔
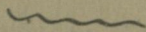
باب چہارم

عملی حیات کی جھلک

یعنی

سیرت بزرگانِ سلف

اللہ عزوجل اور اس کے انبیاء و رسل

پسرانِ آدم علیہ السلام ہابیل و قابیل

عملی حیات سیرت اسلاف

انبیاء و رسل

روحانیت کے طبیب اور اہل دنیا کے نعیب

بلال و حسان رضی اللہ عنہم

ولایتِ مصطفےٰ اور ورثۃ الانبیاء

اقوال متفرقات

ادب و احترام اور اولیاء کرام

کفار پر حضور کا رحم و کرم

سید القوم خادمہم

عملی حیات کی جھلک یعنی سیرت بزرگانِ سلف

پسران آدم علیہ السلام ہابیل و قابیل

ہابیل علیہ السلام اور قابیل آپس میں جھگڑ پڑے آدم علیہ السلام نے ان کو راہ خدا میں قربانی دینے کا حکم فرمایا۔ ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی۔ لیکن قابیل کی رد کر دی گئی۔ قابیل کا غصہ بڑھ گیا۔ نفس امارہ اور ابلیس لعین نے اس کو کج راہ دکھا دی۔ اس نے ہابیل کو قتل کی دھمکی دی۔ ہابیل نے کہا

"بیشک اگر تو مجھ پر ہاتھ بڑھائے گا قتل کرنے کو تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ کہ تجھے قتل کروں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ آخر قابیل نے قتل کر دیا۔ اور پھر لاش اٹھائے اٹھائے جنگلوں میں پھرتا رہا۔ اور تنگ ہوا مگر ڈر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کے پاس نہ گیا۔ وہاں دو کوے آئے اور لڑ پڑے ایک نے دوسرے کو مار دیا پھر چونچ سے گڑھا کھودا اور مردہ کوے کو زمین میں دبا دیا۔"

"اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔"

پھر قابیل نے بھی اسی طرح بھائی کی لاش دفن کر دی۔ گویا انسان کی پہلی موت قتل تھی۔ اور نسبت ابلیس کی وجہ سے قابیل اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت نبوت سے منقطع ہو گیا۔

نوح علیہ السلام کی دعا پر کفار پر عذاب آیا۔ سوتیلے بیٹے کو فرمایا:

"اے میرے بچے میرے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو"۔ اور جب وہ نہ مانا اور ڈوبنے لگا تو حضرت نوح علیہ السلام نے ازراہ شفقت پدری عرض کی:

"اے میرے رب یہ میرا بیٹا ہے اور میرے اہل سے ہے۔ تیرا وعدہ سچا ہے"۔

"فرمایا اے نوح یہ تیرے گھر والوں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کافر تھا۔
اس کے کام بیشک بہت نالائق ہیں۔

اس کہنے پر نوح علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں اس طرح معافی طلب کی۔

اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور نہ رحم کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض مولا تو کس طرح روز محشر بنی آدم کو اٹھائے گا۔

"اے میرے پروردگار دکھا مجھے کس طرح مردے زندہ فرمائے گا"

اللہ نے فرمایا: "کیا تجھے یقین نہیں؟"

خلیل الرحمن نے عرض کی: "ہاں یقین ہے لیکن دل کا قرار چاہتا ہوں"

اللہ کا حکم ہوا۔ مور، کبوتر، مرغ، کوا پال کر ان کو اپنے سے مانوس بناؤ اور پھر ذبح کر دو اور دیکھو اللہ کی حکمت۔ پس آپ نے اسی طرح فرمایا۔ ان کا گوشت ملا دیا اور جب پکارا تو وہ باری باری زندہ ہو کر حاضر ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عزیز علیہ السلام نے ایک شہر کو کھنڈر میں تبدیل دیکھا تو عرض کی مولا کس طرح زندہ فرمائے گا یعنی آباد کرے گا اس شہر کو۔ اسی خواہش اور خیال میں آپ ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے۔ اپنا گدھا باندھا اور سالن روٹی لٹکا، پھر اسی جگہ آرام کرنے لیٹ گئے اور اللہ کے حکم سے آپ کی روح روک لی گئی۔ جاگے تو اللہ نے فرمایا:

فرمایا یہاں کتنا ٹھہرا۔ آپ نے عرض کی

"دن بھر ٹھہرا یا اس سے کچھ کم۔"

اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تو یہاں سو برس ٹھہرا۔

"دیکھ اپنا طعام اور پانی کہ باسی نہ ہوئے" اور دیکھ گدھے کی ہڈیاں کس طرح اٹھاتے ہیں اور گوشت پہناتے ہیں۔"

ان واقعات سے قیامت کے برحق ہونے کے ثبوت دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح اصحاب کہف جو پکے موحد مسلمان تھے۔ وقت کے حاکم ظالم سے بچنے کی خاطر ایک غار میں سو رہے۔ ان کا کتا بھی وہیں سو رہا۔

"اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں۔ اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں۔ اور ان کا کتا کلائیاں پھیلائے چوکھٹ پر سوتا ہے۔ غار کی مدت گزر گئی۔ جب جاگے تو کچھ بولے ہم ایک دن سوئے یا کچھ کم دوسروں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے"۔

آخر ان میں سے ایک چھپ چھپا شہر کچھ سودا خریدنے گیا۔ سکہ قدیمی بادشاہی کی وجہ سے پکڑا گیا وقت کا حاکم نیک تھا۔ اور وہ اس سوچ میں تھا کہ قوم کو کس طرح باور کرائے کہ قیامت برحق ہے۔ اور ضرور آنے والی ہے۔ پس یہ دلیل اسے مل گئی۔ ان باتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں خصوصاً انبیاء اور اولیاء کی ہمیشہ حفاظت فرماتا ہے۔ اور ان کی مشکل گھڑیوں میں دستگیری فرماتا ہے۔

اور کہا ان سے ان کے نبی نے اور اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے :

کہ آئے پاس تمہارے وہ تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کو تسکین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون علیہ السلام کی چیزیں تبرک کی اٹھا لائیں گے اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے۔ تمہارے لئے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

یہ تابوت شمشاد لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ تین ہاتھ اور دو ہاتھ لمبا چوڑا۔ اس میں انبیاء علیہم السلام کی قدرتی تصاویر تھیں۔ تورات کی تختیاں۔ عصائے موسیٰ اور آپ کے کپڑے۔ نعلین شریف۔ عمامہ حضرت ہارون علیہ السلام کا اور کچھ مَنّ کے ٹکڑے۔

یہ صندوق ملائکہ نے لا کر طالوت کے سامنے رکھ دیا۔ یہ طالوت حضرت بنیامین بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے۔ اور حضرت شموئیل علیہ السلام پیغمبر خدا نے آپ کو بادشاہ بنایا۔ کہ ان کو حکم الٰہی تھا کہ اپنے عصا کے برابر جس کا قد ہو اسے بادشاہ بنا دیں اور طالوت کے سوا کسی کا قد عصا برابر نہ ہوا۔

اور یہ صندوق فوج کے آگے رکھا جاتا اور لڑائی لڑی جاتی تھی۔ اس طرح سے اسلامی فوج کامیاب ہوتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کی نسبت سے چیزوں سے اہل دنیا کو فیض ملتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا مولا کسی اپنے دوست مردِ خدا کی ملاقات کا شرف عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بحری سفر کرنے کا حکم فرمایا۔ اللہ کے کلیم ایک ساتھی سمیت چل پڑے جن کا نام حضرت یوشع بن نون تھا۔ اور سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے اور موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ روٹی ساتھ تھی اور ساتھ مچھلی بھنی ہوئی باندھی تھی۔

وہ پھر جب دونوں دریاؤں کے کی جگہ بحیرہ فارس اور بحیرہ روم کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے۔ جس نے سمندر میں اپنی راہ لی۔ جہاں آپ نے آرام فرمایا تھا۔

پھر لوٹے۔ مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی۔ آپ اس کے نشانات کو دیکھ کر چلتے رہے
ساتھی کو چھوڑا اور خود اندر چلے ــ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم اپنے پاس سے

رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔

کیا تمہارے ساتھ میں رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

آپ نے خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھے کچھ وقت اپنے ساتھ رہنے کی خصوصی اجازت دی

جائے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی

کہا عنقریب اللہ چاہے تمہارے کسی حکم کا خلاف نہ کروں گا چنانچہ آپ

دونوں چل پڑے اور تین چار باتیں دکھائیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام ہر بار فرماتے اس کا مطلب

میری سمجھ سے بالا ہے۔ آخر خضر علیہ السلام نے فرمایا پہلی باتوں کی تفصیل بتائے دیتا ہوں اور آئندہ

میں آپ کو ساتھ نہیں رکھتا ــــــــــــــــــــ " اور فرمایا تھا جو کشتی تھی وہ

محتاجوں کی تھی۔ کہ دریا میں کام کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ کشتی عیب دار کر دوں تاکہ وہ ظالم بادشاہ

جو عنقریب کشتیاں چھیننے والا ہے۔ اس سے بچ جائے اور ان کا کام نہ رکے۔ اور آپ سمجھتے

تھے کہ انہوں نے ہم سے کرایہ بھی نہیں لیا۔ اور بیڑی کیوں توڑ دی۔

(۲) اور وہ لڑکا جس کے والدین نے ہماری خدمت کی میں نے اسے قتل کر دیا۔ آپ نے سمجھا کہ اچھا

نہیں کیا۔ چونکہ لڑکا بڑا ہو کر فسادی اور والدین کو جہنم کی راہ دکھانے والا تھا۔ ہم نے اسے قتل کر دیا اب

انہیں اللہ ایسی اولاد بخشے گا۔ جو بہت ہی نیک ہو گی۔

(۳) اور دیوار گراکر نئی بنا دی کہ اس کے نیچے دو یتیم بچوں کا مال دفن تھا۔ اب وہ جوان ہوں گے تو

نکال لیں گے ملتے تک یہ دیوار نہ گرے گی۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ ہر علم میں ایک اور علم ہے اور یہ علم بے انتہا ہے۔ اور یہ بھی کہ کم

علم والوں زیادہ عالم اور نیک لوگوں کی تقلید اور پیروی اور صحبت ضروری ہے۔ پیر و مرید اور بیعت

کا مسئلہ بھی اسی سے منسلک ہے۔

قوم لوط پر اللہ کا عذاب آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے جب بتایا کہ وہ عذاب کے فرشتے ہیں۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کی جیسے کوئی جھگڑتا ہو۔

:: ہم سے قوم کے بارے جھگڑنے لگا۔

"بیشک ابراہیم حلیم آہیں بھرنے والے اور رجوع کرنے والے تھے"۔

ہ:۔ "اے ابراہیم چھوڑ دو اس خیال کو"

ء۔ "بیشک تیرے رب کا حکم آپہنچا"۔

حضرت ایوب علیہ السلام جب بیماری کے بعد تندرست ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مبارک باد دی کہ اللہ کا شکر ہے کہ آپ تندرست ہو گئے۔ آپ نے فرمایا جبرائیل جو لذت بیماری میں تھی وہ اب میسر نہیں ہے۔ فرمایا جب میں بیمار تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا تھا۔

" اے ایوب کیا حال ہے۔ یہ باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اللہ عزوجل اپنے انبیاء کی بڑی شان قدر فرماتا ہے۔ اور اسے اپنے نبیوں سے بہت پیار ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام سے فرمایا۔ اے یونس! اگر تم مچھلی کے پیٹ میں میرا نام نہ لیتے تو آپ باہر نہ آسکتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پردے میں رہتے اور غسل بھی پردہ میں فرماتے۔ لوگ کہتے کہ شاید آپ کے تن بشریہ میں کوئی نقص ہے جو چھپائے رکھتے ہیں چنانچہ آپ غسل فرماتے تھے کہ جس پتھر پر کپڑے رکھے تھے وہ اللہ کے حکم سے چل پڑا۔ آپ کپڑوں کی خاطر دوڑے تو لوگ یہ دیکھ کر آپ ماشاءاللہ تمام لوگوں سے بہترین جسم کے مالک ہیں شرمسار ہوئے۔

بارگاہ رسالت میں حاضری کے آداب اللہ رب العزۃ نے مسلمانوں کو خود قرآن مجید میں ارشاد فرمائے جب آپ نے دعوت فرمائی اور کھانا کھلایا۔ کچھ لوگ کھانے کے بعد بھی بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس موقع پر حضور کو بیٹھنا ناگوار ہوا۔ اللہ نے فرمایا جب اللہ کا پیغمبر لوگوں کو دعوت دے تو فوراً حاضر ہوں اور جب فارغ ہو جائیں تو فوراً اٹھ کھڑے ہوں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں زیادہ دیر بیٹھ کر بے ادب نہ ہوں تو کتنا اچھا ہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے بلند

آواز نہ نکالو۔ ـــــــــــ "اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتاتے والے نبیؐ کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو"۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیائے کرام کی حفاظت آداب اور ان کی محبت فرماتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے جب لاپرواہی بر تی گئی تو آپ اتنا روتے اتنا روتے کہ مجمع میں سے کئی لوگ شریک غم ہو کر فوت ہو جاتے۔ آپ نے عرض کیا مولا جب میں زبور پڑھتا تھا تو جن وآدم، پرندے چرندے درندے گزندے سب شوق سے سنتے تھے لیکن اب کوئی نہیں آتا اللہ نے فرمایا اے داؤد وہ وقت نیکی کی فضیلت ظاہر کرتا تھا۔ اور یہ معصیت کی ذلت ظاہر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید میں تھے اور رہائی کے بارے باورچی اور ساقی سے فرمایا جو تم میں بچ جائے وہ بادشاہ کو یاد دلائے۔

پس اسی عتاب میں جبریل امین حاضر ہوئے اور کہا اے یوسف دیکھیے ایک پر مار کر زمین میں بہت گہرا گڑھا ظاہر کر کے دکھایا کہ وہاں ایک پتھر تھا۔ پتھر توڑ دیا اس کے اندر ایک کیڑا ظاہر ہوا جس کے منہ میں سبز پتہ تھا۔ فرمایا اے یوسف یہ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ روزی کا خود ذمہ دار ہے اور آپ نے غیر خدا سے امداد طلب فرمائی ہے۔

نوٹ:۔ شاید کوئی یہ سمجھے کہ غیر خدا سے مدد مانگنا جرم ہے۔ یہ بات نہ تھی بلکہ نزدیکاں را بیش حیرانی جتنا قرب ہو اتنا ہی توکل چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ کے بارے میں کفار نے سوال کیا۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ بتاؤں گا۔ اور انشاء اللہ کہنا یاد نہ رہا کئی دن تک وحی نازل نہ ہوئی۔ اور مشکل ہوئی لوگوں نے عجیب عجیب باتیں بنانا شروع کر دیں۔

عشق ومحبت میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ جدائی کی لذت سے بھی انوکھی ہے بس پھر جبریل امین حاضر ہوئے۔ اور اللہ کا سلام اور پیغام دیا۔

"چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا، نہ مکروہ جانا اور بیشک پچھلی تمہاری پہلی سے بہتر ہے اور بیشک قریب ہے کہ رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے ———————— اور جب بھی کچھ نوش فرماتے ضرور کچھ خیرات فرماتے۔ ایک دن کوئی مہمان نہ ملا سفر فرمایا اور ایک بوڑھے جاہل شخص کو بلا کر روٹی پیش کی۔ اس نے بغیر ہاتھ صاف کرنے اور بسم اللہ کے کھانا شروع کر دیا۔ آپ کو اچھا نہ لگا اور رنجیدہ ہوئے۔

"اللہ کریم نے فرمایا اے ہمارے خلیل سُن یہ شخص کتنی عمر سے ہمارے ہاں سے روزی کھا رہا ہے۔ اس نے کبھی شکر یہ ادا نہیں کیا۔ اور آج تم نے اسے کھانے پر بلا کر پھر روک دیا"۔

ایک دفعہ اللہ کے فرشتے حاضر ہوئے اور وہ انسانی صورت میں تھے۔ انہوں نے اللہ کی تسبیح بیان کی۔ ———— بعد آپ نے فرمایا میرے اللہ کی حمد پھر بیان کرو"۔ انہوں نے بھیڑوں کا ایک گلہ پیش فرمایا۔ انہوں نے ایک بار پھر بھی کلمہ دہرایا۔ آپ نے مزید پڑھنے کو کہا تو وہ بولے:۔ اب تمہارے پاس کوئی چیز نہیں کیا دو گے۔ فرمایا اللہ کی حمد بیان کرو اور مجھے نوکر رکھ لو میں تمہاری بھیڑیں چراؤں گا۔ ...... اللہ اکبر،

انہوں نے عرض کی یا ابراہیم خلیل اللہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں آپ کا شوق دیکھنے آئے تھے۔ ہم آپ کے بھی خادم ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آئے تو فراق عرفان الٰہی میں بہت روئے کہ آنکھوں کے پانی سے ایک نالہ جاری ہوا۔ جانوروں نے وہ پانی پیا تو انہیں عجیب لذت آئی۔

ایک ہرنوں کا ٹولہ آپ کے پاس پہنچا۔ زیارت کی اور آدم علیہ السلام نے ان کے سر پر دست محبت پھیرا۔ ان میں خوشبو پیدا ہو گئی۔ وہ گئے تو ایک اور ہرنوں کا گروہ آگیا۔ اسی طرح آپ نے ہاتھ پھیر دیا۔ لیکن خوشبو پیدا نہ ہوئی۔ انہوں نے پہلے ہرنوں سے شکوہ کیا پہلے ہرنوں کا قہقہہ بلند ہوا اور انہوں نے کہا میاں ہم تو گئے ان کی زیارت کرنے اور اللہ نے ہم میں یہ برکت پیدا کر دی۔ اور تم صرف خوشبو کے طالب تھے۔ زیارت اور شوق نہ تھے

کی وجہ سے محروم رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ وعظ فرماتے تھے اور وہ ایک بند مکان تھا۔ جہاں مخصوص لوگ حاضر تھے۔ آپؐ کے ایک صحابی عبداللہ بن اُمِّ مکتوم جو نابینا تھے۔ وہاں شوق دیدار اور سننے کے اشتیاق میں پہنچ گئے۔ اور عرض کی حضورؐ جو کچھ آپ کو اللہ نے سکھایا ہے مجھے بھی سکھائیے۔ یہ بات سرور دو عالمؐ کو اچھی نہ لگی کہ بے وقت گفتگو شروع کر دی اور مجلس کے آداب کا خیال نہیں کیا۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے گو غلطی فرمائی لیکن چونکہ وہ عشق اور محبت کے رنگ میں غلطی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد کو کمال عقیدت فرمایا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام گھر تشریف لے گئےؐ اور وہ صحابی وہیں کھڑے آپ کے طالب پریشان ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان نابینا عاشق رسولؐ کی سفارش فرمائیؑ اور یہ فرمایا

:۔ تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس ایک نابینا حاضر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ طریق سے خبر دی کہ ادب و احترام کا لحاظ رکھا۔ ایسا ہی واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا کہ فرشتے انسان کی صورت میں مسئلہ پوچھنے آئے اور حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ بات ان کی ہی تھی۔ اللہ اکبر۔

:۔ "وہ جو تمہارے حضور دوڑتا آیا اور ڈر رہا ہے"

:۔ "اور تم اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو"۔ مطلب یہ کہ ان کی خطا معاف کر دو کہ وہ تمہارے عشق کے نابینا ہیں اور ان سے منہ نہ پھیرو۔

چونکہ دلوں کو منور کرنا اور ان سے غیریت کا زنگ دور کرنا اللہ کریم کی طرف سے انبیاءؑ اور اولیاء اللہ کا فرض ہے اور حضور علیہ السلام کا پہلا نمبر ہے اس لئے آپ کو روحانی طبیب کہنا بجا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ آپ

روحانیت کے طبیب اور اہل دنیا کے نصیب

کس طرح سے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دیہاتی سبزی فروش خادم و اصحابی تھے۔ وہ جب بھی منہ دی

میں مال لاتے۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں کچھ نہ کچھ پیش فرماتے اور حضورؐ فرماتے کہ یہ ہمارے گاؤں ہیں اور ہم اس کے شہر ہیں اور اسے آپ بھی کوئی نہ کوئی چیز ضرور دیا کرتے۔

ایک روز منڈی میں بولی ہو رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے۔ آپؐ نے ان اصحابیؓ کو دیکھا اور چپکے سے اس کی آنکھوں پر پیچھے کھڑے ہو کر ہاتھ رکھ دیئے۔ وہ بولا کون ہے؟ کون۔ آپ نے ہاتھ اٹھا لئے تو وہ دیکھ کر کچھ شرمندہ ہو گئے اور قدم بوسی فرمائی۔ زاہر بولے حضورؐ مجھے خریدے گا سو نقصان اٹھائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ زاہر نامی اصحابی تھے۔ آپؐ نے اسے اٹھا لیا اور فرمایا کوئی اس کو بھی خریدے گا؟

آپ کے ایک اصحابی تھے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ ان کے سر کے بال بہت زیادہ لمبے اور ان کٹے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی۔ فرمایا میں چھوٹی عمر کا تھا کہ حضور علیہ السلام نے محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔ اس کے بعد میں نے بال نہیں کٹائے کہ میں چاہتا ہوں وہ بال جن پر آپ کے ہاتھ مس ہو گئے ہیں۔ حجام کی نذر نہ کروں۔

ایک دفعہ آپ نے فصد فرمایا اور خون ایک شخص کو کسی محفوظ جگہ پر انڈیلنے کا حکم فرمایا۔ جب صحابیؓ واپس آئے اور حضور نے پوچھا خون کا کیا کیا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سوچا جہاں بھی خون پھینکوں گا بے ادبی ہو گی۔ لہذا میں نے خود پی لیا۔

اسی طرح آپؐ نے ایک دفعہ رات کو ایک برتن شریف میں پیشاب فرمایا۔ صبح کو دیکھا تو برتن خالی تھا۔ گھر کی مالکہ سے پوچھا تو وہ کہنے لگیں حضور میں نے سمجھا کہ پانی ہے اور میں نے وہ پی لیا۔ آپ نے فرمایا تو پیٹ کی جملہ بیماریوں سے محفوظ ہو گئی۔

ایک نابینا کافر بہت پریشان تھا۔ اس کی بیٹی جو خفیہ طور پر مسلمان ہو گئی تھی۔ اس نے حضور علیہ السلام کے نعلین شریفین کی گرد جھاڑ کر سرمہ بنایا اور آنکھوں میں ڈالا ہی تھا کہ وہ بینا ہو گیا۔ سرمہ کی حقیقت پوچھی تو بہت خفا ہو گیا اور چھری سے آنکھیں زخمی کر دیں۔ لیکن یہ نور، نورِ محمدؐ تھا صلی اللہ علیہ وسلم آنکھیں زیادہ ہی روشن ہو گئیں۔

ایک صحابیؓ جو غریب تھے۔ خریدنے کی ہمت نہ تھی جو چیز نئی دیکھتے وہ ادھار خرید لیتے اور حضورؐ کے لیے لے جاتے اور حضور علیہ السلام استعمال فرماتے جب دکاندار تقاضا کرتے تو حضور علیہ السلام سے کہتے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے چاہا کہ یہ نئی چیز سب سے پہلے آپ کی نذر ہو اور میں غریب ہوں شوق پورا کیا ہے۔ حضورؐ مسکراتے اور مطلوبہ رقم ادا کر دیتے۔

دوران جنگ ایک صحابی کے تیر لگا اور آنکھ کی پتلی باہر آ گئی وہ اٹھائی اور حضور کے پاس چلے گئے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ درست فرما دیں۔ آپ نے اس کو لعاب دہن سے تر کر کے آنکھ میں رکھ کر پٹی باندھ دی اس کی روشنی پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی۔

ایک بادشاہ نے اپنا جاسوس بھیجا جب وہ واپس گیا تو اس نے اس طرح کہا۔ اے بادشاہ یہ لوگ کبھی شکست نہیں کھا سکتے کہ جب ان کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) وضو فرماتے ہیں تو ان کا پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرتا۔ ان کے سب خادم تقسیم کر کے اپنے چہروں پر مل لیتے ہیں

ایک بڑھیا نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرما دیں اللہ مجھے جنت نصیب کرے آپ نے فرمایا: "بوڑھی جنت میں نہیں جائیں گی" یہ فرمایا اور نماز پڑھنے چلے گئے۔ بڑھیا بہت روئی اور پریشان ہوئی۔ جب آپ کو اس کا حال معلوم ہوا تو فرمایا "بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی لیکن جوان صورت میں"........ اللہ اکبر

حضرت انس رضی آپ کے اصحابی و خادم تھے اور بچے تھے۔ آپ ان کو یا ذی الاذنین (او دو کانوں والے) کہہ کر پکارتے اور وہ بہت خوش ہوتے۔

عبداللہ بن بشیرؓ بچے تھے آپ کی والدہ نے انگور دیئے کہ جاؤ حضور علیہ السلام کو دے آؤ۔ انہوں نے راہ میں انگور کھا لئے۔ فرماتے ہیں اس بات کا میری والدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گیا۔ اس کے بعد حضور مجھے پیار سے کبھی کبھی فرماتے یا غدر یا غدر (اے دھوکا باز اے دھوکا باز)۔

بانصیب اہل دنیا میں سے ایک حضرت بلال رضی بھی تھے۔ چنانچہ یہاں حضرت بلالؓ

کا کچھ حال بیان ہوتا ہے۔ حبش کے ملک سے غلام کی حیثیت میں فروخت ہوتے ہوتے مکہ شریف کے ایک امیہ نامی کافر کے ہاں اس کے خاص خادم اور غلام تھے لیکن جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے وحی آپ نے سنی تو دل سے اسلام لے آئے اور پھر اَحد اَحد کے نعرے لگانے لگے۔ امیہ کو علم ہوا کہ آپ رضی مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ یکدم دشمن ہو گیا۔ گرم ریت پر ننگی پیٹھ لٹانا۔ گرم لوہے کے داغ دینا۔ زبان کیلوں سے لہو لہان کرنا اس کی طرف سے روزمرہ کی سزا تھی۔ جب رسول پاک ص کو بتایا گیا تو آپ نے صدیق اکبر رض کے سامنے فرمایا: بلال کو بہت دکھ دیئے جا رہے ہیں اللہ کرے وہ آزاد ہو جائیں۔

یارِ غار رسول ص سمجھ گئے اور فوراً بلال سے ملے اور تسلی دی کہ انہیں جلد آزاد کرا لیا جائے گا۔ ؎ دانے کہن دیوانے تائیں نال خموشی دے رہنا

عشق کہتے میں نہ مناں ہر دم احد اَحد ہے کہنا

جب آپ کو آزاد کرا لیا گیا تو آپ بہت روئے۔ حالانکہ پہلے بہت صابر تھے۔

حضرت صدیق اکبر رض نے فرمایا اب تو خوشی کا مقام ہے۔ اب کیوں روتے ہو؟

فرمایا: روتا اس لئے ہوں کہ میں بدصورت ہوں اور وہ سید الرسل ص ساری کائنات سے حسین۔ خدا جانے مجھے قبول بھی فرمائیں گے کہ نہیں۔

حضرت صدیق اکبر رض نے فرمایا: اے بلال! یاد رکھو۔ میں نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تمہیں آزاد کرایا ہے وہ کیوں نہ قبول فرمائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔

پھر جب آپ رض مجلس انوارِ نبوت ص میں پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بلال وہ بلال، عاشق بلال رض کو آپ ص نے سینے سے لگا لیا۔ اور کمال مہربانی سے نوری کرن ہائے محبت سے حضرت بلال کو معمور کر دیا۔

حضرت بلال خیر الامت کے پہلے موذن بن گئے اور بڑی محبت اور عشق سے اذان کہتے۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰہ پر ملائکہ اور خود اللہ عزوجل آپ کی آواز پر متوجہ ہوتے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے بلال کے چلنے کی آواز کئی بار سرِ عرش اور جنت میں خصوصاً شب معراج سنی۔ نبی اکرم ص کی وفات پر فراق غم کی وجہ سے بلال مدینہ سے چلے گئے۔ ایک شب خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رض کو طلب فرمایا آپ رض فوراً روضہ من ریاض الجنۃ کی حاضری میں کشاں کشاں پہنچ گئے۔ اور پھر تمام لوگوں نے آپ کو اذان دینے کیلئے کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ بالآخر حضرت امام حسن رض کے کہنے پر آپ رض نے اذان کہی اور جب اشہد ان محمد ًپر پہنچے تو سنبھل نہ سکے اور غش کھا کر گر پڑے۔ اللہ اکبر۔

شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ

زمانہ جاہلیت اور مشرکینِ مکہ کا شاعر امرؤالقیس عرب کا ایک مشہور شاعر تھا۔ جو اسلام کے خلاف شاعری کرتا تھا اور اس کے مقابلہ میں جنابِ حضرتِ حسّان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صفت و نعت میں بہت اونچا اور بلند مقام حاصل کیا آپ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر کفار و مشرکین کی ہجو بیان کی۔ (ایک حدیث) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے امرؤالقیس جہنم جانیوالوں شاعروں میں پہلا نمائندہ ہے۔ اسی طرح جنت کے مکین شعرائے اسلام کا پہلا نمائندہ (حضرت) حسّان بن ثابت ہے۔ اور رہنما ہے۔

یہ ایک ایسی جلیل القدر شخصیت کے حضور خراجِ عقیدت تھا جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو نعت خوانی کا شرف حاصل تھا۔ اور ان کے سننے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اللہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسّان کے حق میں یوں دعا فرمائی۔

اے اللہ حسّانؓ کی رُوح القدس (جبریلؑ) سے تائید فرما۔

یہ وہ حسّان تھے جن کے کلامِ محبت سے متاثر ہو کر رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چادرِ انور عطیہ و انعام عطا فرمائی۔

آپ بنو نجار کے قبیلہ انصار سے تھے۔ آپ ہجرت سے ساٹھ سال قبل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ عرب کے قبائل اوس و خزرج کے جھگڑوں میں بنو خزرج کی نمائندگی کرتے تھے۔ اور شاعری میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

اسلام لانے کے بعد آپ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ ۱۲۰ سال عمر پائی مطلب یہ ہُوا کہ ساٹھ سال زمانہ جاہلیت بھی دیکھا اور پھر ساٹھ سال حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح سرائی اور نعت خوانی میں گزارا۔ آپ کا کلام بزبانِ عربی مدح۔ ہجو۔ مرثیہ۔ غزل ہر طرح سے

ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ انصار مدینہ سے خطاب فرما رہے تھے۔ اللہ اللہ۔ کیسا پیارا مجمع تھا۔ آپ نے فرمایا:۔ جن لوگوں نے اللہ کے رسول کی مدد مال اور ہتھیاروں سے کی ہے۔ اُنہیں کونسی چیز مانع ہے کہ وہ اپنی زبان سے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔ یارسول اللہ میں اِس کا ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنے وعدہ کو کمال محبت۔ احتیاط اور شوق سے پورا فرمایا۔ آپ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔

حضرت حسان اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ عقیدت

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین خوبصورت میری آنکھوں نے نہیں دیکھا آپ سے زیادہ حسین کسی عورت نے نہیں جنا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں۔ گویا جیسا آپ چاہتے تھے ویسا آپ کو پیدا کیا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تا قیامت جاری رہے گا آپ کے فوت ہونے کے بعد سے اس کا نام "وَلایتِ مصطفیٰ بمطابق العلماء وَرَاثۃ الانبیاء" ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

تم میں سے میری مثل کون ہے۔؟ مَیں تو رات کو سوتا ہوں۔ تو میرا رب مجھے کھلا بھی دیتا ہے اور پلا بھی دیتا ہے۔ (روح البیان از علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ)

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو:۔ سرِ انور برکت سے۔ آنکھیں حیا سے:۔ کان عبرت سے اور زبان ذکر سے:۔ ہونٹ تسبیح سے چہرہ انور رضا سے اور سینہ مبارک اخلاص سے دل مبارک شفقت و رحمت سے۔ ہتھیلیاں سخاوت سے اور بالوں کو جنت کی کیاریوں سے اور لعابِ دہن شہدِ جنت سے پیدا فرمایا اور جب ان کمالات سے آپ کو مکمل فرمالیا تو یہ وجودِ رحمت امت کی طرف بھیج دیا۔ (روح البیان)

حضرت سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ان الفاظ میں بلند آواز سے سلام عرض کیا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ السلامُ يا جَدِّی ہر سلام ہو آپ پر یا میرے دادا جان جواب آیا وعلیک السلامُ یا وَلَدِی اے میرے بیٹے سلام تم پر بھی آپ وجد میں آ گئے اور عرض کیا۔

ترجمہ: دُوری میں تو قدم بوسی کیلئے رُوح کو نائب بناکر بھیجا کرتا تھا۔ اب جسم کی باری ہے۔ اب تو ذرا ہاتھ بڑھا دیجئے۔ تاکہ میں اس کو بوسہ دوں۔

پس روضہ انور سے دستِ نبُوت ظاہر ہوگیا۔ جیسے کہ الشمس فی نصف النھار اللہ اکبر ———— کتنے بلند پایہ حضرات ہیں آپ کے غلاموں میں۔ اللہ۔ اللہ۔

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں نوّے ۹۰۰۰۰ ہزار آدمیوں نے یہ مشاہدہ دیکھا۔

نور العج والثج :۔ کتاب حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی۔

ترجمہ: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم بناکر بھیجا اور رعب کے ساتھ مدد دے کر۔ اور میں سویا تھا کہ میرے ہاتھوں پر زمین کے خزانوں کی کنجیاں رکھ دی گئیں۔

خدا تعالیٰ در ہمہ جا پیغمبرِ خود را تصرف دارد : رشعتہ المعات حضرت شاہ عبد الحق اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ہر جگہ تصرّف کی اجازت دی محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

اہلِ سنّت وجماعت کے چاروں مذہب برحق ہیں

شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترجمہ: کہ ان چار مذاہب کے سوا تقلید میں کہیں باہر قدم نہ رکھو جہاں تک ممکن ہو سب میں تطبیق کی کوشش کرو۔ حضور علیہ السلام کو اپنی اُمت بہت پیاری ہے۔

ترجمہ: اگر میں اپنی امت پر یہ بات شاق نہ سمجھتا تو انہیں نمازِ عشاء دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

وَعِزَّۃِ رَبِّی اَنَا ذَالِکَ الکوکب :۔ میرے رب کی عزت کی قسم میں ہی وہ نورانی تارہ تھا۔

(روح البیان)

یہ الفاظ آپ نے اس وقت فرمائے تھے جب جبریل علیہ اسلام نے عرض کیا تھا کہ میں نے انسان کی تخلیق سے پہلے ایک تارے کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا۔ جو ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا۔

جب تک دنیا میں ایک بھی سچا ولی اللہ حضور علیہ اسلام کا تابعدار دنیا میں رہیگا قیامت نہ آئے گی۔

ترجمہ :۔ یعنی زمین پر کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا تو قیامت آئے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت آدم علیہ اسلام روزِ محشر اپنی اولاد سے فرمائیں گے۔ میرے سوا کسی اور طرف جاؤ۔ اور دوسرے پیغمبر بھی یہی کہیں گے۔ آخر عیسیٰ علیہ اسلام فرمائیں گے۔ اِذْھَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاؤ۔

چونکہ اپنی پیدائش سے پیشتر بھی کاملین دنیا میں تصرف فرما سکتے ہیں تو بعد وفات یہ زیادہ ممکن بات ہے۔ حضرت باباآب ریز قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ حضرت آدم علیہ اسلام کی خاکِ تن کے گوندھے جانے پر پانی ڈالنے کے لیے ڈیوٹی دیتے رہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے پشتِ آدم میں اتارا۔ پھر میں نوح علیہ اسلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا۔ پھر نارِ نمرود کے وقت پشت ابراہیم میں تھا۔

اَنَا اِبْنُ الذَّبِیْحَیْنِ : میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں۔

(۱) حضرت اسماعیل علیہ السلام ۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب نبی علیہ اسلام کے دادا نے منت مانی تھی۔ اور پھر جب حضرت عبداللہ کے ذبح کا وقت آیا۔ تو آپ کے بدلہ میں اونٹوں کا ہدیہ دیا گیا۔ اس قرعہ اندازی میں پہلے دس پھر بیس۔ پھر تیس علیٰ ہذالقیاس ۹۰ نوّے اونٹ مقرر ہوئے لیکن ہر بار آپ کا نام نکلا۔ آخر سو اونٹوں کے قربان ہونے پر آپ بچ گئے۔

ترجمہ : بوقت پیدائش حضور کی والدہ نے جو نور دیکھا جس کی چمک سے انہیں شام کے محل نظر آگئے وہ میں ہی تھا (نبی علیہ اسلام)

حضور علیہ اسلام کے والدین از آدم علیہ اسلام تا حضرت عبداللہ اسلام پر تھے۔

شرح مسلم الثبوت میں ہے۔

ترجمہ: شانِ مصطفیٰ: آپ کے بلانے پر کسی اُمتی کی نماز نہیں جاتی نہ ٹوٹتی ہے۔ آپ کے متعلق خانہ کعبہ سے یہ آواز سُنی گئی۔

ترجمہ: سب تعریف اس کے لیے جس نے مجھے محمد مصطفیٰ کے لیے خاص فرمایا۔

دائی حلیمہ کی اسواری نے گواہی دی۔ سید الاولین و الآخرین میری پشت پر اولین و آخرین کے سید اسوار ہیں ان کی برکت سے میری کمزوری جاتی رہی۔ اور میرا حال اچھا ہوگیا۔ ——

ایک شخص گوہ پکڑ لایا۔ پس گوہ نے عرض کی لَبَّیْکَ یا رسول رب اللعٰمین۔

حضور نے فرمایا تم کس کی عبادت کرتی ہو۔ بولی۔ جس کا عرش ہے آسمان پر اور بادشاہی زمین پر۔ دریا میں جس کا راستہ۔ جنت میں جس کی رحمت اور جس کا عذاب جہنم میں ہے۔ ترجمہ: تو آپ رسول رب اللمین نبیوں کے خاتم آپ کو ماننے والا فلاح پا گیا۔ اور نہ ماننے والا خسارہ میں رہا۔ (حجتہ اللہ)

حضرت علی فرماتے ہیں۔ ترجمہ: میں نے دیکھا کہ ہر درخت۔ ڈھیلا اِلّا قال السلامُ علیکَ یا رسول اللہ پہاڑ جو بھی راہ میں آیا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول تم پر سلام ہو۔

المختصر: آپ کی باتیں۔ معجزات اور واقعات سے دفتروں کے دفتر پُر ہیں۔ اور بطور برکت۔ تکمیلِ مضمون کے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے ——————

جاننا چاہیئے کہ حضور علیہ اسلام کے احکام نافذ کرنا۔ اور عمل کی ترغیب دینا۔ دِلانا۔ آپ کے امت کے اکابرین کا کام تھا۔

پس سب نے اپنی اپنی علمی قابلیت اور شوقِ رسول میں یہ باتیں ہم تک پہنچانے کا انتظام فرمایا۔

لہٰذا ان سب سے محبت رکھنا اور ان سے تعلق جوڑنا ہی اصل روحِ ایمانی ہے حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں۔

ترجمہ :۔ جان لے ہر وہ بات جس سے تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو۔ کسی مسلمان کو نہیں چاہیئے کہ اس کے بارے بحث کرے۔ یا مطالبہ دلیل کا کیونکہ اس میں بے ادبی پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ : کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے ، اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے صرف ان بزرگان حق کے فرمان مدرج کرتا ہوں جن کا اسوۂ حسنہ ساری امت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

اور ایسے اَقوالِ **متفرقات** کی ابتدا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے کرتا ہوں

(۱) حضور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایک مرتبہ اپنے کرتہ کی طرف خیال آیا۔ اور دوسری بار کسی روز اپنے جوتا کے تسمہ کی طرف خیال گیا۔ تو دونوں حالتوں میں آپ نے کرتہ مبارک اور نعلین شریفین خیرات کر دیئے۔

(۲) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باغ میں نماز ادا فرمائی اور ایک پرندہ پھلوں کو نقصان دے رہا تھا۔ آپ اس کی طرف ایک لمحہ متوجہ ہوئے۔ بعد نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور واقعہ عرض کیا۔ ساتھ فرمایا۔ یا رسول اللہ میں نے وہ باغ جس کی حفاظت کا خیال میری نماز میں خلل انداز ہوا۔ میں نے وہ صدقہ کیا۔

صدقہ اور زکوٰۃ کا مال حضور علیہ اسلام اور ان کی اولاد سیّد خاندان پر لینا منع ہے کیونکہ یہ دونوں مال امرا لوگوں کی آمدنی کی مَیل ہیں۔ اور ان کی شان بہت بلند ہے چنانچہ صدقہ کی کھجوروں سے ایک کھجور امام حسن علیہ اسلام جو بچے تھے منہ میں ڈالی تو حضور علیہ السلام نے فوراً نکلوا دی فرمایا کخ کخ القہا :۔ پھینک دے۔

رشوت خور لوگوں کے بارے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کا فرمان بیان فرمایا کہ ایسے ظالم حکام راشی لوگوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ جو ستر برس بعد نیچے پہنچیں گے۔ گرنے

میں ستر برس لگیں گے۔

ترجمہ: دانا وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو رام کر لیا۔ اور موت کے بعد کیلئے عمل کیا۔ (حدیث نبوی)

موت کو وہ لوگ زیادہ یاد کریں جو دنیا کی لذتوں میں مشغول ہیں۔

کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا :۔ خلق کی نصیحت کو موت کافی ہے۔

ترجمہ:۔ میں تیری ملاقات کا شوق طلب کرتا ہوں۔ اور تیرا بزرگ چہرہ دیکھنے کی لذت چاہتا ہوں۔ دعائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ احدیت میں (جو نیک بندے ہیں وہ میری ملاقات کے شائق ہیں۔ اور میں انکی ملاقات کا زیادہ شائق ہوں۔ (حدیث قدسی)

حضرت داؤد علیہ اسلام پر وحی نازل ہوئی کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ساری رات سوتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جو مجھے تلاش کرے میں اس کے ساتھ ہوں۔ محبت کی شرط پوری ہوتی ہے پاک ہونے سے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی مقام صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رب العلمین میں حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ لوگوں پر عام تجلّی فرمائے گا۔ اور ابوبکر کے لیے خصوصیت سے

ایک بزرگ جو ایک شخص پر زیادہ مہربان تھے ان سے دوسرے مریدوں نے اس بات کی شکایت کی کہ ہم سب میں اس کو آپ زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔

ان بزرگوں نے ان کو ایک ایک چڑیا عطا کی اور کہا جاؤ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھے۔ جب واپس آئے تو سب کی چڑیاں ذبح تھیں۔ اور اس مذکور مرید کی چڑیا زندہ تھی۔

آپ نے ان کے سامنے مرید مذکور سے پوچھا۔ کیوں ذبح نہیں کی۔ اس نے عرض کی حضور کوئی ایسا مقام یا جگہ نہیں جہاں اللہ نہ دیکھتا ہو۔ پس میں نے ذبح نہیں۔ فرمایا دیکھو یہ بات ہے اس کی تکریم کی۔ از کیمیائے سعادت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امیر لوگ غربا کے بعد جنت میں جائیں گے۔ ایک روایت میں چالیس برس اور دوسری میں پانچ سو برس کا وقفہ ہے۔ اور فرمایا بوجہ تونگری کے تمام انبیاء کے بعد جو غنی جنت میں جائیں گے۔ وہ حضرت داؤد علیہ اسلام ہوں گے۔ اور میرے صحابہ کرام میں اس

گروہ میں سب سے اخیر عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں گے ۔ اللہ اکبر

فرمایا دو باتوں سے زیادہ بڑھ کر کوئی چیز نہیں ایمان باللہ اور دوسرے مسلمانوں کو نفع پہنچانا اور دو باتیں زیادہ کوئی بری چیز نہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک سمجھنا ۔ اور مسلمانوں کو ستانا

فرمایا عالموں کے پاس بیٹھو ۔ عقل مندوں کی باتیں سنو ۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ مُردہ اور سوکھی زمین کو مینہ سے زندہ اور ہریاول کر دیتا ہے اسی طرح دانائی کے نور سے مُردہ اور سیاہ دل کو زندہ اور روشن کرتا ہے ۔

فرمایا پناہ کے طالب کو پناہ دو ۔ خیرات کے طالب کو خیرات دو ۔ دعوت دیئے جانے پر دعوت قبول کرو ۔ اور احسان کا بدلہ دو ۔ موقع نہ ملے تو اللہ تعالےٰ سے اپنے محسن کے لیے دعا مانگو ۔ کہ تمہارا دل تسلیم کرے کہ تم نے اس کا بدلہ دے دیا ۔

فرمایا مزدوروں کی مزدوری ان کے پسینہ خشک ہونے سے پیشتر ادا کرو فرمایا گم شدہ چیز گھر میں لانا گمراہی ہے ۔ ہاں اس کی شناخت لوگوں سے کرانے کے لیے اُٹھا لائے ۔ تو مضائقہ نہیں ۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشادات

آپ کا پہلا نام عبد الکعبہ اور اسلامی نام عبد اللہ تھا ۔ صدیق و عتیق القاب اور کنیت ابوبکر ہے ۔ آپ کے والد صاحب ابی قحافہ عثمان تھے ۔ جو ۹۰ برس کی عمر میں اسلام لائے ۔ آپکی والدہ سلمیٰ کنیت اُم الخیر صحابیہ تھیں ۔ ابتدائے اسلام میں جب کفار نے آپ کو ایذائیں دینا شروع کر دیں تو آپ کی ضمانت ابن الدغنہ نے دی ۔ اور آپ سے مصائب کا زور کچھ ٹوٹا لیکن محبتِ اسلام اور عشقِ الٰہی میں سرِ میدان اللہ کا نام بلند کرنے لگے ۔ اور کفار نے شکایت کی ۔ ابن الدغنہ آپ کے پاس پہنچا اور کہا اب کیا خیال ہے ۔

(۱) صدیقِ اکبر نے فرمایا تمہاری پناہ تم کو مبارک ہو ۔ مَیں اپنے اللہ کی پناہ سے خوش ہوں

(۲) آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی محبت چکھ لیتا ہے پھر اس کو دنیا کی طلب کی فرصت نہیں ملتی۔

(۳) جب کسی مجرم کو پیش کیا جاتا تو فرماتے میری خواہش ہے کہ اس کی ستر پوشی کی جاتی۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی ستر پوشی فرمائے۔

(۴) آپ نے فرمایا مجھے خلافت کی کبھی خواہش نہ تھی نہ پوشیدہ نہ آشکارا اللہ کا خوف اتنا غالب تھا۔ کہ فرماتے افسوس میں کوئی پرندہ ہوتا یا درخت ہوتا یا کوئی تنکا ہوتا کہ قبر کے عذاب سے بچ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے عتاب سے نجات پاتا۔

(۵) آپ کسی سے کوئی سوال نہ کرتے یہاں تک کہ اونٹ کی مہار گر جاتی تو خود اتر کر پکڑتے۔ کوئی پوچھتا تو فرماتے میں کسی سے سوال کرنا نہیں چاہتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دعا آسمان و زمین کے درمیان رہتی ہے یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر درود شریف پڑھا جائے آپ نے فرمایا صبر کی دو قسمیں ہیں۔ پہلا صبر مصیبت پر دوسرا معصیت (گناہ) کے ترک پر فرمایا سخی وہ ہے جو ایسے شخص کو دے جو اُسے نہیں دیتا۔

فرمایا اگر اپنی عزت کا خیال ہے تو دوسروں کی عزت سلام، جگہ دینے اور اچھے نام سے پکارنے کا طریقہ اختیار کرو۔

فرمایا عالم لوگوں سے جدا نہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ بزرگ کوئی مقام نہیں پیدا کیا فرمایا دنیا دار عالم کی دینی بات کا اعتبار نہ کرو۔

فرمایا ایک عالم کا مر جانا ہزار عابد سے جو قائم اللیل اور صائم النہار بھی ہوں ان سے بڑھ کر ہے بوقتِ شہادت اخیر وقت یہ شعر پڑھا۔

ظَلُومٌ لِنَفْسِی غَیْرَ اَنِّی مُسْلِمٌ ۔ اُصَلِّی الصَّلٰوۃَ کُلَّھَا وَاَصُوْمُ

میں اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہوں سوا اس کے کہ میں مسلمان ہوں اور نماز اور روزے

سب ادا کرتا ہوں۔

نمازِ فجر کے وقت صفیں درست فرماتے ہوئے ابو لولو غلام نے آپ کو شہید کر دیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے جانشین خلیفۃ المسلمین جناب

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے زیادہ بربادی یہ ہے اگر جسے بڑی عمر ملے اور سفرِ آخرت کی تیاری

نہ کرے۔ فرمایا اللہ کے احکام کی حفاظت اصل بندگی ہے۔

فرمایا اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو تمہارا دل قرآن مجید کی تلاوت سے کبھی سیر نہ ہو

اور جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا جسے جس

بات کا علم نہ ہو اس کے پوچھنے اور سیکھنے میں شرم نہ کرے فرمایا میں اہل قبور کو اپنا بہتر ہم

نشیں سمجھتا ہوں۔ فرمایا لوگ سوتے ہیں۔ جب مریں گے تو جاگیں گے فرمایا ہر انسان

اپنی زبان تلے چھپا ہے۔ فرمایا شیریں زبان شخص کے بہت بھائی ہوتے ہیں۔

اور فقہ کے چار اماموں میں سے حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا۔ کہ مجھے ایک رات

کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ پوچھا کون ہو عرض کی یا رسول اللہ

آپ کا ادنیٰ امتی ہوں۔ فرمایا اچھا قریب ہو۔ اور اپنا لعابِ دہن امام صاحب کے منہ

میں ڈالا۔ اور فرمایا جاؤ اللہ برکت دے گا۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے آپ کو خواب میں

ایک انگوٹھی عطا کی۔

امام شافعیؒ ایک روز درس دیتے دیتے کھڑے ہو گئے۔ پھر بیٹھ گئے۔ پھر کھڑے ہوئے۔

پھر بیٹھنے پر پوچھا گیا تو فرمایا گلی میں ایک سیّد زادہ کھیل رہا ہے اس کا ادب کرنے کو

کھڑا ہوا ہوں۔

ربیع بن سلیمان نے آپ کو بعد وفات خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک فرمایا۔

امام شافعیؒ نے فرمایا مجھے ایک کرسی پر بٹھا کر مجھ پر زرد جواہر نثار کئے اور کمال رحمت فرمائی۔ امام احمد حنبل جیسے جلیل القدر لوگ آپ کی خدمت میں شاگردوں کی صف میں بیٹھا کرتے۔ اور امام احمد حنبل نے فرمایا میں نے اللہ کریم سے سوال کیا یا مولا تیرا تقرب کس بات میں ہے مجھے جواب آیا میرے کلام شریف کے تلاوت کرنے میں۔

بوقتِ وفات فرمایا سب میرے حق میں دعا کرو۔ میں اپنے سامنے دونوں کے درمیان ابلیس کو دیکھ رہا ہوں جو کہتا ہے افسوس میرا داؤ احمد پر نہ چلا۔ اور مجھے ڈر ہے کیونکہ ابھی میرا سانس نہیں ٹوٹا۔

آپکی دعا سے آخری وقت دو ہزار آتش پرستوں کو مسلمان فرمایا۔ اللہ اکبر۔

اور جناب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں حضرت یحییٰ معاذ رازی فرماتے ہیں مجھے خواب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے روزِ محشر ملنا ہو تو ابو حنیفہ کے جھنڈے تلے آجانا۔

نوفل بن حیان فرماتے ہیں میں نے خواب میں بہشت کے اندر حوضِ کوثر پر حضور نبی کریم علیہ اسلام کو دیکھا۔ امام ابو حنیفہ وہیں کھڑے تھے۔ میں نے پانی طلب کیا امام اعظم رحمتہ اللہ نے فرمایا بغیر اجازت پانی نہیں مل سکتا۔ پھر اجازت ہونے پر مجھے امام اعظم ابو حنیفہ نے پانی دیا جو ہم بہت سے آدمیوں نے پیا۔ مگر ختم نہ ہوا۔

پھر میرے پوچھنے پر امام صاحب نے بتایا کہ

نبی علیہ اسلام کے دائیں طرف حضرت ابراہیم علیہ اسلام اور بائیں جانب ابو بکر صدیق تشریف رکھتے ہیں۔ اس طرح اُنہوں نے وہاں بیٹھے ہوئے سترہ آدمیوں کے نام بتائے اور پھر میں جاگ گیا۔ یہاں کچھ اولیاء اللہ مقربانِ حق کے اقوال رکھتا ہوں۔

احمد خضرویہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں ایک چور داخل ہُوا۔ جو کچھ نہ پانے کے واپس ہونے لگا۔ آپ نے دیکھا اور فرمایا خالی نہ جاؤ یہ ڈول پانی کا بھر و کچھ مل جائے گا۔

صبح ہوتے ہی ایک شخص حاضر ہُوا جس نے سَو روپے نذرانہ رکھا۔ آپ نے وہ چور کو دیتے ہوئے فرمایا یہ تو ایک رات کی نماز کی اُجرت۔ اس نے توبہ کی اور صالحین سے ہوگیا۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ نے چار ماہ تک اپنی انگلی میں پٹی باندھے رکھی۔ شاگرد کے پوچھنے پر فرمایا کچھ نہیں۔

وہی شاگرد حضرت سہل کے مرشد جناب ذوالنون مصری رحمتہ اللہ کے پاس گیا تو ان کی بھی وہی انگلی بندھی دیکھی۔ سبب پوچھا تو فرمایا درد ہوتا ہے حضرت سہل کی بات شاگرد نے دہرائی تو فرمایا۔

بے شک وہی شخص ہے جسے ہم سے پیار ہے اور وہی ہے جسے ہمارے درد کا احساس ہے۔ اللہ اکبر۔

حضرت سہل نے ایک مرید سے کہا کہ فلاں نانبائی ولی اللہ ہے۔ وہ دوکان پر گیا دیکھا نانبائی منہ لپیٹے مٹھائی تیار کر رہا ہے۔ اس نے خیال کیا جو آگ سے بچنے کو کپڑا منہ پر لپیٹے وہ ولی کیسے ہوسکتا ہے۔ اور ولی کو آگ کیا تکلیف دے سکتی ہے پھر اس نے سلام عرض کیا اور کوئی مسئلہ پُوچھا۔

نانبائی نے فرمایا پہلے تم کو مجھ پر اعتبار اور اعتقاد نہیں تو مجھ سے کیا پُوچھتے ہو۔

احمد حرب رحمتہ اللہ علیہ عبادت میں تھے کہ بارش کا زور ہوگیا۔ خیال کیا کہ گھر کی چھت میں پانی نہ بہنے لگے۔

غیبی آواز آئی احمد گھر چلے جاؤ۔ جس کام کو تم یہاں کرنے آئے ہو وہ تم نے گھر بھیج دیا ہے۔

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چور داخل ہُوا۔ اور چوری کر کے واپس ہونے لگا تو اندھا ہوگیا۔ مال رکھ دیتا تو بینا ہو جاتا۔ اٹھ کر چلتا تو پھر نابینا ہو جاتا اور پھر اُسے

غیبی آواز سنائی دی۔ اے چور کیا تو سمجھتا ہے کہ ایک دوست سویا پڑا ہے اور اگر وہ سویا پڑا ہے تو دُوسرا دوست (اللہ تعالیٰ) جاگتا ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ سے کسی مرید نے بطور تبرک کُرتہ طلب کیا۔ فرمایا تباؤ کسی عورت کا لباس مرد پہن لے یا کسی مرد کا لباس عورت پہن لے تو وہ مرد یا عورت بن جاتے ہیں، عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر وہ کام کرو جو میں کرتا ہوں۔ لباس کا کیا ہے۔ چالیس برس عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تکیئے پر سر نہ رکھا۔ ایک روز تکیہ طلب کیا۔ مریدوں نے وجہ پُوچھی فرمایا میں نے آج اللہ کی بے نیازی دیکھی ہے۔

ایک قافلہ نے آغازِ سفر کرنے پر آپ سے خیریت کی دعا منگوائی ان سے فرمایا میرا نام لیتے جانا۔ وظیفہ کرنا۔ راستے میں وہ لوگ چوروں کی زد میں آ گئے اور سب لوٹے گئے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے۔

ان میں ایک شخص یا ابوالحسن یا ابوالحسن کہتا رہا وہ بچ گیا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو مجازاً اوپرے دل سے یاد کرتے تھے۔

اور اس نے ابوالحسن کو دِل سے پکارا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت داؤد طائیؒ نے دعا کرنے کو عرض کیا۔ یا سرکار دعا فرمائیں۔ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے امام صاحب نے فرمایا اے ابا سلیمان آپ عالم پرہیزگار اللہ کے دوست ہو تمہیں میری دعا کی کیا حاجت۔

عرض کیا سرکار آپ اہل بیتِ رسول اور سیّد ہیں۔ آپ کی حاضری عین ایمان ہے فرمایا ابا سلیمان میں خود ڈر رہا ہوں کہ روزِ محشر اپنے نانا کو کیا پیش کروں گا اگر وہ فرمادیں۔ اے جعفر تو نے میری مشابہت کیوں نہ اختیار کی

ادب واحترام اور اولیاء اللہ کا مقام سمجھنے اور سمجھانے میں خاص فریضہ ہے

منقولہ ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ع: ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

سلطان محمود شہنشاہِ دنیا و دیں نے ایک روز خلافِ معمول اپنے وزیر ایاز دوست کے بیٹے محمد نامی کو پسرِ ایاز کہا۔

محمد بن ایاز نے سمجھا کہ بادشاہ سلامت اس سے ناراض ہیں کہ یا محمد کہہ کر نہیں پکارا۔ اور بذریعہ ایاز شکایت بادشاہ تک پہنچا دی۔

سلطان محمود غزنی نے فرمایا بہت خوب۔ بھئی تم ناراض بھی ہو گئے پسرِ ایاز کا نام محمد ہے جو جناب سید الانبیاء کا نام ہے۔ چونکہ میں باوضو نہ تھا لہٰذا نام لینا مناسب نہ سمجھا ——— اللہ اکبر

(۲) خراسان کے ایک سیّد زادے جن کی ملکیت میں ایک باغ اور پن چکی تھی اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ ایک روز باغ میں تھے کہ وہاں علاقہ کے ایک ممتاز مجذوب شیخ ابراہیم ٹہلتے ٹہلتے تشریف لے آئے۔ سیدزادہ نے کمال محبت عقیدت اور خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا۔ اور خوشہ انگور سے مہمانی کی۔ جسے مجذوب نے قبول فرما لیا۔ اور پھر اپنی گودڑی سے کھانے کی ایک چیز نکال کر دانتوں سے توڑی اور سیّد زادہ کو کھلادی ——— اللہ اکبر

دنیا ہی بدل گئی۔ ان سیّد زادہ کو ہمارے لیے خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی بنا دیا

یہ وہی خواجہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ہندوستان کی ولایت بخشی اور اجمیر شریف جن کا مسکن دارالامن بن گیا۔

ایک مسکین غریب یتیم سیدزادی کسی مسلمان کے دروازہ پر آ کھڑی ہوئی۔ لیکن اُس شومئی قسمت کے بخت نہ جاگے۔

ہاں اس کا ہمسایہ یہودی نمبر لے گیا کہ اس نے خود متوجہ ہو کر دخترِ حبیب سرورِ دو عالم کی خدمت کر دی۔ رات خواب میں مسلمان کو ایک جنت کا گھر دکھایا گیا اور بتایا گیا کہ جو اُس بچی کی حاجت پوری فرمائے اس کو یہ گھر ملے گا۔

وہ صبح سویرے اٹھا اور بی بی صاحبہ کو گھر لانا چاہا۔ لیکن اُس میزبانِ آلِ رسول نے مُسکرا کر کہا۔ ہوں ——— اب وہ مکان میرا ہے۔ تجھے نہیں مل سکتا۔ اور ساتھ ہی کلمہ بلند آواز سے پڑھ کر اسلام ظاہر کر دیا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(۳) حضرت جنید بغدادی امام الاولیا ابتدا میں ایک شاہی پہلوان تھے۔ جن کا مقابلہ کوئی نہ کر سکتا تھا۔ کشتی کا ایک اکھاڑہ اور میلا تھا۔ آپ بھی وہیں تھے۔ اور آپ کے مقابلہ میں بہت بڑا انعام رکھا گیا ——— ایک غریب سید صاحب جن کا جسم کُشتی سے ناآشنا تھا۔ حضرت جنید کے مقابل آ گئے اور ان کے کان میں کہا میں ایک غریب سید ہوں۔

پس جنید احتراماً خود ہی شکست کھا گئے۔ اور انعامِ زر ان کو دلوا دیا۔ چنانچہ اُسی شب خواب میں سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوئے اور یہ الفاظ اور فرمان سنا۔ اے جنید تم نے میرے ایک بیٹے کی عزت کو بحال رکھا۔ ہم بھی تجھے اللہ کے نیک بندوں کے عہدۂ ولایت پر بحال کرتے ہیں۔

(۴) ایک گویا اپنا ساز باجہ لیے گاتا جا رہا تھا۔ رستے میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا گذر ہوا۔ تو اللہ کے ولی نے لاحول کا ورد فرمایا۔ گویا یہ سُن کر غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ اور باجہ سرکار کے سر پہ مارا اور آپ کو شدید زخم آ گیا۔ اور

اس کے ساتھ ہی اس کا باجہ بھی ٹوٹ گیا۔

آپ گھر آئے تو حلوہ تیار کرایا۔ اور ایک مرید کو دیا اور ساتھ باجے کی قیمت دے کر فرمایا جاؤ اسے دونوں چیزیں دے آؤ تاکہ اس کا غم غلط ہو۔ اور اس کا باجہ میّسر ہو۔

اور جب اس شخص نے آپ کا یہ سلوک دیکھا تو شرمندہ ہوا۔ اور حاضرِ خدمت ہو کر توبہ کی اور مریدوں عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا۔

آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چور اندر داخل ہوا۔ لیکن کوئی شئے نہ ملی۔ آپ نے سلام پھیرا اور اسے پاس بلا کر فرمایا یہاں بیٹھ جا۔ پھر کہا کہ وضو کے لیے پانی بھرو۔ جو کچھ تمہاری قسمت ہو گی مل جائے گا۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد ایک طالب نے آپ کی خدمت میں سو روپے ہدیہ رکھا آپ نے سو روپیہ اس چور کو دے کر فرمایا۔ لیجئے تمہاری ایک نماز کی یہ مزدوری ہے۔ اللہ اکبر۔ پس وہ تائب ہو کر آپ کے حلقہ متوسلین میں شامل ہو گیا۔

ایک مردِ خدا نے رستے میں ایک پرزہ پڑا دیکھا۔ اٹھا لیا جس پر لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انہوں نے صاف کر کے معطر فرما کر حفاظت سے رکھا۔ رات خواب میں اسے بتایا گیا کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کی ہے۔ ہم بھی تمہارے نام کو دنیا میں عزت کی زینت بخشتے ہیں۔ چنانچہ وہ اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے۔

حضرت سفیان رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔ مجھے ایک روز مسجد میں داخل ہونے پر دایاں پاؤں رکھنا یاد نہ آیا۔ اور غیبی ندا سنی ثور ثور جس کا مطلب بیل تھا یعنی تم حیوان تو نہیں انسان ہو صاحبِ عقل۔

پس میں اللہ تعالیٰ کی اس نظر پر خوش ہوا اور اپنا نام ثوری رکھ لیا۔ واقعات تو ہزار ہا در ہزار ہا ہی سامنے ہیں لیکن بطورِ نصیحت اور تکمیلِ مضمون کے انہی سطور پر ختم کرتا ہوں۔

اب ذرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کفار پر رحم و کرم۔

کفار پر رحم و کرم! دیکھئے ابولہب باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہونے کے بھی خسارہ والوں میں ہو گیا۔ ایک دفعہ اُس نے آپ کو مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔ اور اس کی بیوی ہمیشہ آپ کی راہ میں کانٹے بچھانے پر رہتی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

ترجمہ! ہلاک ہوں ہاتھ ابی لہب کے اور اسے فائدہ نہ دیں مال اور کمائی اس کی۔

اور آگ بھڑک رہی ہے ابی لہب کے لیے۔ اور اس کی بیوی جو ہے۔

جب وہ مر گیا اور کسی نے خواب میں اسے دیکھا تو کہنے لگا۔ سخت عذاب میں مبتلا ہوں ہاں سوموار کی صبح مجھ سے عذاب کی کمی کی جاتی ہے کہ میں نے حضور علیہ اسلام کی پیدائش پر خوشی کی تھی اور ثوبیہ لونڈی کو انگلی کے اشارہ سے آزاد کیا تھا۔

بیوی کا انجام! جنگل میں گٹھا لکڑیوں کا اٹھانے لگی ایک فرشتہ بصورتِ انسان حاضر ہو کر اسے اٹھوایا۔ تو پیچھے سے کھینچ دیا۔ رسی اس کے گلے میں پڑ گئی اور گٹھا کمر پر لٹک گیا اور اسی پھندے میں جنگل میں بھوکی پیاسی ذلت کے ساتھ جہنم پہنچ گئی۔

پس اُسی انگلی سے رحمت کا پانی جاری ہو جاتا ہے اور کچھ تسکین سی ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ میرے چچا ابی طالب جنہوں نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ ان کو دوزخ میں صرف جوتے پہنائے جائیں گے۔ اور باقی جسم بدستور رہے گا۔ کیونکہ انہوں نے میری بہت خدمت کی ہے۔ اللہ اکبر۔

میں اس مضمون کو انہی سطروں پر ختم کر کے نیا مضمون لکھتا ہوں

وما توفیقی الا باللہ

سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ ... ۵

جس کا نام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کی بھلائی میں شاغل رہتے۔ غریب مسکین۔ بیوہ۔ یتیم کی دستگیری فرماتے۔ تعمیر مسجد نبوی ہو رہی تھی۔ آپ بھی اینٹوں کا کام کرتے تھے۔ پسینہ سے شرابور تھے۔ ابو ہریرہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ اینٹیں میں اٹھاتا ہوں

آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ اور اٹھا لاؤ۔ یہ میں ہی لے جاؤں گا۔

آپؐ بازار جاتے تو بہت سے بے سہارا لوگوں کا سامان خرید کر ان کو لا دیتے۔ چنانچہ آپؐ کی تربیت میں صحابہ کرام بھی ماہر تھے۔ اور وہ بھی خدمتِ خلق میں کوشاں رہتے۔

جب صدیقِ اکبر خلیفہ ہوئے تو ایک بچی کھڑی کہہ رہی تھی۔ اب ہماری بکریاں کون دوھے گا کہ جناب صدیقِ اکبر تو اب خلیفہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے سنا تو فرمایا بیٹی فکر نہ کرو۔ میں اب خلیفہ ہو گیا ہوں تو یہ کام اور مجھ پر زیادہ فرض ہو گیا۔ میں روزانہ بکریاں دوہا کروں گا۔

ایک بے سہارا بڑھیا کے گھر کی صفائی اور روٹی پانی۔ چارپائی کا انتظام دیکھ کر حضرت عمر نے پوچھا۔ وہ بولی کوئی علم نہیں ہے ایک شخص صبح صادق سے پہلے آتا ہے سارے کام کر جاتا ہے۔ آپ نے چاہا کہ کھوج لگائیں ایسا شخص کون ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اگلی شب وقتِ مقررہ پر آ چھپے۔ دیکھا تو صدیقِ اکبر کام سے فارغ ہو کر جا رہے تھے۔ اللہ اکبر

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں رات کو گلیوں میں پھرا کرتے اور غربا۔ مساکین کی خبر لیتے کہ کوئی بھوکا پیاسا بیمار ہو۔ تو اس کی دستگیری کی جائے۔

ایک شب ایک خانہ سے بچوں کی گریہ کی آواز سنی اور وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ بھوک سے پریشانی ہے۔ اور یہ خالی ہنڈیا پانی بھری آگ پر رکھی بچوں کے بہلاوے کی خاطر ہے کہ کچھ دیر تک نیند آ گئی تو بچے سو جائیں گے۔

یہ بات سمجھ کر آپ بہت جلدی بیت المال گئے اور باوجود ایک غلام کے ساتھ ہونے کے بھی خود آٹا کی بوری۔ اور دوسرا ضروری سامان اٹھایا اور لا کر خود پکایا۔ اور بچوں کو کھلایا۔ روتے بچوں کو ہنستا دیکھا تو فرمایا اے بی بی عمر کو علم نہ تھا کہ تم اس طرح مفلسی میں ہو۔ اسے اطلاع کرنا تھی تاکہ وظیفہ مقرر ہوتا۔ اور اب اسے معاف کر دو کہ میں یہ بات اسے پہنچا دوں گا۔ وہ کہنے لگی اللہ اُسے حکومت نہ دیتا۔ بڑا لاپرواہ ہے۔ میری دعا ہے اللہ تجھے مسلمانوں

کا امیر بنائے ۔ اللہ اکبر ۔

آپ نے فرمایا بی بی عمر تو میں ہی ہوں جو تم سے معافی طلب کر رہا ہے ۔ ایک شب ایک گھر سے آواز آئی :۔ ماں :۔ بیٹی دودھ میں پانی ملا دو ۔ بیٹی :۔ خلیفہ المومنین نے منع فرمایا ہے ۔ ماں :۔ وہ کب دیکھ رہے ہیں ۔ تھوڑا سا پانی ملا دو ۔ چار پیسے زیادہ مل جائیں گے ۔

بیٹی :۔ پانی ملانا جرم ہے ۔ عمر نہیں دیکھتے تو اللہ تو دیکھ رہا ہے ۔

چنانچہ ماں نے کہا اچھا بیٹی تشکر ہے کہ تو نے مجھے ایک گناہ سے بچا لیا ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح ان کو بلایا ۔ اور ان کی حاجت پوری فرمائی اور اس لڑکی کا عقد اپنے بیٹے سے فرمایا ۔ کہ لڑکی بہت نیک تھی ۔ اسی لڑکی کی اولاد میں حضرت عمر بن عبد العزیز ہوئے ہیں ۔ جن کی خلافت خلافتِ راشدہ کے اصولوں پر تھی ۔

چنانچہ ایک شب یہی عمر بن عبد العزیز کام کر رہے تھے کہ چراغ تیل نہ ہونے کی وجہ سے گل ہونے لگا ۔ پاس بیٹھے ایک مہمان نے کہا کہ تیل ڈال دوں ۔ آپ نے فرمایا مہمان سے کام لینا بہتر نہیں ۔ اس نے کہا کہ کسی غلام کو جگا لیں فرمایا وہ سارے دن کے کام سے تھک کر آرام کرنے لیٹے ہیں ۔ ان کو جگانا بھی مناسب نہیں ۔ پھر خود اٹھے اور تیل بتی درست کی اور فرمایا ۔ کام کرنے سے پہلے میں عمر بن عبد العزیز تھا اور اب بھی وہی عمر بن عبد العزیز ہوں کام کرنے سے بدل نہیں گیا ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمیشہ خیرات اور سخاوت میں لگے رہتے ۔ ایک دن لکڑیاں اٹھائے گھر جا رہے تھے ۔ کسی نے کہا یا عثمان کسی خادم کو کہتے ۔ اٹھا کر گھر پہنچا دیتا ۔

فرمایا بیشک اس وقت میرے پاس پانچ سو خادم موجود تھے لیکن میں صرف اپنے نفس کی اصلاح کی خاطر اٹھا کر گھر لے جا رہا ہوں ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن بازار سے سیب خرید کر خیر النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ

عنہا بیمار تھیں۔ اور انہوں نے خواہش کی تھی کہ سیب کھانے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن رستے میں ایک بیمار پڑا کراہ رہا تھا۔ آپ اس کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کسی چیز کی حاجت۔ وہ بولا۔ سیب کھانے کو جی چاہتا ہے۔

آپ نے سیب اُسے کھلا دیا۔ اور گھر آگئے۔ کیونکہ سیب خریدنے کو مزید کوئی پیسہ نہ تھا۔ لیکن گھر پہنچے تو حیران تھے کہ بی بی فاطمہ بنتِ رسول جو سخت تکلیف میں تھیں اب بڑے آرام اور سکون سے بیٹھی تھیں۔ حال پوچھا تو کہا ابھی ابھی میرے حلق میں سیب کا ذائقہ معلوم ہُوا۔ اور میں تندرست ہو گئی۔ ——— اللہ اکبر

حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ہمسایہ موچی یہودی شرابی تھا۔ رات بہت شور کرتا اور آپ کی عبادت میں خلل انداز رہتا۔ کوڑا گھر کا دیوار سے آپ کے گھر پھینک دیتا۔ ایک شب وہ بہت شور کر رہا تھا کہ شہر کا کوتوال وہاں سے گذرا اور اس شور کی وجہ سے اسے پکڑ لیا اور جیل میں قید کر دیا۔

صبح آپ کو علم ہُوا تو فوراً جا کر اسے چھڑایا۔ اور جب اس نے کہا حضرت آپ نے مجھ پر بہت احسان کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ احسان کیا ہے میں نے تو صرف ہمسائیگی کا حق ادا کیا ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادت عالیہ سے ارشاد فرمایا میں نے جناب خواجہ حسن ہارونی سے سُنا کہ وہ فرمایا کرتے کہ عارف وہ ہے جس کی سخاوت دریا کی طرح ہو۔ شفقت آفتاب کی سی ہو۔ اور تواضع زمین کی طرح ہو۔ اور عارف صادق وہ ہے جس کی ملکیت میں کچھ نہ ہو۔ اور نہ ہی وہ خود کسی کی ملکیت ہو۔ آپ نے خواجہ قطب الدین بختیار رحمتہ اللہ علیہ کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا جہاں رہو کسی کی دلخراش نہ کرنا جس جگہ رہنا مرد بن کر رہنا۔ اور فرمایا گناہ کی وجہ سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا کسی کو حقیر سمجھنے اور اس کی بے حرمتی سے۔

———

باب پنجم
عبادات
اور اللہ والوں کی
احتیاط
عنوان مضمون

اِس مضمون میں نماز کے بارے میں مفصل بیان ہوگا۔ کیونکہ آج کل نماز میں بہت لاپرواہی اور غفلت سے کام لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اِس حاضری میں شامل ہونے کی سعادت بخشے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

(۱) نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام (۲) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان۔

(۳) بزرگانِ سلف اور نماز کی حفاظت۔ (۴) نماز کی حکمتیں اور مسائل فضائل۔

(۵) نماز کے ثواب اور بے نماز کے بارے عتاب و عذاب

نماز جملہ عبادات کا مجموعہ ہے

نمازی آدمی کو طہارت نصیب ہوتی ہے۔ اسے اللہ والوں کی صحبت ملتی ہے۔ آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اور گناہوں سے نجات ہوتی ہے۔

اس میں دست و پا، جبین و ناک۔ کان و زبان، غرضیکہ سارا بدن مشغول عبادت ہوتا ہے۔ دُعا قبول ہوتی ہے۔ درود شریف پڑھنے کا خصوصی موقع ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصوٰۃ والسلام اور اہلِ بیت کی محبت ملتی ہے وعظ و نصیحت سننے سے دل میں ایمان کا نور چمکتا ہے۔ اور آخر کار بندہ نیک ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حق دار بن جاتا ہے۔

نماز کا تعلق خصوصی مساجد سے ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے مسجد کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔

یا بنی آدم خُذُو زِینَتَکُم عِندَ کُلِّ مسجِدٍ۔ اے اولادِ آدم ہر نماز کے لیے (مسجد کے پاس) زینت (پردہ ستر) اختیار کرو۔

مسجد:

مسجد بنانا پہلا کام ہے، کسی بستی کے باشندوں کا۔ جب وہ کہیں آباد ہوں اور مسجد کے آباد کرنے اور مسجد کی تعمیر کرنے کے لیے ایمان والوں کا اور مسلمین کا فرض ہے۔ مسجد کی خدمت بھی انہی کا حق ہے۔ غیر مذہب کافر لوگوں کو مسجد کے اندر جانا منع ہے۔ حضور علیہ اسلام نے ایک لڑکے یہودی کو اجازت صفائی مسجد دینے کا مطلب تھا کہ وہ ابھی نابالغ تھا۔ اور اس کے مسلمان ہو جانے کا علم تھا۔ مسافر غیر قوم نے مسجد نبوی میں نماز پہلے سے شروع کر دی تھی۔ جو تڑائی

نہ گئی اور بعد میں منع فرما دیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ کا گھر مسجد سے پورے چالیس قدم فاصلہ پر تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی مسجد کی راہ میں تھوکا تک نہیں۔

مسجد میں داخل ہونے پر دایاں قدم پہلے اندر رکھنا اور نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر رکھنا سنت ہے۔ مسجد میں جھاڑو دینا۔ صفائی کرنا۔ روشنی کا انتظام۔ فرش بچھانا خوبصورتی رکھنا۔ یہ ایسی چیزیں جو شوقِ ایمان کی علامتیں۔ مسجد میں روشنی کا انتظام رکھنے والے کو قبر میں نور اور ضیا حاصل ہوگی۔

ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جن کا اللہ اور قیامت پر ایمان ہے۔ نماز کے قائم کرنے والے زکوٰۃ دینے والے اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس میں روشنی اتنی فرمائی کہ شہر کی بیبیاں چرخہ کات لیتیں۔ یہ روشنی کئی کوہ دور تک ہوتی۔ حضرت داحیہ کلبی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں چراغاں فرماتے۔ اس کا اعلیٰ فرش حضرت عمر نے لگوایا اور یہ عالیشان مسجد سب سے پہلے عمارت حضرت عثمان نے بنوائی۔

ترجمہ:۔ اور یہ کہ مسجد اللہ ہی کے لیے ہے۔ تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی بندگی نہ کرو (القرآن)

مسجد مکہ مکرمہ کی بیت الحرام بیت اللہ شریف تمام مساجد میں افضل مسجد ہے اس میں نماز کا پڑھنا لاکھ گنا ثواب زیادہ ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا نمبر مسجد نبوی شریف۔ مدینہ طیبہ کا ہے۔ اور پچاس ہزار درجہ ثواب ہے۔ اور پھر مسجد اقصیٰ بیت المقدس تمام مساجد میں درجہ فضیلت رکھتی ہے کہ اس میں پچیس ہزار برابر اضافہ ثواب ہے مسجد کا نام مسجد رکھنا سجدہ کے نام سے ہے جو نماز کا خصوصی رکن ہے لہذا یہاں نماز کا بیان ہوگا۔

نماز کا بیان!

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔

ترجمہ! اے لوگو! عبادت کرو رب اپنے کی جس نے پیدا کیا تم کو

نماز قائم کرو اور نہ ہو مشرکوں سے اور نہیں حکم کئے گئے مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی ۔
خالص کر کے اُس کے دین کو بطور ابراہیم حنیف خالصاً اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور
یہ ہے دین قائم رہنے والوں کا ۔

دُعائے ابراہیم: اے پروردگار کر مجھے نماز کا قائم کرنیوالا۔ اور میری اولاد کو بھی اے رب میرے اور قبول فرما یہ دُعا ۔ اے مریم فرما بردار ہو اپنے رب کیلئے
اور سجدہ اور رکوع کیا کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ ۔ اے میرے بیٹے نماز قائم کر (یہ نصیحت
حضرت لقمان نے بیٹے کو کی)۔ اور وہ (حضرت زکریاؑ) کھڑا تھا نماز پڑھتا محراب میں۔ اور جو
اوپر نماز اپنی کے مداومت کرنے ۔ اور وُہ لوگ جو اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔
نمازی بندے بہشت کے وارث اور مکین ہوں گے ۔ فِی جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْن ۔ ھُمُ الوارِثون
یرثون الفردوس کے الفاظ قرآن مجید میں بیان ہوئے ۔

ترجمہ : قائم کرو نماز میری یاد کے لیے ۔ اور مجھے حکم ہُوا نماز پڑھنے کا زکوٰۃ دینے کا جب
تک دنیا میں حیات ہوں ۔ یہ عیسیٰ علیہ اسلام نے پہلے دن اپنی پیدائش کے بطور معجزہ فرمایا

حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی تبلیغ: ترجمہ : اور تھا حکم کرتا نماز کا اپنے اہل کو ۔ بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی سے اور نامعقول
باتوں سے اور اللہ کی یاد بہت بڑی ۔ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان ہو تو فوراً دوڑتے
ہوئے اللہ کی یاد کی طرف حاضر ہو ۔ حکم کرو اپنے اہل کو نماز کا ۔

بہشتیوں کا سوال اہل دوزخ پر : کس وجہ سے دوزخ میں تم ڈالے گئے ۔

جواب ناروالوں کا : نہ تھے ہم نماز پڑھنے والوں سے بے نماز اہل دنیا بروز قیامت
سجدہ نہ کر سکیں گے ۔ بلائے جائیں گے طرف سجدے کے ۔ پس نہ کر سکیں گے ۔
بے شک نماز لکھی ہے اوپر مومنین کے وقت مقررہ کے ساتھ ۔ قائم کرو نماز سورج ڈھلنے
کے ساتھ اور رات آنے تک اندھیرے کے اور قرآن پڑھ فجر کو ۔ اوقات معلوم ہُوئے ۔

ظہر ۔ عصر ۔ مغرب ۔ عشاء اور فجر ۔

ترجمہ : کچھ دن کی نمازیں اور کچھ رات کی یہ ثبوت تھوا) ۔ اس میں نماز عہد کا حکم ہے ۔

نماز فجر سے پہلے ، اور جس وقت اتار رکھتے ہو کپڑے دوپہر کو ؛ اور بعد نماز عشاء کے ۔

تسبیح کہتے سورج ڈھلے (ظہر) ، اور سورج نکلے (اشراق) بوقتِ جہاد و جنگ نماز معاف

نہیں ؛ پس چاہیئے کہ کھڑی ہو ایک جماعت ان میں سے ساتھ تمہارے اور ہتھیار لگائے ہوں ۔

پس جب سجدہ کرلیں ، پس چاہیئے کہ ہو جائیں ، پیچھے تمہارے ۔ ؛ اور چاہیئے کہ آوے جماعت

اور جس نے نہیں پڑھی نماز ۔ پس پڑھے نماز ساتھ تمہارے ۔ حفاظت کرو نمازوں کی

خصوصاً درمیانی نماز عصر کی ۔

قرآن مجید میں نماز کے احکام بہت زیادہ بیان ہوئے ہیں ۔ لیکن مضمون کے اختصار

کی خاطر انہی پر بس کرتا ہوں ۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تین احادیث بیان کر کے نماز کی حکمت بیان کروں گا

ترجمہ : نماز ستون ہے دین کا ۔ جس نے نماز کھڑی نہ کی اس نے دین کے مکان کو گرا دیا ۔

نماز چابی ہے جنت کی ۔ نماز معراج ہے ایمان والوں کا ، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس طرح ایک آدمی کے دروازہ پر نہر ہوتی ہے ۔

اور وہ اس میں پانچ دفعہ روزانہ غسل کرے تو وہ میل جسمانی سے ستھرا ہو جاتا ہے اسی طرح

پانچ نمازوں کا پڑھنے والا گناہ کی میل سے صاف ہو جاتا ہے ۔ وضو کے بارے فرمایا

کہ انسان کے صغیرہ گناہ ہاتھوں کے ناخنوں ، منہ اور چہرہ کے قطروں کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں ۔

بہر حال نماز اللہ تعالےٰ کی مخصوص حاضری ہے ۔ اس میں کوتاہی اور غفلت کفار و

منافقین کا کام ہے ۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو نماز کا عادی بنائے تحقیق نماز دشوار ہے مگر

ڈرنے والوں پر جو یقین رکھتے ہیں ۔ کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں ۔ نماز بھاری ہے

لوگوں پر مگر ان کے لیے نہیں جو خاشعین اللہ سے ڈرنے والے ہیں ۔

اور ان کو خیال ہے کہ وہ اپنے رب سے ہیں حاضر ہونے والے ہیں اور ملاقات کرنے والے ہیں۔

مندرجہ بالا فرامین رب العزۃ" سے معلوم ہوگیا۔ کہ از آدم تا نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہم السلام سب انبیاء اور ان کی امتوں پر نماز فرض رہی ہے۔ اور نماز پڑھنے کے لیے خوفِ خدا۔ اور صبر کی ضرورت ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ نماز نہ پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔

ترجمہ :۔ جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کو کھڑے ہوتے ہیں سستی کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ سستی۔ لاپرواہی اور قیامت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے بندہ بے نماز رہتا ہے۔ اب اگر مسلمان بھی نماز نہ پڑھیں۔ تو یہ بھی مشابہ کفر اور منافقت ہے۔

پھر پیچھے آئے ان پیغمبروں کے کچھ لوگ اور جنہوں نے ضائع کیا نماز کو اور پیروی کی خواہشوں کی۔ پس عنقریب ملیں گے وہ ہر قسم کی گمراہی سے ——————

پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ روزِ محشر بے نماز لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ جب تجلی الٰہی آئے گی

روزِ محشر کہ جاں گداز بود   اولیں پرسش نماز بود

اور نہیں آتے نماز کو مگر سستی کرتے ہوئے اور نہیں خرچ کرتے ہیں مگر بغیر دلی رغبت سے معلوم ہوا کہ بے نماز کا صدقہ و خیرات بھی قبول ہونے میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اے ایمان والو مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے بے شک اللہ عزوجل ساتھ صابروں کے ہے۔ تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھو (فرمانِ الٰہی)

ترجمہ :۔ اور قائم کرتے ہیں نماز یہ متقین کی صفت ہے۔ اور قرآن مجید سے ہدایت متقی اور نمازی لے سکتے ہیں"۔

حضرت امام نخعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رکوع اور سجود میں عجلت کرے اس کے عیال پر رحم کرو۔ مطلب یہ کہ ایسا کرنے سے روزی میں تنگی آتی ہے۔

حضرت عاصم رحمتہ اللہ علیہ نے نماز کا طریقہ بتایا تو فرمایا: جب نماز کا وقت آتا ہے، تو وضو کامل کر کے مقامِ نماز پر کھڑا ہوتا ہوں اطمینان سے۔ اور خیال کرتا ہوں کہ کعبہ بیت اللہ میرے سامنے ہے۔ مقام ابراہیم سینہ کے مقابل ہے۔ اور میرا مالک میرے حال کو دیکھتا ہے۔ میرا قدم پُل صراط پر ہے۔ دائیں جنت ہے بائیں جہنم۔ اور ملک الموت پیچھے۔ اور یہی تصور کرتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر تکبیر کہتا ہوں احسان کی میری قرأت تفکّر کے ساتھ اور رکوع تواضع کے ساتھ سجدہ دیں سجدہ میں خشوع اور قعدہ تمام کا تشہد رجا کا۔ ایک سلام کا پھیرنا سنت کے مطابق دوسرے میں اخلاص قیام خوف درجا کے مابین پھر صبر پر پابند ہوں۔ اور تیس سال سے اسی طرح نماز پڑھتا ہوں۔

لطیفہ: حکما فرماتے ہیں ستارہ ہو جا۔ یہ طاقت نہ ہو تو چاند ہو جا ورنہ سورج تو ضرور بن ستارہ ساری رات چمکتا ہے، چاند آدھی رات یا کچھ حصہ اور دن کو سورج ظاہر ہوتا ہے یہی عبادت کا طریقہ بناؤ کہ رات کو جتنا ہو سکے عبادت کیجئے ورنہ پانچ فرض تو لازماً ادا کرو نماز باجماعت پڑھنا چاہیئے۔ مؤذن کی شان میں فرمایا گیا ہے یا قوما اجیبوا داعی اللہ شریعتِ مصطفیٰ میں بے نماز زیادہ بُرا ہے شرابی۔ قاتلِ ناحق، چغل خور۔ بے فرمان والدین کا کاہن۔ ساحر۔ گلا گو سے۔

تورات۔ زبور۔ انجیل اور قرآن مجید سب میں بے نماز کو ملعون کہا گیا ہے۔ ملائکہ بھی اسے ملعون کا نام دیتے ہیں۔ اور جو ساری زندگی بے نماز رہے اور مر جائے اس کی بیمار پرسی اور جنازہ سے منع کیا گیا ہے۔

جماعت فرض علی الکفایہ ہے۔ جس بستی میں جماعت کا اہتمام نہ ہو وہ بستی کی بستی مُجرم ہے۔

تارک جماعت کی فرضی۔ نفلی عبادت کا قبول ہونا بارگاہِ صمدیت میں مشکل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ تارکِ جماعت کے گھر کو جلا دوں۔

شبِ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو قیام۔ رکوع۔ سجدہ و قعدہ میں گروہ درگروہ الگ الگ دیکھا تو دل میں تمنا پیدا ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں جمع فرمادیں اور رکعات دو تین چار اس لیے رکھی گئیں کہ فرشتوں کے پر دو دو یا تین تین اور کچھ کے چار چار دیکھے۔ نمازی کی روح اپنی رکعات کے پروں سے اڑ کر بارگاہِ ایزدی میں قبولیت حاصل کرتی ہے۔

شبِ معراج واپسی پر حضور علیہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا۔

ترجمہ: اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دن رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز دس کے برابر اس لحاظ سے یہ پچاس نمازیں ہوئیں۔

سابقہ اُمم پر متفرق نمازیں فرض تھیں اور خیر الامت پر یہ سب نمازیں جمع فرمادیں۔

وتر کی نماز شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ نے پہلی بار ادا فرمائی جو پہلے نہ ہوتی تھی

لہذا حضرت جبرائیل علیہ لسلام نے سجدۂ آدم میں پہل کی تھی۔

محبتِ انبیار اور وحی کا لانا اُنہی کے سپرد ہُوا۔ سب سے پہلے سبحان اللہ جبریل نے کہا۔ الحمد للہ آدم علیہ اسلام نے کہا۔ اور لا الہ اِلّا اللہ دنیا پر نوح علیہ اسلام نے کہا۔ اللہ اکبر حضرت ابراہیم نے کہا اور لاحول ولا قوۃ اِلا باللہ العلی العظیم سب سے پہلے کہنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ از کتاب کشف الکنوز دحل الرموز

انسان زمین پر آیا۔ نباتات کو دیکھا۔ جمادات کو دیکھا۔ حیوانات کو دیکھا۔ پودے قیام میں کھڑے۔ پتھر پہاڑ جامد چپ۔ حیوان رکوع میں۔ مینڈک تشہد میں دیکھ کر خیال کیا کہ میں ان سب سے افضل ہوں کہ اسے سب حالتیں میسّر ہیں۔ اور والنجم والشجر یسجدان کے مطابق انسان کو زیادہ اللہ کی ثنا کرنا چاہیئے۔

ترجمہ: فرمادے اے محمد! بیشک میری نماز۔ میری قربانی میری زندگی میری موت اللہ کے لیے ہے جو پالن ہار ہے سب جہانوں کا۔

ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا۔ عورت نے اس بات کا ذکر اپنے خاوند سے کر دیا اس کا خاوند ایک نیک مرد تھا۔ کہا اُسے کہہ دو کہ تم میرے خاوند کے پیچھے چالیس دن تک نماز پڑھو۔ پھر تمہاری مرضی پوری کر دی جائے گی۔

چنانچہ اُس نے چالیس روز تک با جماعت اس کے خاوند پیچھے پڑھی۔ پھر اُسے بلا کر عورت نے کہا اچھا اب کیا خیال ہے۔ وہ بولا بس اب تمہاری مجھے خواہش اور حاجت نہیں رہی۔

بیوی نے اپنے خاوند سے یہ بات عرض کر کے وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے کہا اللہ نے فرمایا ہے نماز بے حیائیوں سے منع کرتی ہے۔ چنانچہ میں نے ہی اُس کا علاج ہو چا۔

(نزہتہ المجالس)

خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے: منزل گاہِ قرب سے لوگ صرف نماز ہی میں نزدیک ہو سکتے ہیں اِس لیے کہ نماز ہی معراج المومنین ہے۔

نماز کا فائدہ تب حاصل ہو گا جب اللہ کی یاد ہر دم حاصل رہے۔

قائم کرو نماز میری یاد کے لیے (فرمانِ خدا) نماز نہیں ہوتی مگر کہ حضورِ دل کے ساتھ

فرمانِ مصطفیٰ

نماز کے لیے سب سے پہلے جسم کا پاک ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ: جب تم نماز کو اٹھو۔ تو دھو دو منہ اپنے کو۔ اور ہاتھوں کو کہنی تک۔ اور مسح کرو اپنے سروں کا۔ اور (دھو دو) اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔

ترتیب اعضاءِ وضو یہ ہے: (۱) منہ دھونا۔ (۲) ہاتھ کہنیوں تک دھونا۔ (۳) مسح سر کا کرنا۔ (۴) پاؤں کا دھونا ٹخنے تک (یہ چار فرض وضو کے ہوئے۔)

فَاغْسِلُوا، وُجُوهَكُمْ۔ اَيْدِيَكُمْ۔ اَرْجُلَكُمْ

س کی زیر، ھَ۔ یَ۔ لَ تینوں زبریں

وَامْسَحُوْا   بِرُءُوْسِكُمْ

مس کی نابر   (یہاں مس کی زیر)

حل: اگر پاؤں کا بھی مسح ہوتا تو اَرْجُلَكُمْ نہ ہوتا اَرْجُلِكُمْ ہوتا محض ترتیب کی بجائی کی وجہ سے بعد میں آیا ہے۔ ورنہ دھونا ہی مراد ہے۔ فامسحوا بوجوهكم وايديكم

دوسرا ثبوت: تیمم اور مسح تقریبا مشابہ ہیں۔ اور تیمم کے بارے فرمایا۔

ترجمہ:۔ مسح یا تیمم کرو منہوں کا ہاتھوں اپنوں کا۔

جگہ نماز پڑھنے کی پاک ہو۔ ترجمہ:۔ میرا گھر ستھرا رکھو طواف۔ اعتکاف والوں اور رکوع وسجود والوں کے لیے۔

وقت کا مقررہ ہونا:۔ حِيْنَ تُمْسُوْنَ (شام اور مغرب۔ عشاء)   (٢)

حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ صبح اور فجر کا وقت   وَعَشِيًّا (نمازِ عصر) $\frac{٢}{5}$

وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ دن ڈھلے (ظہر) ا :

قیام: ترجمہ:۔ کھڑے رہو باادب (منہ طرف قبلہ شریف کرنا۔ تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف کرو۔

نیت کرنا:۔ ترجمہ:۔ عبادت کرو اس کی خالص ہو کر بندے اُس کے۔ زبان کی نیت مستحب ہے دل کی فرض ہے۔

تکبیر تحریمہ: وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى:۔ اپنے رب کا نام (اللہ اکبر) لے کر نماز پڑھی نماز با جماعت ادا کرنا:۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ:۔ رکوع کرو رکوع کرنیوالوں کے ساتھ اچھی صف میں کھڑے ہونا:۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا:۔ قسم ہے ان کی جو باقاعدہ صف باندھیں۔

ثنا پڑھنا:۔ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ:۔ اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔ یعنی سبحانک اللھم پڑھنا۔

بسم اللہ قبل از قرأت:۔ اقراء باسم ربك الذی خلق یا واذکر اسم ربك

اعوذ پڑھنا:۔ فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ تلاوت قرآن در نماز:۔ فاقرءوا ماتیسر من القرآن ورتل القرآن

مقتدی کا خاموش رہنا:۔ فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ۔ آمین آہستہ کہنا:۔
قال عطا آمین دعا:۔ آمین دعا ہے بخاری شریف

تضرعاً وخفیاً:۔ دعا کرو گڑگڑا کر آہستہ ۔

قرأت سریہ وجہریہ:۔ ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا:۔
نہ زیادہ بلند نہ سب نمازوں میں آہستہ۔ ان دونوں کے درمیان راستہ چاہو۔

رکوع وسجدہ:۔ وارکعوا ۔ واسجدوا

رکوع کے بعد کھڑے ہونا۔ فصل لربک وانحر:۔ نماز پڑھ رب اپنے کی۔ اور سیدھا کھڑا ہو (وانحر کے معنی قربانی بھی ہے)۔

بار بار دعا مانگنے پر اللہ تعالی کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ اور فرشتوں سے اللہ تعالی یوں فرماتا ہے۔ یا ملائکتہ قد استحییت من عبدی ولیس لہ غیری
اے فرشتو:۔ مجھے اپنے بندہ سے شرم آگئی ہے۔ اس کے لیے میرے سوا کوئی نہیں
فقد غفرت لہ:۔ پس میں نے اُسے بخش دیا۔

ترجمہ: میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے: جب بندہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسی طرح یاد کرتا ہوں۔ جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں۔ میں نے اپنے بندے کو وہ سب کچھ دے دیا۔ جس جس کا اس نے مجھ سے سوال کیا۔

جتنا بھی لکھنے جائیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائیں۔ مہربانیاں ختم نہیں ہوتیں۔

نماز کا یہ بیان میں انہی سطور پر ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس فریضہ صلوٰۃ میں ہر مسلمان کو شوق ذوق اور محبت بخشے۔ آمین
ثم آمین یا الٰہ العلمین۔

وضو نماز کی کنجی ہے اور اس سے جسم کا پاک اور ستھرا ہونا ہے۔ اور طہارت اور
پاکیزگی انسان کے لیے سب سے اہم شرط ہے۔ اسی لیے جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے
الطہور شطر الایمان پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ اور ایمان روزِ محشر انسان کے لیے باعثِ نجات
ہے۔ اور یہ بات سراسر نور ہے پس اس کے بارے تشریح کی جاتی ہے۔

الطّہورُ شَطرُ الایمان:

باب الصلوٰۃ میں وضو کے چار فرائض و شرائط بیان
ہوئے ہیں۔ اب ان کی حکمت بیان کی جاتی ہے۔

تاکہ مومنوں کا ایمان کامل ہو۔ اور انوارِ روحانیت سے دل اجاگر ہو۔ حضور علیہ السلام کا فرمان
ہے کہ قبر کا عذاب بوجہ بدن کا صاف نہ رکھنا اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا کے ہوتا ہے۔
اور یہ سب سے بڑا فائدہ ہے کہ نماز پڑھنے سے انسان صاف ستھرا رہنے کا عادی بن جاتا ہے۔
حضور نبی کریم علیہ اسلام نے فرمایا ہے۔ الطہور شطر الایمان طہارت ایمان کا حصہ ہے۔
اسی کے تحت وضو کے بارے لکھا جاتا ہے کہ یہ نماز کی پہلی شرط بھی ہے۔

(۱) منہ دھونا۔ ہاتھ دھونا۔ مسح سر کا کرنا۔ پاؤں دھونا کہ ان سے ہی سجدہ مکمل ہوتا ہے۔
(۲) ترجمہ: جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے کچھ سیاہ منہ ہونگے: پس وہ شخص کہ نامہ اعمال
دیا جائے بائیں ہاتھ (کافر و ظالم): پہنچائیں جائیں گے گناہگار اپنی پیشانیوں سے۔
پس پکڑے جائیں گے اپنی پیشانی اور قدموں سے: کچھ منہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔
: پس وہ شخص کردیا جائے گا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ یہ ایمان والے کے بارے حکم
فرمائے ہیں۔ پس ہاتھ منہ دھونے کا فائدہ یہی ہے کہ روزِ محشر علیبوں کی سیاہی نہ ہو۔
اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخنوں
سے قطروں کے ساتھ گناہ جھڑتے ہیں۔ ہر اعضا کے دھونے اور مسح کرنے کے بعد صغیرہ گناہ صاف

ہو جائیں۔

نقطہ: امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا کہ وضو کرنے کے بعد جو قطرات ہاتھوں اور ڈاڑھی سے جھڑتے ہیں مسجد میں نہ گرنے دیئے جائیں کہ وہ تھوک سے زیادہ ناپاک ہیں۔ کہ ان کے ساتھ گناہوں کی شامت ملوث ہوتی ہے۔

آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ واقعی گناہ جھڑتے ہیں۔ انہوں نے خود دیکھا تھا۔ سر کے مسح میں خوبی ہے کہ وضو کرنے والا جنت کا تاج پہنے گا۔

ترجمہ: پل صراط سے پاؤں نے گذرنا ہے۔ یعنی اگر اللہ کے دین کی مدد کرو گے۔ تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور ثابت قدم رکھے گا۔

گناہوں کی چار قسمیں ہیں:۔ عمداً۔ خطاً۔ سراً و علانیۃ

دن اور رات کے ظاہر اور پوشیدہ عیوب وضو کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔

ابو البشر آدم علیہ السلام کی لغزش شجر ممنوعہ میں ان چار کا دخل تھا۔

چہرہ و منہ سے متوجہ ہوئے۔ ہاتھ سے پھل توڑا۔ پاؤں سے چلے پس ان کا دھونا ایمان کا نور حاصل کرنا اور گناہ کی میل کا دور ہونا ٹھہرا۔

منہ منتظر دیدار کا ہے۔ ہاتھ بہشت کے میووں کے پکڑنے کے امیدوار ہیں۔ پاؤں داخل و جنت ہونے کے خواستگار ہیں۔ اور سر اور دماغ اسی خواہش کا متمنّی ہے ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کے گناہ۔ منہ دھونے سے منہ کے گناہ۔ سر کا مسح کرنے سے خیالات اور وسوسوں کے گناہ پاؤں دھونے سے پاؤں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (حدیث)

دوسری شرط کپڑوں کا صاف اور پاکیزہ ہونا ہے۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔

تیسری شرط جگہ کا پاک ہونا ہے۔ ان اللہ طیبٌ ویحبُّ الطیب۔

چوتھی شرط نماز کی ستر عورت یعنی پردہ کرنا ہے۔ اور پانچویں شرط وقت کا پہچاننا ہے اور

صحیح وقت میں نماز ادا کرنا ہے ۔

اب نماز کے وقت اور رکعت کی حکمت بیان کی جاتی ہے تاکہ نماز کے بارے میں مزید شوقِ اطاعت بڑھے ۔

صبح اور فجر کی نماز حضرت آدم علیہ اسلام نے رات کا اندھیرا دور ہونے پر صبح صادق کے ہونے پر بطور شکرانہ دو رکعت ادا کی ۔ ایک رات کے جانے کی اور دوسرے دن کے آنے کی خوشی میں یہ آپ کا پہلا دن تھا یہاں آنے پر ۔ اور باطنی حکمت کفر کا اندھیرا دور ہونا اور ایمان کا نور حاصل ہونا ہے ۔ نماز ظہر حضرت ابراہیم خلیل ارحمان کا یاد میں ہے ۔

کہ آپ نے چار رکعت نماز ادا کی نعت ۔ خُلّت ۔ آتشِ غرور ۔ اور تیسرا بی بی سائرہ سارَہ کا ظالم بادشاہ سے نجات پانے پر اور چوتھا اسماعیل علیہ اسلام کی قربانی کے قبول ہونے پر اللہ کے شکرانہ میں ۴ رکعت نماز پڑھی ۔ یہ وقتِ ظہر تھا ۔

نمازِ عصر ۴ رکعت نماز حضرت یونس علیہ اسلام نے پڑھی تھیں ۔

ظلمتِ لغزش ۔ ظلمتِ دریا ۔ رات کی اور چوتھی شکم ماہی کی ظلمت ۔

نمازِ مغرب ۳ تین رکعت عیسیٰ علیہ اسلام نے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ۔ اور ان کی قوم جس نے آپ کو ثالثِ ثلاثہ تین خداؤں میں سے تیسرا کہا ۔ تو فرمایا یا اللہ اللہ تو تو ہی ہے میں تو تیرا بندہ ہوں ۔

نمازِ عشاء موسیٰ علیہ اسلام کا وِرد ہے جو اس لیے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے ان باتوں سے ۔

(۱) راہ کا بھولنا ۔ بجلی کا چمکنا ۔ مینہ کا زور سے برسنا ۔ بھیڑیوں کا حملہ بھیڑوں پر ۔ بیوی صاحبہ کا بیماری سے تندرست ہونا ۔

جب آپ عشا کی چار رکعت پڑھ چکے تو اللہ تعالیٰ نے اگ ظاہر کی ۔ جس کے پاس جانے پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ۔

اور سارے غم بھول گئے۔ اللہ اکبر۔

نماز کا قرآن پاک سے خاص تعلق ہے اور قرآن پاک کو باوضو ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اس لیے اس کے ساتھ ہی لکھنا بہت بہتر ہوگا۔

قرآن مجید کی تلاوت اور فضائل کا بیان!

افضل ترین عبادت تلاوت القرآن ہے۔ اور دار الآخرت میں اس سے بڑا کوئی شفیع نہیں ہے۔ جو شخص بجائے دعا کرنے کے تلاوت کرتا ہے وہ شکر گذار بندوں میں شمار ہوتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دلوں کے زنگ کو تلاوتِ قرآن سے دُور کیا جا سکتا ہے۔ اور فرمایا میں تمہارے پاس موت اور قرآن مجید دو واعظِ خاموش اور گویا چھوڑ چلا ہوں۔ حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں تقرب اللہ کریم کا حاصل کیا۔ اور میرے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن شریف پڑھنے سے بندہ افضل بن جاتا ہے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اس بات سے ڈرو اور اللہ سے دعا مانگو کہ قرآن مجید سے محبت پیدا ہو۔ اور قرآن مجید دشمن نہ ہو جائے۔ کیونکہ عذاب کا فرشتہ بُت پرستوں سے زیادہ سختی ان پر کرے گا۔ جو قرآن مجید کا احترام نہیں کرتے اور پڑھ کر بھولا دیتے ہیں قرآن مجید کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ وُہ مالک ہے۔ حاکم ہے۔ معبود ہے۔ اس کے فرمان کا خط ہے۔ جس کے پڑھنے سے روح کو تسکین ملتی ہے۔ یہ فرشتوں کے لیے غذا ہے۔ جو پڑھا جائے۔ وہ نور بن کر فرشتوں کی غذا بنے۔ اور فرشتے بندہ کے لیے دعائیں مانگیں۔

حضرت علی المرتضیٰ امام المسلمین امیر المومنین سید الاولیاء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن مجید پڑھنا۔ سننا۔ سمجھنا ہر طرح سے ثواب کا کام ہے۔ فرمایا شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز کے اندر بحالتِ قیام قرآن مجید کا کھڑے ہو کر پڑھنا سَو نیکیاں ہر حرف کے بدلے میں حاصل کرنا ہے اگر بیٹھ کر نماز میں پڑھے تو ہر حرف کا عوضانہ پچاس نیکیاں ہونگی۔ اگر نماز کے بعد باوضو پڑھے گا تو پچیس نیکیاں فی حرف درجہ پائے گا۔ اور بے وضو پڑھے گا

تو دس نیکیاں سے کم نہ ہوگا۔ اور حرف کی مثال فرمائی کہ الٓمٓ تین حرف ہیں۔ الف۔ لام اور میم۔ یعنی صرف الٓمٓ پڑھنے سے تیس۔ پچھتر۔ ایک سو پچاس یا تین سو نیکیاں ملیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کو غمگین۔ خوف اور عاجزی سے پڑھنا چاہیئے۔ قرآن مجید کی حقیقت غیر مخلوق۔ قدیم کلام الٰہی ہے۔ جس کی عظمت۔ جلالت کا حامل انسان نہ تھا۔ اور اس کے لیے اسے حروف الفاظ کا لباس پہنایا گیا۔ اور فرمایا گیا ہے کہ لایمسہٗ الّا المطہرون قرآن پاک چھونا پکڑنا ہو تو باوضو ہونا چاہیئے۔

نوٹ: پڑھتے پڑھتے وضو نہ رہے تو کپڑے پاکیزہ سے ورق الٹ سکتے ہیں۔

حفاظتِ قرآن اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا قرآن مجید فی لوحِ محفوظ دوسری دوسری جگہ وَاِنَّ لَہٗ لحافظین۔ حضرت زید بن ثابت اور ان کے معاون رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق جمع کرتے تھے اور یہ قرآن مجید پاکیزہ ہدیہ ہوں۔ کھجور کے پتوں اور کاغذوں پر لکھی جاتی تھیں۔

اور سارا قرآن مجید صحابِ رسول یاد کرتے جاتے تھے۔

قرآن پاک حضور علیہ اسلام کی وفات کے ساتھ مکمل ہوگیا۔

حضرت صدیقِ اکبر نے رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ مذکور کی نگرانی میں پورا قرآن مجید کتابی صورت میں جمع کرایا۔ اور یہ نسخہ صدیقِ اکبر کے پاس محفوظ رہا۔ آپ ہی نے اس کا نام مصحف شریف رکھا۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ نسخہ رہا۔

اور جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے یاد کرنے اور پڑھنے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ کہ کچھ تفسیری عبارات بھی قرآن کا حصہ سمجھی جانے لگیں۔

پس آپ نے وہی نسخہ منگوایا اور اس کی چھ سات نقول لکھوائیں اور ہر صوبہ میں یہ نسخے بھیجے۔ اسی لیے آپ کو عثمان جامع القرآن کہتے ہیں۔

قرآن پاک کے نقاطہ۔ اعراب ۔ زبر۔ زیر۔ پیش حرکات حجاج بن یوسف کے عہد میں ابو الاسد دُئلی تابعی اور خلیل ابن احمد فراعیدی نے درج کئے قرآن پاک کو عربی رسم الخط نسخ میں یعرب ابن قحطان نے لکھا۔

نصف۔ ربع۔ ثلث حصص مامون عباسی کے زمانہ میں لگائے گئے۔ رکوع انہی آیات پر مقرر کئے گئے۔ جتنی آیات حضرت عثمان ہر رکعت میں پڑھ کر رکوع فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ موقع نماز تراویح میں حاصل ہوا تھا۔

قرآن پاک کے نزول بارے صحابہ کرام نے عرض کی۔ ترجمہ:۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وحی مجھے زنجیر کی آواز کی طرح اترتی معلوم ہوتی۔ اور یہ طریقہ میرے لیے سخت ہوتا۔ اور دوسرا بذریعہ جبریلؑ۔ اور کبھی فرشتہ بصورتِ انسان آتا ہے اور وہ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے مَیں یاد کر لیتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے۔:۔ برکت حاصل کرو قرآن مجید سے کہ یہ اللہ کا کلام ہے قرآن مجید رمضان شریف میں لوحِ محفوظ پر اترا۔ قرآن اللہ کی طرف سے آیا اور قرآنٌ مجید فی لوحٍ محفوظ اس میں شک کرنا بے ایمانی اور کفر ہے قرآن مجید کو عربی زبان کا لباس بخشا۔ اس کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ وانا لہ لحافظون۔

حُقوقُ اللہ وحقوقُ العِباد

حقوق جمع حق کی اور حق بمعنی حِصّہ۔ تعلّق۔ درست۔ صحیح۔ ٹھیک فرض۔ اور حق خدا تعالیٰ کو بھی کہتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا۔ کہ اللہ کریم کے اپنے بندوں پر کیسا حق ہے۔ اور وہ کونسا امر۔ فعل۔ یا دولت و سرمایہ ہے جس میں اس کا حصہ علیحدہ کر کے حق ادا کرنا ہے ——————

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو۔ لوگوں کا خدا پر اور خدا کا لوگوں پر کیسا حق ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا خدا کا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وُہ اسی کی عبادت کریں۔ اور کسی کو اس کا

شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جب لوگ ایسا کریں تو اللہ پر یہ حق ہے کہ پھر وہ ان کو عذاب نہ دے

روایت کیا حدیثِ مذکور کو کھولا امام احمد نے ——————

یہ اصولِ فطرت ہے کہ جس کام میں جتنے کارکن ہوں۔ ان کا اتنا ہی اُوسطاً حصہ ملا کرتا ہے۔ اور یہ تقسیم ہر منصف آدمی کو منظور و پسند ہے۔

اللہ عزوجل تمام کارخانۂ عالَم ہست و نابود کا واحدِ مالک و خالق ہے ہر چیز اسی کے حکم و بس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ممکن و ناممکن امر سے کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے احاطہ میں گھیرے ہوئے ہے۔ اس کا اپنا ارشاد ہے ۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ——

اس لحاظ سے یہ بھی بات قابلِ غور ہے کہ جتنی ذمہ داریاں زیادہ ہوں اتنا ہی ذمہ دار بنانیوالا کا حق ذمہ دار پر زیادہ ہوا جاتا ہے۔ مثلاً جتنا کام ایک ادنیٰ سپاہی پر ہے۔ اس سے کہیں زیادہ تھانیدار اور مجسٹریٹ پر۔ ایک ڈپٹی کمشنر ضلع بھر کا حاکم و ذمہ دار ہے تو گورنر پوری حکومت کا۔ جہاں وزیر اپنے ایک ہی محکمہ کا منتظم و نگران ہے تو صدر پورے ملک کا ضامن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام کائنات میں اپنا نائب مطابق اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً بنایا ہے۔ اور اسے فعلِ مختار کیا ہے اس لحاظ سے فردِ انسانیت مجسمہ بشریت صاحبِ امانت ابنِ آدم نے ہر اس چیز کی حفاظت و پرکھ کرنا ہے۔ اور اس میں سے حقِ الہ العلمین ادا کرنا ہے۔ جو اس کے تابع زیرِ فرمان ہو ——— اور یہ بھی کہ پہلے اپنے اہلِ خانہ سے بلکہ اپنی آپ سے شروع ہونا پڑے گا۔ تب دوسرے بات مانیں گے۔ پس ہر بات ہر معاملہ ہر چیز میں اس خالقِ حقیقی کا حصہ ہے۔ جس کی شرائط و اقسام مختلف ہیں۔ اور ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا جو آپ پڑھ آئے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بندوں کے حق خدا تعالیٰ پر۔ آئندہ صفحات میں ان کی تفصیل اختصاراً ملاحظہ فرمائیں ——

انسان اور اس کا اقرار!

ہر انسان جب کسی عہدہ پر فائز ہوتا ہے۔ یا کسی کام کا ذمہ دار بنتا ہے۔ تو وہ اپنے افسر۔ مالک۔ آقا کے سامنے وعدہ کرتا ہے۔ اسی طرح مولائے کریم رؤف الرحیم نے جب حضرت آدم علیہ اسلام کو خلیفۃ الارض بنا کر اس مقامِ عمل میدان میں بھیجا تو تمام ارواحِ انس وبشر کو پشتِ ابوالبشر سے نکالا۔ اور وعدہ الست بربکم اور قالو بلیٰ لیا تھا۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ اگر کسی کو یقین نہ آئے کہ یہ وعدہ بھی کیا ہے۔ تو اس کا ثبوت یہی ہے کہ اگر اس کا خیال ہے کہ اللہ ضرور ہے۔ اور رب ہی ہے۔ تو اس نے وعدہ کیا ہے۔ اور کوئی بشر اس کا منکر نہیں ہے۔

کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ افسرانِ اعلیٰ اپنی طرف سے ایک آدمی منتخب کر کے امیدوار اُن کی طرف بھیجتے ہیں۔ اور لوگ ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ بیشک آپ کو ہماری طرف انہی وجوہ کی بنا پر بھیجا گیا ہے کہ ہم آپ سے وعدہ کریں اور آپ کو کل وکار میں گواہ ٹھہرالیں۔

دوستو! اس وعدہ کو کلمہ طیب و توحید کہتے ہیں جس میں تین باتوں کا اقرار ہے۔

(۱) یہ کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ فانی ہے۔ مٹنے والا ہے۔ اور یہ سایہ ہے۔ جو ہمیں کافی نہیں ہے۔ اس سے محبت نہ کی جائے۔ کیونکہ جس چیز سے الفت ہو اس کے دور ہونے سے آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے۔

(۲) یہ کہ اللہ ہی معبود والہ ہے۔ بیشک کائنات کے ذرہ ذرہ سے محبت فرض ہے اور یہ محبت منسوب اِلی اللہ ہونی چاہیئے۔ تاکہ جدا ہونے پر غم نہ ہو اور یہ یقین ہو کہ یہ چیز اللہ کی تھی۔ اس نے لے لی۔ اب پھر وہی دے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

(۳)۔ محمدؐ اللہ کے رسول بھیجے ہوئے ہیں۔ پہلے انبیاء الرسل کی طرح آپ بھی ہم کو وعدہ یاد کرانے کو آئے ہیں۔

اس سے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اوّل دنیا کی کسی چیز سے دل نہ لاؤ کہ یہ فانی ہے۔ اور اس لیے ان کو استعمال میں لاؤ کہ یہ نعمتِ ربانی ہے۔ اور اس کا شکر یہ ادا کرنے کی غرض سے دنیا

کی ہر چیز کو استعمال کرو۔

پھر تمہیں اگر کسی چیز کی سمجھ نہ آئے کہ آیا اس میں کون سا پہلو اختیار کریں جس میں ہمارا خدا راضی ہے۔ وعدہ کی ایفائی کس بات میں ہے۔ تو اس کے لیے اللہ کے بھیجے ہوئے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو۔

جتنی اطاعتِ حبیبِ کبریا احمد مجتبیٰ پر عمل کرو گے اتنا ہی کتابِ دنیا کی ہر سطر، ہر حرف ہر نقطہ کو سمجھ لو گے۔ جب سمجھ لو گے تو تمہارا وعدہ عملاً پورا ہو جائے گا۔ اور قیامت کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں اس طرح آفرین و شاباش دیں گے۔ سلامٌ قولاً مِن الرّبِ الرّحیم۔ اور ہمارے رسول کا یہی حکم ہے۔ اقرار با اللسان وَتصدیقٌ بالقلب۔ زبان سے اقرار کرو دل سے تصدیق کرو۔

محض زبان کا اقرار مکتفی نہیں۔ کہ دل سے انکار علامتِ نفاق ہے اور زبان سے اقرار اس لیے ضروری ہے کہ لوگ گواہ ہو جائیں کہ یہ مسلمان ہے جو زبان سے اقرار نہ کرے وہ کافر ہو گا۔ جو دل سے تصدیق نہ کرے وہ منافق ہو گا۔ اور قولاً فعلاً وعدہ پورا کرنے والا مومن و مسلمان ہے۔

انسان نماز میں چونکہ بدن کے ہر حصہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ اور بدن کا ہر حصہ اس خالق کی مخلوق ہے۔ پھر بدن کا ہر حصہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے مطلق آقا کو یاد کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس لیے بدنی عبادت انسانی پر فرض کردی۔ تاکہ ہر حصہ خاص ترتیب کے ساتھ مودب ہو کر شکرِ حق بجا لائے۔

نماز کی حالتوں میں قیام۔ رکوع۔ سجدہ خاص حالتیں ہیں۔ اے دوست! جب ہم اس کے سامنے بحالتِ قیام ہاتھ بندھے کھڑے ہوتے ہیں ہماری نظر غیر سے ہٹ کر مقامِ سجدہ پر جمی ہوتی ہے۔ کان سنتے ہیں ثنائے خالقِ ہر دو عالم۔ پھر زبان اقرار کرتی ہے کہ وہ پالنے پوسنے والا ہے جہان میں۔ جب وہ پہنچتا ہے اس پر کہ وہ مالک ہے یوم الحساب کا۔ تو پھر بدن کا ہر حصہ سراپا عجز و

انکسار ہمہ تن گوش غور کرتا ہے۔ کونسا دن حساب کا۔ میدانِ حشر۔ روزِ میزانِ عمل۔ یوم الجزار۔ کس چیز کا میزان۔ پھر کونسے عمل۔ میرے عمل حیاتِ فانی کے اعمال۔

اس وقت خوفِ خدا غالب آتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے تیری عبادت کرتا ہوں۔ میری مدد توہی کر۔ پھر راہِ مستقیم کو تلاش کرتا ہے۔ خود ہی نیک بندوں کو پسند کرتا ہے۔ مقہور و مغضوب لوگوں سے پناہ چاہتا ہے۔ پھر جب اس ندامت و شرمندگی سے عاجز آتا ہے۔ اپنے اعمالِ بد سے بیزار ہوتا ہے۔ فوراً رکوع میں جاتا ہے اور اللہ کی پاکیزگی بیان کر کے اپنی ناپاکی۔ جرم و معاصی کا اقرار کرتا ہے۔ کہ یا اللہ میں کون ہوں۔ تو ہی پاک ذات ہے۔ پھر ذاتِ الٰہ پر تیقّن کر کے محسوس کرتا ہے۔ اور دیوانگی غنودگی اور خاص امید کے ساتھ خود ہی بول دیتا ہے بے شک میری پکار میری عرض میرے اللہ نے سن لی ہے۔ کہ وہی بادشاہ حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔ پھر خوشی کے عالمِ مسرت میں سجدہ میں سر رکھ دیتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے یا الٰہی تمام عیوب و نسیاں سے پاک ہے۔ اپنی عاجزی فروتنی کی حد ختم کر دیتا ہے۔ تمام تعلقات سے منقطع ہو کر سجدہ میں خاک پر سجدہ کر اپنے رب کو راضی کرتا ہے۔ پھر وہ بیٹھ کر عرض کرتا ہے یا الٰہی میں تمام مالی۔ جانی قولی فعلی عبادتیں اور ریاضتیں تیری خاطر کرتا ہوں۔ تیری مغفرت کا طالب ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اتنا خائف ہو جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے۔ میں نہایت ذلیل۔ اور گنہگار گناہوں سے دوچار ہوں۔ میری نجات محال ہے۔ میں گستاخ ہوں۔ کب قابلِ رحم ہوں۔ پھر سفارش پیش کرتا ہے۔ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے۔ پھر یہ کیسا وسیلہ نجات ہے۔ اللہ اکبر

پھر اپنے والدین۔ اولاد کے لیے بھی دعا مانگتا ہے۔ پھر اُن ملائیکہ پر جو اس کے اعمال لکھتے ہیں۔ یا اس کے رزق و حاجات میں معاون ہوتے ہیں۔ ان پر اپنے ساتھیوں پر سلام بھیجتا ہے۔ اور پھر حاضری دے کر واپس لوٹتا ہے۔ یہ ہے نماز پڑھنے میں حالتِ انسان۔

مقصدِ نماز ایک اور یہ بھی ہے کہ قادرِ مطلق نے اس حیوانِ ناطق کو خلافتِ ارضی کا عہدہ بخشتا ہے۔ اور اس پر امانت کا خاص بوجھ ہے۔ اس مالکِ کون و مکان نے پانچ اوقات

کا تعین فرمایا کہ ہر انسان اپنی ڈیوٹی دے کر دربار عالی میں حاضر ہو۔ اور اپنے کام کے متعلق رپورٹ پیش کرے۔ چنانچہ نماز میں انسان سوچے کہ میں نے نمازِ فجر اور ظہر کے عرصہ درمیان میں کیا کچھ کام کیا ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ اس سے کونسی غلطی سہواً یا عمداً خطاً۔ سراً یا علانیہ ہوئی ہے۔ گویا اسنے اقرارِ جرم کر لیا ہے۔ بچہ جب والدین کے سامنے جرم مان لے تو وہ اس پر راضی ہوتے ہیں کہ بچے نے سچ بولا۔

اسی طرح ربِ کریم غفور الرحیم رؤف الرحیم بخش دیتا ہے۔ بار بار انسان جرم کرے گا پھر بخشوائے گا۔ پھر جرم کرے گا۔ مولا بخشے گا۔ پھر قصور ہوگا۔ وہ درگزر کرے گا۔ اے دوست کبھی تو مجھے بھی شرم آئے گی ہی۔

انسان خیرات میں ہر کام سیکھنے کے لیے اور تجربہ کے حصول کے لیے ٹریننگ۔ پریکٹس اور مشق کی ضرورت ہے۔ جس طرح پانچ وقت نماز پڑھنے سے بندہ نمازی بن جاتا ہے۔ پھر وہ اس کام سے گھبراتا۔ جی چراتا نہیں زائد نوافل میں قدم اٹھا کر مسرور ہوتا ہے اسی طرح مولائے کریم نے زکوٰۃ کا حکم فرمایا۔ زکوٰۃ تو وہ لوگ دیں گے جن کے پاس مالِ نصاب موجود ہو۔ عام آدمی اس مرتبہ کو کیونکر حاصل کرے۔ لو سنو!

ہر کسی کو میرا آقا و مالک ربِ العزت کھلاتا پلاتا ہے۔ دیکھو کوئی آدمی اپنے گھر میں کوڑا کرکٹ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور اللہ سائیں مسجدوں میں آندھی اور دیگر وجوہ کی بنا پر صحنِ مسجد گرد آلود فرماتے ہیں کیوں؟

اس لیے کہ اس کے بندے اس میں جھاڑو دیں گے۔ صفائی کریں گے۔ اپنے ایمان و ایقان۔ محبت و عشق کو تازہ کریں گے۔ اور ان کا خالق اس امر پر راضی ہوں گے۔

اے دوست وہ ہر بشر کو روزی پہنچانے والا ہے۔ ہمیں اسلئے موقع دیتا ہے کہ ہم محتاجوں کی دلجوئی کر کے اپنے خالق کو راضی کر لیں۔

— اگر ہمیں صبح بھوک ہو یا شام۔ دن کو ہو یا رات کو۔ جب بھی کوئی ضرورت ہو۔ وہ

مسبّب الاسباب وسیلہ سبب بنا دیتا ہے۔ پھر جب وہ ہمیں ہماری خواہش کے مطابق ہمیں سب کچھ مرحمت فرماتا ہے تو پھر ہم کیوں پیچھے پیچھے رہیں۔

اے دوست! جب کوئی نادار و مفلس، مسکین و عاجز۔ اس پر یتیم کچھ سوال کرے۔ تو ہم کیوں کہیں کہ پھر آنا۔ ابھی روٹی نہیں ہے۔ اب کھا کر سو چکے اس وقت آئے جب آرام کرتے ہیں۔

اے دوست! یہ باتیں کب بھلی ہیں۔ اے بھائی روزی رساں اللہ ہے۔ تو اپنے بھائی کی ہر ممکن مدد کر۔ وہ دعا دے گا۔ مولا جزا دے گا۔

انسان اور روزہ:

محبوب و معشوق جب دیکھتا ہے کہ فلاں میری محبت کا دعویدار ہے۔ وہ مجھ سے کمال محبت رکھتا ہے۔ تو پھر وہ اسے طرح طرح کی آزمائشوں سے آزماتا ہے۔

اور پھر یہ بھی کہ انسان دوست اسی کو ٹھہراتا ہے۔ کہ جس کے پاس رہنے۔ بولنے کو پسند کرے۔ اور یہ تب ہوتا ہے کہ دونوں میں کچھ کچھ مناسبت پائی جائے۔

ایک تعلیم یافتہ آدمی ایک جاہل کا محب۔ ایک شاہی لباس والا مفلس لباس والے کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اور پھر دوستی کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ جو بحیثیت درجہ منزلت کم مرتبہ ہو اس کو زیادہ ادب و احترام۔ عزت و قدر، تعمیلِ حکم میں چست ہونا پڑتا ہے۔

احکم الحاکمین مالکِ احسن الخالقین وہ ذات ہے کہ ہر چیز جو بھی ممکن ہے وہ اس کی تخلیق و ایجاد ہے۔ ہر ایک کو اس سے تعلق خاص ہے۔ ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے۔ البتہ اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔

اس لئے جب آدمی قلبِ سلیم میں ذاتِ الٰہ کا صحیح تصور ذہن نشین کر لیتا ہے۔ پھر اس کے سامنے سجدہ ریز بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے دیئے ہوئے کو صحیح طریق سے وَلَا تُسْرِفُوْا کے

مصداق خرچ کرتا ہے۔ اور اس کا شکرگزار بندہ بن جاتا ہے۔ تو وہ بھی ہمیں جانچتا ہے۔
کہ کیا یہ محبِ جانی ہے یا نانی۔

اس کے لیے حکم دیتا ہے کہ میرے بندے سحری سے وقتِ افطار تک نہ کچھ کھا سکتے ہیں نہ
پی سکتے ہیں۔ اور پھر جو لغزشیں انسان کر بیٹھتا ہے ان پر سخت نگرانی کا حکم صادر ہوتا ہے۔
انسان کو اپنی خواہشاتِ نفس کے مقابلہ میں جہاد کرنا پڑتا ہے۔ اعضائے بدن میں کسی قسم کی
کج روی منع ہو جاتی ہے۔

پھر جو ان امور کو مدِّ نظر رکھ کر حکمِ صوم و صلوٰۃ کی تعمیل کرتا ہے۔ ان کا نام صادقوں، عاشقوں،
صابروں، شاکروں اور مومنوں کی فہرست میں مندرج ہو جاتا ہے۔

نہ کھانا، نہ پینا، خواہشاتِ نفسانی کا نہ ہونا خاصہ ربّ العزت ہے۔ اور جب انسان
خود کو ان صفات میں رنگتا ہے۔ تو گویا وہ صفاتِ ربانی میں کوشاں ہوتا ہے۔ اس پر وہ راضی ہوتا
ہے کہ میرا بندہ میرے طرز پر مخلص بننا چاہتا ہے اور جب کسی غرضِ دینی و دُنیوی کو بالاطاق رکھتے
ہوئے محض ربّ العزت کی رضا میں کوئی کام کیا جائے۔ تو وہ اور بدرجہا بندے کو مقامِ عروج
بخشتا ہے۔

دوسرا یہ بھی کہ جب انسان بھوک پیاس برداشت کرتا ہے تو اس کو ان نعمت ہائے
عظمیٰ کی قدر ہوتی ہے اور وہ غریبوں مسکینوں کی امداد کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ کام صرف عادت
ڈالنے اور تجارت کے حصول کی خاطر فرض کئے گئے ہیں۔ تاکہ بوقتِ عسرت و مُصیبت انسان
گھبرائے نہیں بلکہ صبر و تحمّل اختیار کرے۔ اور اپنے رب کو یاد کرے۔

انسان اور حج بیت اللہ شریف! میرا مالک و خالق قادرِ مطلق مقصود و معبود ذاتِ
مخفی ہے۔ اور وہ اپنے محبوں دلدادوں۔
بندوں کو اپنے قرب و نزدیکی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ بیشک وہ شہ رگ سے نزدیک تر ہے۔
لیکن فطرتِ بشر کا خاصہ ہے کہ یہ ایسی باتوں کے ظہور سے زیادہ محظوظ ہوا کرتا ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ دوست کو اپنے محبوب کی ہر چیز سے محبّت خاص ہوتی ہے۔ میدانِ عرفات۔ مقام منیٰ۔ حجر اسود۔ صفا و مروہ۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کا مقصدِ اوّلین یہی ہے کہ ان چیزوں کا تعلق میرے خالقِ دو جہاں اور اس کے محبوبوں سے ہے۔ یہ اس کے مخلص بندوں کے نشانات ہیں۔ لہٰذا ان کی زیارت۔ قدم بوسی۔ باعثِ برکت و رحمت اور رجوع اِلیٰ اللہ کی سبیل ہے۔

اسی رُو سے اولیائے کرام صوفیائے عظام کی زیارت۔ مجلس ہزار سالہ طاعت سے بدرجہا اولیٰ و افضل ہے۔ اور اب باری ہے کہ حقوق العباد کے بارے سوچا جائے اور دیکھیں کہ کس طریق سے

حقوق العباد اور ہم

آپس میں تعلق پیدا کرنے والے ہیں۔ اُخُوت و برادری؛ کند ہم جنس با ہمجنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز بہ باز

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ دوست کی ہر چیز دوسرے دوست کو محبوب اور پیاری ہوتی ہے۔ ہم سب انسان ہیں ایک باپ کی اولاد ہیں۔ سب کا مقصود ایک ہے۔ خالق ایک۔ مالک ایک۔ باپ ایک۔ مائی ایک۔ رسول ایک۔ قرآن ایک۔ مقامِ قیام ایک۔ قبر و حشر ایک۔

معلوم ہوا کہ ہمیں ایک دوسرے کی عزّت و قدر۔ حفاظت و تحفّظ۔ مددِ دینی و دنیوی تمدّن و معاشرت۔ علم و ہنر غرضیکہ ہر حال میں ہر آن ضرورت ہے۔

اسلئے حسبِ ضرورت و حاجت ہر انسان سے تعلق بہ انس و محبت از بس ضروری ہے۔ ان بندوں میں کچھ لوگ غذا کچھ دوا، اور درد کی مثال ہیں۔

خاص رشتہ والے، والدین۔ بھائی بہن وغیرہ مثالِ غذا ہیں۔ ان کے بغیر چارہ نہیں۔ ان کی محبت۔ معیّت کی ہر حال میں ضرورت ہے۔

اپنے احباب و دوست: متر و یار دوا کی مثال ہیں کہ بوقتِ ضرورت وہ کام آتے ہیں کہ

ایسا کام والدین اور بھائی بھی نہیں کر سکتے ۔ ان کی محبت بھی ضروری ہے ۔

تیسری قسم کے لوگ ظالم ۔ جابر ۔ سفاک مثالِ ورد ہیں انکی معیت نہ کی جائے ۔ ہماری آپس کی ضروریات ہزارہا ہیں ۔ ہزار ہا کام دوسروں سے نکلتے ہیں ۔ اس لیے دوسرے کی خوشی و غمی ، صلہ رحمی ۔ بیمار پرسی ۔ امداد و اعانت عیادت و تیمار داری ازبس ضروری ہے ۔ یتیموں مسکینوں ۔ اسیروں ، غریبوں بیواؤں اور فقیروں کی خبر گیری ۔ ہمسایوں کے سلوک انسان کے لیئے نہایت لازمی ہیں ۔

یہ بھی یاد رہے کہ دوستانہ تعلقات اتنے پیدا کرو جتنے چاہئیں اور خیال رہے کہ کسی چیز کی الفت محبتِ اللہ و رسولہ سے تجاوز نہ کر جائے ۔ یہ سب فرائضِ انسانیت رضائے حق کی خاطر انجام دیئے چاہئیں اور "تعلقاتِ دینی و دنیوی" کے بارے یہ جاننا چاہیئے ۔

"تعلقاتِ دینی و دنیوی" اگر صرف دینِ الٰہی کی ضرورت ہوتی تو یہ دنیا کا اکھاڑہ جنم نہ پاتا ۔ اگر دنیا ہی مقصودِ انسانی ہوتا تو احکام ربانی کی قید و بند کی ضرورت نہ تھی ۔

دوستو ہمارا یہاں آنا ایک امتحان کی تیاری اور آزمائش مقصود ہے ۔ ہمارے پاس طاقتِ ربانی علم و عقل ہے ۔ ہمارے مقابل نفسِ امارہ اور خواہشاتِ نفسانی ہیں ۔ ان سے ہمارا مقابلہ ہے ۔ اگر ہم اس معاملہ میں راہِ مستقیمی پر گامزن رہیں اور شیطنت و نفس کو زیر کر لیں تو یہ صحیح ہے ۔ ورنہ خسارہ نہیں ہے ۔

ہمارا نفس ایک حیوانِ چوپایہ ہے جس کو کھانے پینے کی تو سمجھ ہے ۔ لیکن اسے حلال و حرام کی تمیز نہیں ہے ۔ لہٰذا اگر اس کو اپنی مرضی کی رسی سے باندھ لیا جائے ۔ اور خود چارہ ڈالا جائے تو بہتر ہوگا ۔ اگر اس کا خیال نہ کرو گے تو یہ غیر کا مال خراب کرے گا ۔ اور ہمیں ندامت ہوگی ۔

میرا مطلب یہ ہے کہ ہمیں خواہشات کے پیچھے نہ جانا چاہیئے بلکہ دنیا ہمارے

پیچھے چلے۔

دیکھو کسی بازار یا میلے پر ایک باپ اپنے بیٹوں کے ساتھ جاتا ہے۔ بیٹا نادان اور ناسمجھ ہے۔ اُسے روپے پیسہ کے بچانے کی خبر نہیں اگر باپ بیٹے کا کہا مانتا جائے گا۔ تو بیٹا ہزاروں چیزیں خرید کر بھی راضی نہیں ہو گا۔ اس طرح باپ کا دیوالہ نکل جائے تو یہ ممکن ہے۔ اگر بچہ اصرار کرے گا۔ باپ ٹال دے گا۔ چار پانچ سوالات کا جواب ایک دے گا۔ تو بچہ آخر صابر بن جائے گا۔

اے دوست تیرا دل ہزاروں خواہشات کا مقتضی ہو گا۔ تو صبر کر اس پر جبر کر نفس کو عسرت دے۔ اس کے خلاف چل۔ اس کو بھوکا رکھ وہ مُردہ کی مثال ہو جائے گا۔ پھر نفسِ امارہ نفسِ مطمئنہ بن جائے گا۔ اور مسرت بھری کامرانی تیرے قدم چومے گی۔

اے دوست! اسلام ایک شیر عطا کرنی والی بکری اور دنیا شکار گاہ بھیڑیوں کی ہے۔ تو اسلام کے ساتھ ہو کر ان بھیڑیوں سے جہاد کر۔

تعلقات دینی اور دنیوی کو یک جا رکھنے میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور اسی کا نام شریعتِ محمدی ہے۔ اور اس کی راہ میں نفس اور اس کی چالاکیاں سَدِّ راہ ہوتی ہیں اس لیے اب نفس کُشی کے بارے چند سطور سپردِ قلم کی جاتی ہیں تاکہ انسان اس منزل میں اپنا سفر جاری رکھنے سے نہ رہ جائے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جہاد کرنے کو جہادِ اصغر فرمایا لیکن نفس کے ساتھ مقابلہ کرنے کا نام آپ نے

جہادِ اکبر: رکھا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جی ذائقہ موت پائے گا نفس کئی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ لیکن ان سب مطالب میں سے بہترین مطلب اللہ والوں نے یہی بتایا ہے کہ چند ایسی خصائیل حیوانیہ شہوانیہ ہیں جن کو انسانیت روحانیت میں بدلنا ہوتا ہے۔ یہی نفس و نفسانیت ہے۔ بعض روح سانس کو اور بعض خون کو نام نفس دیتے ہیں۔ اس مشکل کو صاحبِ کشف المحجوب جناب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے

یوں حل فرمایا ہے۔ کہ انسان میں جسم و روح کے ماسوا ایک تیسری چیز ہے جسے نفس کہا جاتا ہے۔ بہت سے بیانات کے پڑھنے کے بعد عاجز نے اپنا عقیدہ یہ رکھا ہے کہ مولا کریم نے ازروئے نیت و عمل تین قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ نوری۔ ناری۔ انسانی ملائیکہ کی تخلیق نور سے ہے۔ جو سراسر رحمت و برکت۔ نیکی بھلائی سے متعلق ہے۔ اسی طرح ناری جو آگ سے ہے محض شر و فساد اور برائی سے متعلق ہے۔ اور جن اسی قسم میں داخل ہیں۔ اور ہمارے ساتھ وہ بھی ایک امتحان میں مبتلا ہیں۔ حیوانات۔ چرند پرند۔ اور جنگلی جتنے جانور ہیں۔ ان میں صرف حیوانیت۔ شہوانیت ہے ــــــ

اور انسان جو اربعہ عناصر نار و ہوا اور آب و خاک کا مجسمہ ہے۔ اس میں چار خصلتیں انہی عناصر کے باعث پیدا ہوئیں۔ آگ سے غرور تکبر۔ ہوا سے حرص و لالچ۔ پانی سے ظلم و تشدد۔ اور ملکیت ـــ مٹی سے عاجزی و فروتنی ــــــــــــ

اب دیکھئے تین طاقتیں ہیں جو موجبِ شر و فساد ہیں اور صرف ایک چوتھائی ایسی طاقت ہے۔ جس میں بھلائی ہے۔ اے دوست! فرشتوں سے میں نافرمانی کا شائبہ تک نہیں کیونکہ ان میں بدی کا کوئی جز ہی نہیں کہ وہ اثر دکھلائے۔ بایں وجہ وہ ہر لحاظ سے نیک حکمبردار بندے ہیں ــــــ اور شیاطین میں کوئی نورِ ایمان نہیں کہ وہ کبھی صراطِ مستقیم پر آجائیں اور یہ شیطان جن اور آدمیوں میں سے بھی ہوتے ہیں۔

یوسوس فی صدور الناس من الجنتہ والناس اب رہا انسان تو اس میں ایک ایسی طاقت ہے جس کے ساتھ یہ اپنے خیال و اقوال۔ افعال و احوال کے انجام و نتائج کے نفع و نقصان معلوم کر سکتا ہے۔ اس میں حیوانیت کے ساتھ روحانیت۔ نفسانیت کے ساتھ نورانیت بھی ہے۔ اور پھر ان کے مقابلہ پہلے دن سے شروع ہے۔

عارفین نے نفس کی سات قسمیں بیان فرمائیں ہیں۔

نفس امارہ۔ لوامہ۔ مطمئنہ۔ ملہمہ۔ مرخلیتہ۔ راضیہ۔ نفسِ کاملہ ــــــــ

یہ ساتوں اقسام انسان کے امتزاج وطبائع کی بنا پر ہیں ـــــ مثلاً نفسِ اَمّارَۃٌ
م بِالسُّوٓءِ برائی کا حکم دینے والا۔ اس کی علامات کبر وحسد بغض وکینہ۔ بخل۔ حرص وشہوت
شر وفساد ہیں اور یہ کافرین وفاسقین سے متعلق ہے ـــ اللہ تعالیٰ بچائے ـــــ
نفسِ لوّامَۃ یہ نورِ قلب کے ساتھ منوّر ہوتا ہے۔ اس میں خیر وشر کا مقابلہ رہتا
ہے۔ نیکی میں خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور برائی میں ندامت وشرمندگی یہ عامۃ المومنین
کا نفس ہے۔ اس میں توبہ کی بحمداللہ توفیق ہوتی ہے۔
نفسِ مطمئنّہ :- اس میں اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے یہ خاص مومنین کی صفت ہے۔
نفس المُطمئِنۃ الرجعیِ الیٰ ربّکَ راضیۃ ۔ یہ خاص مومنین اولیائے ربّانی کا نفس
ہوتا ہے ـــ اسی طرح باقی تمام ـــــــــــــــــــ

انبیاء ورسُل کے نفس کاملہ ہوتے ہیں ـــــــــــ انبیاء کے متعلق سوچنا
کہ شاید ان سے بھی گناہ ہوئے ہوں گے باعثِ خسارہ ایمان اور سراسر غلطی ہے۔ ــــــ
قرآن کریم نے تین قسم بیان فرمائیں ۔ امّارہ ۔ لوّامہ ۔ مطمئنہ امارہ والے تو مطابقِ
خَتَمَ اللہُ علیٰ قُلُوبِہِم گمراہ ہیں۔ اور مطمئنہ والے مطابق فرمانِ ربّانی نفس المطمئنہ
الرجعی الیٰ ربّکِ راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی گروہِ انبیاء شہداء
صالحین کے ساتھ نجات پا گئے ـــــــــــ

باعثِ احتیاط اور موجبِ فکر صرف لوّامہ ہے۔ اور اس کو مطمئنہ بنانے کی کوشش
ضروری ہے وما توفیقی اِلا باللہ لیس للانسانِ الاّ ما سعیٰ ـــــــــــــ
اس سے پیشتر کہ میں نفس پر بحث کروں ایک عینی واقعہ چشم دید اپنے سے متعلق عرض کرتا ہوں کہ
میں روزانہ ایک دو صفحے تحریر کیا کرتا تھا۔ جب موجودہ مضمون کی باری آئی تو پورا ڈیڑھ ماہ گذر
گیا کہ طبیعت لکھنے کی طرف مائل نہ ہوئی ۔ دیکھو نفس نے اپنی بیتی کے اظہار کرنے سے کتنا
روک رکھا۔ ــــــ

انسان کے اندر دو طاقتیں روحانی اور نفسانی کام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہمیشہ باہم اَن بَن رہتی ہے۔ جب روحانی طاقت غالب ہوتی ہے تو انسان اعمالِ صالح میں راغب ہوتا ہے۔ اور جب حیوانیت کا بھوت سر چڑھ جائے تو فساد بداعمالیاں سرزد ہوتی ہیں اس کا نام قبض اور بسط ہے اس لحاظ سے صاحب عرفان و محبت نے ان کے لشکر بیان فرمائے ہیں ــــ

روحانی لشکر یا طاقتیں (۱) صبر۔ شکر۔ قناعت۔ ذِکر۔ فکر۔ توبہ۔ تقوائے۔ رضا۔ توکّل اور ریاضت۔

نفسانی گروہ: (۲) شہوت۔ حسد۔ ریا۔ حبِّ دُنیا۔ حبِ مال۔ غیبت۔ کِذب۔ تکبّر حرص اور فساد۔

ایک دِن حضور صَلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم واپسی جنگ کے بعد جب تشریف لائے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین سے فرمایا "کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے"۔ استفسارِ صحابہ پر بتایا کہ جہادِ اصغر قتالِ کفار ہے اور نفس کُشی جہادِ اکبرؔ

یاد رکھیئے کہ صحبت ایک ایسی چیز ہے جو اہلِ مجلس کو رنگ دیئے بغیر نہیں رہتی۔ پھولوں کے گلزاروں سے خوشبو۔ مردار و نجس کردوں سے بدبو آہی جاتی ہے ــــــــــ

پسرِ نوح با بداں نشست
خاندانِ بنوتش گم شُد

صحبتِ صالح تُرا صالح کند ۔ صحبتِ طالح ترا طالح کند

نیکوں کی محبت نیک بدوں کی صحبت بُرا کر دیتی ہے۔

نفس کُشی کے لیے ضروری ہے کہ بندہ ایسی حالت میں رہے کہ اہل دنیا متنفر رہیں اور نفس ذلّت و رسوائی میں ختم ہو ــــــــــ

حضرت بایزید بسطامیؒ کا فرمان سنا ہے کہ آپ کے نفس نے پانی مانگا آپ نے نہ پیا حتیٰ کہ چالیس برس گزر گئے۔ اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا کہ پیاس لگے تو پیا ہی نہ جائے

بلکہ مقصد یہ تھا کہ آپ نے ایسا پانی پایا جہاں پینے سے پیشتر دلِ للچانے لگا کہ ابھی یہاں سے ضروری پیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تمام پانیوں سے یہی پانی پسند ہے تو تمہیں یوں ہی پیاسا رکھوں گا۔ اس کے اس جھگڑے میں چالیس برس نفس کو سزا دی ــــ اسی طرح سے ایک ولی اللہ نے دیکھا کہ لوگ زیارت کے اشتیاق میں چلے آتے ہیں اور نفس خوش ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے نفس رمضان شریف کا مہینہ ہے۔ میں تیری خوشی کو ختم کرتا ہوں۔ پس انہوں نے ایک روٹی نکالی اور کھانے لگ گئے۔ لوگوں نے بے روزہ جان کر واپس جانا پسند کیا۔ اور ملنے نہ گئے گویا آپ نے اس کی خوشی کے دور کرنے میں روزہ توڑ دیا اور متواتر ساٹھ روزے کفارہ ادا کرنا منظور کر لیا۔ سبحان اللہ

ایک مردِ خدا کے دل میں خیال آیا کہ اس کی شیریں کلام۔ ترتیلِ تلاوت سے لوگ محظوظ ہیں اور نفس اس خوشی میں آیا کہ لوگ ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ تو آپ نے صوتِ بالجہر کی بجائے خاموش پڑھنا اختیار کر لیا۔ اور جب معلوم ہوتا کہ کوئی آ رہا ہے، فی الفور قرآنِ پاک بند فرما دیتے اور لیٹ جاتے ـــــ سبحان اللہ

خاص الخواصین عبادِ اللہ الصالحین کا نفس یا تو مر جاتا ہے یا اتنا کمزور بے بس عاجز اور تنگ ہوتا ہے کہ اسے شرارت کا خیال تک نہیں آتا۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بشر کے دلِ پر ایک نیکی کا فرشتہ اور ایک بدی کا شیطان رہتے ہیں جن کا بحالتِ نفس لوّامہ مقابلہ رہتا ہے ـــــــــــ

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی بدی کا شیطان پیدا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں پیدا تو ہوا لیکن وہ مجھے دیکھ کر ہی مسلمان ہو گیا ـــــــــــ

یاد رکھیئے برائی کا تعلق حضورِ انور سے ایسا بھی نہیں کہ گندی ہوا ہی جس طرح کسی کے قریب سے گذر جائے ـــــــ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ

اور نہیں بولتے وہ اپنی خواہش سے

کملی والے سیدالانبیاء، نورِ حق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ترجمہ: اپنی پہچان ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کو پہچانا جا سکتا ہے۔ کیونکہ خادم جب تک اپنا حال نہ جانے کہ وہ خدمت کے لیے ہے وہ مخدوم کو کیسے پہچانے گا۔ شاگرد پہلے یہ جانے کہ اس نے کچھ پڑھنا ہے۔ پڑھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہے۔ تب جا کر استاد کو جانے گا اور اس کا ادب واحترام کرے گا۔ ——————

اسی فرمانِ نبوی کے تحت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ کو ربّ کے نور سے پہچانا —— جو آپ کے قلب میں چمکا ——————

نور دو قسم ہے جب تک دو نور یک جا نہ ہوں دکھائی نہیں دیتا جیسے نورِ چشم نورِ آفتاب کے بغیر کچھ نہیں دکھاتی رات کے اندھیرے میں —————— ایسے ہی نورِ آفتاب سے نابینا دیکھ نہیں سکتا۔ اے دوست! جب تک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع فَاتَّبِعُوْنِی اور وَیُزَکِّیْهِمْ کے نور سے متفیض نہ ہو تب تک نورِ ایمان کامل نہیں ہو سکتا ع

ع من آں خدائے را پرستادم کہ ربِّ محمد است

نفس کشی کے لیے ہر حربہ استعمال کرنا پڑے گا۔ کیونکہ منزلِ مقصود تک پہنچنے میں یہی نفس سدِ راہ بنا ہے سے

نہنگ واژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو اگر مارا

ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔ اے دوست! یاد رکھ تو شامتِ نفس کے باعث بیمار ہے۔ اس کا علاج چاہیئے اور کسی نفس کش مردِ خدا صاحبِ شریعت کے قدموں میں سر رکھ تاکہ مولا کریم اس وسیلہ سے تجھے یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ کے مطابق ہدایت دے اور تو بیشک اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ان اللہ والوں سے دور رہ کر کبھی صراط المستقیم نہیں پا سکتا یہی لوگ جہادِ اکبر کے طریقے جانتے ہیں۔

نگاہِ مردِ مومن سے بَدَل جاتی ہیں تقدیریں

جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

جہاد النفس: القصہ معلوم یہ ہُوا کہ نفس ایک ایسی طاقت ہے جو بندے کو اپنے رب سے دُور کرے جاتی ہے۔ اسمیں سستی کاہلی۔ حیلہ سازی۔ مکرو فریب۔ طمع۔ بغض عناد۔ تکبر جیسی صفاتِ رذیلہ کام کرتی ہیں۔ ہمارے قلب کی مثال خزانہ ہے کیونکہ یہ تجلیاتِ الٰہی کا مخزن اور مرکب ہے۔ بدن ایک حصار و قلعہ ہے۔ منہ۔ کان۔ ناک۔ آنکھیں وغیرہ دروازے ہیں۔ جن پر علم و عقل کا پہرہ ہے۔ دِل کے پاس ایک نوری فرشتہ مُلہم اور ایک ناری جن وسواس نامی مقرّر ہیں۔ جب انسان کسی کام کا تہیّہ کرتا ہے۔ تو ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔ جس کی اطلاع ہر ہر جزوِ بدن تک حواسِ خمسہ کی مدد سے ہو جاتی ہے۔ اور تمام اعضاء دماغ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ وہ دیکھے کہ کیا یہ حکم حکمِ الٰہی ہے اور کیا اس کی اطلاع نوری مخبر کی طرف سے ہے یا نفس کی شامت ہے۔ اسی وجہ سے کج فہمی کا نتیجہ بُرا ہُوا کرتا ہے۔ اور پھر انسان پچھتاتا ہے۔ اسی نقطہ کو بھانپ کر فرشتوں نے تخلیقِ ابوالبشر کے موقعہ پر کہا تھا کہ انسان جلد باز ہو گا ـــــ

اے قاضیٔ دل دماغِ انساں اس بات کو ٹھیک سوچنا نیکی کے وقت شیطان نفس سے زیادہ کام لیتا ہے اور انجام فی الفور پیش کر کے ورغلاتا ہے۔ ـــــ جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کی پاکدامن بی بی رحمت اہلیہ پیغمبر کو فریب دینا چاہا۔

وہ اس طرح کہ ابلیس نے سوچا نقصِ مال و متاع۔ تکلیفِ بدن نے حضرت ایوب پر کوئی ایسا اثر نہیں کیا کہ وہ غافل ہوتے اب ان کی بیوی کے ذریعے بھٹکانا چاہیئے ـــــ لیکن جب وہ ایک درویش کی شکل میں ظاہر ہُوا اور کہا کہ بی بی رحمت میں اہلِ زمیں کا رب ہوں۔ تیرا خاوند میں نے بیمار کر دیا ہے اور اللہ جو رب السموات ہے وہ اِسے صحت دینا چاہتا ہے میں تندرست نہیں ہونے دیتا ـــــ

تو اگر تو مجھے سجدہ کرے تو وہ صحت یاب ہو جائے اور تم دونوں کو جنت میں جگہ دوں
نفس بی بی بی بی صاحبہ کو اس مقامِ فریب تک لے بھی گیا اور دیکھا بھی اور جب آپ
مردود سے یہ کہہ کر چلی آئیں کہ میں حضرت ایوب سے پوچھے بغیر سجدہ نہیں کرتا ——
تو شیطانِ رجیم نے سر کو پیٹ لیا —— جاننا چاہیئے کہ عامتہ المسلمین کی
عقل ناقص ہے اور اولیائے ربانی کی عقل عقلِ سلیم و محفوظ ہے اور انبیائے کرام کی عقل
بالغ اور ہر لحاظ سے مکمّل و مدلّل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مرشد کامل کی معیّت میں مرید منزلِ
مقصود پا لیتا ہے ۔ بی بی رحمت نے جب حضرت ایوب علیہ السلام کا نام لیا . تو ——
مولا کریم نے رہنمائی کے سامان بنا دیئے ۔ اور شیطانِ لعین کچھ نہ بگاڑ سکا .

جب انسان کا نفس مجاہدہ کرتے کرتے عاجز آ جائے اور تمام قوائے شر خیر الاعمال عاداتِ
شرلیفہ میں بدل جائیں تو ایسا نفس تقرب الٰہی حاصل کر لیتا ہے ۔

ترجمہ :۔ اور اس نفس کشی کا نام ہی اسلام میں طریقت ہے اب روح کو تقویت
دینے کے لیے اس کی غذا کا خیال ضروری ہے اور غذائے رُوح کے بارے مندرجہ ذیل
طریقہ بیان کیا گیا ہے ۔

غذائے روح

زمین : زمینِ قلب میں زباں کی ہل چلا . ذکرِ الٰہی بکثرت کر ۔ اور وردِ درود شریف اور
وظائف کی کثرت سے زمینِ قلب کو نرم بنا ۔

پودا : وحدت و یکتائی ۔ ربوبیت و وحدانیت کے کلمہ طیبہ جس کی مثال قرآنِ حکیم میں
موجود ہے ۔ کسی پیر و مرشد یعنی مالیٔ باغِ وحدت سے حاصل کر ۔

زمینِ قلب میں یقین کی کھاد ڈال کر اس میں تعینِ وقت اور احکامِ شرعیہ حرام و حلال
کی حدودِ شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیاریاں بنا ۔ اور پھر پودا لگا کر اس کے ہر چہار

جانب خوفِ عذابِ ربِ العزت کی باڑ لگا۔

آبیاری: اس کو وضو کامل کا پانی دے۔ نمازِ پنجگانہ اور نوافلِ روزانہ سے اس کی نلائی کر۔ پھر اسلام عشق ومحبت کی حرارت اور سخنِ شیریں کلام کی ہوا دے۔

ثمر و پھل: رحمت وبرکت۔ سرور ولطف۔ اس پھل کے پھول ہیں۔ لہذا ان کی حفاظت کے لیے امرِ الٰہی کی کھبانی لے کر شریعتِ حقہ کی مینڈھ پر کھڑے ہو کر نظرِ خاص کے بٹے غور وتدبر کی گولیاں حرص ہوا۔ جور وجفا۔ بغض وعناد کے ذاغوں۔ طوطوں اور چغلی۔ گالی۔ کاہلی۔ کی لالیوں اور چڑیوں کو اڑا۔

کھلیان: تلاوتِ القرآن کے دانے اکٹھے کر۔ ان میں سے ریاکاری۔ دنیاداری کے سے مُمنی۔ اراڑ کے دانے مٹر وغیرہ علم وعقل کی چھلنی سے چھان کر صاف کرلو۔

اب یہ آپ کا سرمایہ محنت تیار ہو گیا۔ اسکو خاموشی۔ گوشہ نشینی کی بوریوں میں بھرنے کے لیے رات کے آخری حصہ میں تیار ہو جاؤ۔

اور اس سب دولت کو تسبیح کے ٹوپہ سے ماپ تول لو۔

حفاظت کا طریقہ: ہر قسم کے اعمالِ صالح کے اناج اکھٹے کرنے کے بعد حفاظت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ تکبر۔ غرور جیسے ڈاکو خیانت کرنے سے شرماتے نہیں۔ لہذا تواضع۔ خدمتِ خلق۔ عجز وانکسار۔ فروتنی جیسے پہرہ دار بناؤ۔

نیز سسری لگ جانے کا اندیشہ ہو تو خوفِ قبر وحشر۔ عذابِ جہنم کی ریت۔ علم وعقل کا پارہ ملا کر رکھ دو۔ انشاء اللہ کوئی ڈر نہیں۔

آٹا: حسبِ ضرورت صبر وتحمل کی چکی میں دستِ قدرت سے آٹا بنالو۔ اور پھر رضاءِ الٰہی کی چھلنی سے خیالِ فاسد اور وسواس کا چھان علیحدہ کردو۔

اے دوست اب یہ آٹا تیری روح کی غذا کے عین موافق ہو گا۔

روٹی: تیار شدہ آٹا کو لے کر صفائی کی صحنک میں ڈالو۔ اس میں دائمی وضو کا پانی ملا کر دستِ محبت سے آٹا گوندھو۔

اپنے سینہ بے کینہ کا توا لے کر درِ مرشد کے چولھا میں عشق کی آگ جلا کر تپا لو۔

روزہ و زکوٰۃ کی تلیوں سے روٹی پھیلا کر پکا لو۔ شیریں کلامی۔ شکرِ ربانی کا گھی لگا لو۔ اب روٹی تیار ہو گئی۔

سالن: اپنے نفس کو ضد کی چھری سے حلال کر۔ اور بوٹیاں بنا کر قابلِ سالن بنا حق گوئی کی مرچ۔ حلم کا نمک۔ شکلِ مومن رنگِ مسلم کی ہلدی ملا کر مسالہ بنا۔

نارِ عشق میں خالی پیٹ کی ہنڈیا رکھ اور سالن پکا۔

مسرت و شادمانی کا چمچہ لے کر پیالہ اجل میں ڈال۔ اور قبر کے مکان میں بیٹھ کر نوش فرما۔

اور آپ کو معلوم ہو گیا۔ انسان کے وجود میں روح اور جسم دو چیزیں ہیں۔ روح پہلے تھا۔ جسم بعد میں ہوا۔ اب روح نکلے گا۔ روزِ محشر پھر دونوں کو حیات ہو گی پس یہ بھی گویا

دو مہمان: ہیں۔ اے انسان تو دو چیزوں کے مرکب "روح و بدن" کا نام ہے۔ ایک ان میں سے آسمانی یعنی روح اور دوسرا بدن زمین کا جزو ہے۔

آسمانی مخلوق کی غذا خوراک تسبیح و تقدیس ذکر و شکر ہے۔ اور زمین والوں کی زمین سے نکلنے والی اشیائے خوردنی پھل میوہ جات وغیرہ۔

پہلے تیرا حصہ خاکی بُت جسدِ خاکی زمین پر تیار ہوا۔ اور پھر تیری کلی ملائکہ نے یوں کھولی۔ کہ اگر تو سنتا تو کہتا کہ واقعی میری بدکرداری کا حل ملائکہ نے سچ بیان فرمایا۔

پھر جب تجھ میں روح داخل ہوئی۔ اس کے باعث تجھے رعب و دبدبہ۔ عقل و فکر۔ علم و تدبر نصیب ہوا تو تو مسجودِ ملائیک ہوا۔ گویا کہ روح نے ان کو تیرے سامنے زیر کر لیا۔ اور ان کو منوا لیا۔ تیری عزت روح کے باعث بنی۔

اور اب تو پہلے کی طرح روح کے گھر جنت سے نکل کر روح کو ساتھ لیے مقام زمین بدن کے گھر پہنچا ہے۔ یہاں روح مہماں ہے وہاں بدن مہماں تھا۔ روح نے تیرے

بدن کی خدمت کی تھی۔ اور اسے شرفِ تاج اشرف المخلوقات عطا یا تھا۔ اب روح بدن کے ہاں ٹھہری ہوئی ہے۔ اب تیرا حق ہے کہ تو بدن کے ہر حصہ کو حکم دے کر وہ اپنی روزی کمانے کے ساتھ ساتھ اپنے مہمان روح کی دعوت کا خاص اہتمام کریں۔

بڑے افسوس کا مقام ہے۔ کہ مہمان کی خدمت کے لیے تو ایک منٹ بھی صرف نہیں کرتا۔ اور بدن کے لیے تمام عمر بسر کردی۔

اے انسان! جب روح واپس جائے گا۔ تو اس کا بدلہ عسرت و تنگی تجھے نصیب ہوگی۔ اور پھر پچھتائے گا۔ ابھی سے تدبر و حکمت سے اپنی زندگی بنالے۔ استقبالِ روح بڑی خوشی سے کر۔ اور اسے اپنا دوست بنا۔ اب معلوم ہوا کہ اس بیان کرنے میں ہمیں نتیجہ کے دو پہلو نظر آئے بوقتِ موت روح تجھے داغِ مفارقتِ جہان فانی دے جائے گی۔ اور تیری رپورٹ دفترِ رب العلمین میں پہنچائے گی۔ قبر میں تیرے متعلق وہ بیان دے گی۔ پھر روزِ محشر سرکارِ رب العزت تیرے نام تحریری حکم اعمالنامہ بھیجے گی پھر معلوم ہوگا کہ وہ بارہ۔ تجھے روح اپنے محل جنت کے باغوں میں لے جاتی ہے۔ یا جہنم کے گڑھوں میں ڈلوا دیتی ہے۔

اے بنی آدم! تو خود اس معاملہ میں بڑی اچھی طرح سوچ۔ اور خیال کرلے۔ بعد میں پچھتائے گا۔ پھر موقع ہاتھ نہ آئیگا۔ جس طرح انسان کو بدن کی خوراک کے حصول میں شوق اور محبت درکار ہے اسی طرح اسے روحانی سرمایہ جمع کرنے کو بھی خاص محبت درکار ہے۔

مقامِ محبّت

اور مقامِ محبّت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: کفّار کی محبّت اغیار سے ایسی ہے جیسے چاہیئے محبت اللہ کی۔ اور ایمان والے لوگ سخت محبت رکھنے والے ہیں اپنے اللہ سے۔

محبت کا مادہ حَب یعنی دانہ ہے۔ اور دل میں سُودا نامی سیاہ تِل نُقطہ خانہ محبت اور مقامِ محبت ہے۔

محبت کے درجات :۔ (۱) عَلاقہ خیال محبت کا نام ہے۔

جس چیز سے محبت ہو اُس کا کبھی کبھی نیک خیال آتا ہے۔

(۲) مَیلان :۔ رجوع کرنا طرف اُس کے جس کے ساتھ محبت اور پیار ہو۔

(۳) صبابَت :۔ بے اختیار شوق۔ اپنے آپ شوق کا پیدا ہو جانا۔

(۴) غرام :۔ قرض کی طرح محبت کا چمٹ جانا۔ اور پیچھا نہ چھوڑنا۔

(۵) وداد :۔ خلوصِ محبت۔ محبت کا اصل۔ اسی سے متعلق اسم الٰہی صفات ربی کا مظہر

وَدود نام ہے۔ یا وَدُودُ یا وَدُود۔

(۶) شغف :۔ تعبر دل تلک پہنچنے والی محبت۔

(۷) عشق :۔ عشقہ نامی بیل کی طرح چمٹنے والی جو کبھی نہ چھوڑے اور خون خشک کر دے۔

اور سوکھا کر دے۔

(۸) التیتم :۔ انتہائے عجز کا نام ہے۔ کہ عاشق عاجز اپنے محبوب کے در پر پڑا رہے۔

(۹) التعبد :۔ مال و متاع۔ نفس و عزت ہر چیز سے الگ ہو کر غلام ہو جائے۔

(۱۰) خُلّت :۔ جب تمام تخیلات و وساوس۔ نیت مفقود ہو جائیں۔ اور یہ مقام

حضرت ابراہیم خلیل الرحمان کا ہے۔

(۱۱) حبیب اللہ :۔ یہ مقام مقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

اقسام محبت : جسمانی۔ نفسانی۔ طغیانی۔ ایمانی۔

جسمانی محبت :۔ شہوانی۔ احسانی۔ حسن و صورت۔ حسنِ سیرت خونی رشتہ سے متعلق ہوتی ہے۔

(۲) نفسانی اور طغیانی محبتیں ناجائز اور باعث خسارہ۔

(۳) ایمانی محبت روحانی محبت باعثِ ثواب۔ درجات اور نجات کا موجب ہے۔

ایقان و ایمان کا امتحان روحانی محبت ہی سے متعلق ہے۔ ارواح بحکم پروردگار کئی قسم

پیدا کی گئیں۔ (فرمانِ رسول)

اور ہر روح اپنی ہم جنس روح سے محبت کرنے والی ہے ؎

ناریاں مر ناریاں را طالب اند

نوریاں مر نوریاں را جاذب اند

محبت فی سبیل اللہ عین محبت اشد حب اللہ سے ہی متعلق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام تمام سے محبت۔ اہل بیتِ رسول سے محبت اللہ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلِ بیت کی محبت تمام مسلمانوں پر فرض کر کے ایمان کا جزِ اوّل فرمایا۔

صحابہ کرام۔ صوفیائے عظام۔ علمائے حقہ۔ آئمہ اربعہ سے محبت ایمانی محبت ہے۔

قرآن و حدیث۔ فقہ کی کتابوں سے محبت۔ مساجد سے محبت فی سبیل اللہ محبت ہے۔

اور یہی وہ محبت ہے جو ذائقہ الموت کی تلخی سے ختم نہ ہوگی۔

نظامِ کائنات کا چلنا محبت پر مدار رکھا گیا۔ ورنہ کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ رہتا۔ ماں کی ممتا بچہ کی پرورش کے لیے باپ کی شفقت ضروریاتِ معاش کے لیے استاد کی مہربانی علوم کے خزانہ کے حصول کے لیے دوستوں کی محبت مصیبت میں دل جوئی کے لیے۔ اسلام میں دینِ اسلام اور انسان کی زندگی کا ایک جزو بن گئی۔

اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں محبت نصیب فرماوے۔

آمین یا الٰہ العلمین۔

باب ششم

خیر الامّت والاتباعِ سنّت

کون؟

(۱) دینِ اسلام اور اہل سنّت جماعت

(۲) ورثتہ الانبیاء

(۳) نسبت خلفائے راشدین

(۴) خیر الامت والاتباع سنت

(۵) اہل بیت کا ذکر

ازواج و اولاد النبی

حضرت علیؓ و فاطمہؓ

حسنین رضی اللہ عنہم

(۶) الحسین منی وانا من الحسین

(۷) اصحابِ رسول کا ذکر

(۸) خلافت و فضیلت اصحاب ثلاثہ

وحضرت علی المرتضیٰ امیر المومنین

دینِ اسلام اور اہلِ سنت و جماعت: ترجمہ :۔ کچھ زبردستی نہیں دین میں۔ بیشک خوب جدا ہو گئی نیک راہ گمراہی سے تو جو نہ مانے شیطان کو اور ایمان لائے ساتھ اللہ کے۔ اس نے تھامی گرہ محکم جسے کبھی کھلنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

ترجمہ :۔ راسخ اور پختہ علم والے کہتے ہیں۔ ایمان لائے ہم اس پر کہ یہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نہیں نصیحت مانتے مگر عقل والے۔

پکڑو مضبوط رسّی اللہ کی سب مل کر اور نہ ہو جدا اس سے اشرف المخلوقات انسان بنی آدم کی اکثریت اللہ عزوجل کو مانتی ہے۔ سوائے چند افرادِ بنی آدم کے جو دہریہ کہلاتے ہیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان۔ رضا اور حکم فیصلہ کیا ہے۔ اللہ اکبر۔ خالق، مالک۔ رازق۔ بذاتِ الصدور۔ احکم الحاکمین۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

کچھ زبردستی نہیں دین میں :۔ جو چاہے اللہ کا دین قبول کرے یا کوئی اور ہاں جو دینِ اللہ العٰلمین مانے وہ حق پر ہے۔ دوسرا غلط ہے۔ اپنی مرضی کا انجام سوچ لے۔ دینِ اسلام اللہ کے نزدیک دین ہے۔ جو تمام دینوں پر غالب اور سب سے جدا ہے۔ فمن یکفر بالطاغوت :۔ جو شیطان کو نہ مانے اور لَآ اِلٰہ پر یقینِ کامل کرے۔ ویومن باللہ :۔ اور ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور اِلَّا اللہ پر توکل رکھے۔

ترجمہ :۔ اس نے تھامی گرہِ محکم محمد رسول اللہ : محمد اللہ کے رسول۔ پس اللہ محمد پر ایمان لایا۔ لَا انْفِصَامَ لَہَا :۔ جس نے کبھی کھلنا نہیں۔

محمد رسول اللہ ——————— آدم اور بنی آدم ——————— محمد رسول اللہ

از آدم علیہ اسلام تا حضرت عیسٰی علیہ اسلام۔ انبیائے کرام (ولتومنن بہٖ ولتنصرنہ) سید الانبیاء امام الانبیاء محمد رسول اللہ کے ظہور اور پیدائش بشریت سے پیشتر محکم گرہ کے خصوصی نشان تھے۔

ان تمام انبیار پر ایمان لانفرق بَیْنَ اَحَدٍ مِن رُّسُلِہٖ کے مطابق گرہ حکم کا تھامنا ہے۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض پر عمل اُن کی فضیلت بیان کرنے میں ہے نہ کہ ان کا انکار

کرنے میں ————— وُہی محمد واحمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی خاطر

جماعتِ انبیار ایمان اور مدد کا وعدہ اللہ سے عالمِ ارواح میں کر چکی تھی۔ جب وہ دنیا پر آگئے

توسب نے ان کے سامنے یہ کہہ کر کہ ہم نے اپنی نیابت کا حق ادا کر دیا۔ اور ہماری ڈیوٹی ختم

ہوگئی۔ دستبردار ہوگئے۔ خاتم الانبیار پر ایمان لائے اور اس مکانِ نبوت کو مقفل کر دیا گیا۔

جس پر محمد رسول اللہ کی مُہر ثبت ہوگئی لانبیَّ بعدی وانا خاتم النبیین الیوم اکملت

لکم دینکم واتممتُ علیکم نعمتی ورضیتُ لکم الاسلامَ دینا۔ دینِ اسلام مکمل ہوگیا۔ وقُل جاءَ الحق

وزہق الباطل حق آگیا اور باطل مٹ گیا پہلے انبیار اور پہلی کتابوں کا وقت گذر گیا۔

محمد آئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن مجید لائے۔ اور تاقیامت اسی دین کا ڈنکا بجنا منظور

ہوا۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

جو لوگ صرف اللہ کے قائل ہیں۔ ان کا اللہ پر ایمان ایمان ہی نہیں جب تک وہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم پر ایمان نہ لاویں۔ اور انبیائے سابقین کو نہ جانیں۔ اور جب تک فرمانِ الٰہی قرآن

مجید نہ مانیں۔ ان کا ماننا کیا ہے۔ اور جو جبریل امین پر ایمان نہ لاویں وُہ عَدُوٌّ لجبریل

ومیکال والی آیت مبارکہ پڑھ کر دیکھ لیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔

پس جو صحیح العقیدہ۔ راسخ العلم اور ادب واحترام سے شناسا ہے وہ ان پر ضرور

اقرار لسانی اور تصدیقِ قلب کرے گا۔

اللہ عزوجل۔ محمد رسول اللہ۔ جبریل امین اور انبیائے کرام از آدم تا امام المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم علیھم السلام۔ دینِ اسلام اور قرآن مجید۔

اب وقت آگیا محمد رسول اللہ کا اور قرآن مجید کا اور اُمتِ خیرالامت کا۔ ترجمہ:

اللہ کی رسّی کس کے ہاتھ میں ہے انبیائے کرام کے ہاتھ میں۔ رسّی دو طرح سے کام کرتی ہے

یا تو اس کے ساتھ کسی کو باندھا جاتا ہے۔ یا وہ خود اُس کے ساتھ بندھ جاتا ہے۔ جیسے باندھا جائے۔ اس میں بندھنے والا بہت کم خوشی کا اظہار کرتا ہے بلکہ وہ بندھنا نہیں چاہتا۔ ہاں جو خود اپنے آپ کو حاضر کر دے اور کہے کہ ہاں میں خود اس رسی کو پکڑتا ہوں۔ وہ سراسر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اکثر احکام اور نتائج غیب رکھے تاکہ انسان محض شوق محبت اور رضا کی خاطر اللہ کی طرف ففرّوا الی اللہ کی دوڑ لگائے۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم : (میری امت کے بہتر لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔ پھر جو اُن سے ملے۔ اس حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات واضح ہے اور جو اس پر یقین نہ کرے اُس میں عقل کا مادہ ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ (صحابہ کرام و اہل بیتِ رسول)

اور جب خلفائے راشدین ابوبکر و عمر عثمان و علی کو مکمل طور پر درست اور صاحبانِ حق رشد و ہدایت نہ مانا جائے تو وہ خلافتِ راشدہ نہ رہی۔ اور خلافتِ راشدہ نہ رہی تو رسی شروع سے ہی کٹ گئی۔ رسی کٹ گئی تو اسلام ہی نہ رہا۔ اسلام نہ رہا۔ تو اللہ کا قرآن ہی نہ رہا۔

پس ان پر ایمان لانا ہے انبیاء کے بعد پہلی کڑی اور گرہِ محکم ہے۔ اب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جانشینوں خلفائے راشدین اور اہل بیت کا ذکر کرتا ہوں جن کو خیر الامت خصوصی طور پر فرمایا گیا ہے اور ان کے حق میں العلماء ورثۃ الانبیاء کا فرمان ہوا۔

العلماء ورثۃ الانبیاء! جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو تختے پر رکھا گیا تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے کندھے پر ایک شخص نے اپنی کوہنی رکھی۔ اور کہنے لگا اے عمر اللہ تجھ پر رحم فرماوے۔ مجھے امید واثق ہے کہ وہ آپ کو آپ کے دو دستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکٹھا کر دے گا۔ کیونکہ میں نے اکثر دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمایا کرتے۔

ترجمہ :۔ آپ فرماتے : میں تھا اور ابوبکر تھے اور عمر میں نے یہ کام کیا۔ ابوبکر نے کہا اور عمر نے میں گیا اور ابوبکر گئے اور عمر میں داخل ہوا اور ابوبکر اور عمر میں نکلا۔ ابوبکر نکلے اور عمر یعنی یہ دونوں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے مُڑ کر دیکھا تو یہ کہنے والے حضرت علی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثِ فیضانِ نبوت و امامت اولین خلفائے راشدین ہیں۔ حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم : فرمانِ رسول ہے کہ میرے طریقہ اور میرے بعد آنے والے رشد و ہدایت کے مالک خلیفوں کے طریقوں کو لازم پکڑو۔ اور ان طریقوں کو اپنے پچھلے دانتوں کے ذریعے خوب مضبوطی سے پکڑ رکھنا۔ پھر فرمایا۔ ترجمہ :۔ اور سُنت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سے شرعاً مطالبہ ہے۔ کہ اس طریقہ کو زندہ رکھے اور اس طریقہ کو چھوڑ دینے والا ملامت کا مستحق ہے۔ ہاں اگر خاص عذر ہو تو چھوڑنے پر کوئی مذائقہ نہیں۔ ________

پس مندرجہ بالا فرمان سے معلوم ہُوا کہ ہمارے لیے وہی اسلام حق ہے جو خلفائے اربعہ راشدین کا ہے اور بس وَاُولِی الامرِ مِنکُم کے مصداق بھی یہی لوگ تھے۔ ________

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بارے صحاح ستّہ کا فیصلہ بیعتِ خاصہ اور بیعتِ عامہ صحیح بخاری میں ہے۔ (جلد دوم)

ترجمہ :۔ ایک بھاری جماعت تھی جو اس سے پہلے بنی ساعدہ میں بیعت کر چکی تھی۔ اور عام لوگوں کی بیعت ممبر نبوی پر ہوئی پہلی بیعت اچانک تھی۔ اِنّما کانت بَیعَۃُ ابی بکر فلتۃً۔

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ ترجمہ :۔ ابوبکر و عمر تمام پیرانِ جنت کے سردار ہیں۔ اگلوں اور پچھلوں کے سوائے انبیاء و رسل کے۔

اور فرمایا اپنی خلافت کے زمانہ میں۔ (جو شخص مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت و برتری دے گا میں اُسے مفتری کی سزا دوں گا۔

ایک خطبہ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہہ کی دُعائے خیر۔

ترجمہ:۔ اے میرے اللہ ہماری اصلاح فرما اس چیز کے ذریعے جس کے ذریعے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی۔ کہا گیا پس وہ کون ہیں لوگ۔ فرمایا وہ میرے دونوں بزرگ ابوبکر و عمر وہ امام الہدیٰ تھے اور کام کے مرد تھے۔ خدا کے رسول کے بعد دونوں پیروی کے لائق اور اسلام کے بزرگ تھے جس نے ان دونوں کی پیروی کی لغزش سے بچایا گیا جس نے ان کے نقوش کی تلاش کی وہ صراطِ مستقیم پر پہنچایا گیا۔

معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات۔ اعمال و سنت اور روحانیت کے صحیح نمونہ حضرت ابوبکر و عمر عثمان و علی تھے۔ ان کے بعد حضرت حسنین و کریمین رضی اللہ عنہم تھے۔ اور بیشک تمام اہل طریقت کا تعلق حضور علیہ اسلام کے جانشینوں سے ہے اور ان کی نسبت خلفائے راشدین سے ثابت ہے۔

از مسلک امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقش بندی سرہندی قدس سرہٗ

(۱) ایک روز کسی نے بات نقل کی کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے حضرت علی علیہ اسلام کا اسم شریف بہشت کے دروزے پر لکھا ہے۔ یہ بات سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ پھر ابوبکر و عمر کی شان میں کیا فضیلت ہوگی۔ پھر کشف اور توجہ کی بنا پر ظاہر ہُوا کہ صدیق و فاروق کی رائے کے ساتھ مسلمانوں کو داخل جنت فرمایا جائے گا۔ اور پھر یوں مشاہدہ ہُوا۔ کہ دروازۂ جنت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف فرما دیکھے اور لوگوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت فرما رہے ہیں۔ اور حضرت عمرِ فاروق ہر مسلمان کو ہاتھ پکڑے باری باری اندر لے جا رہے ہیں۔ اور جنت نورِ صدیق اکبر سے پُرنور ہے۔ اللہ اکبر

(۲) حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی نسبت ولایتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ نسبت ابراہیم علیہ اسلام بھی حاصل ہے۔ اور نسبتِ تبلیغ ان دونوں کو حضرت مُوسیٰ علیہ اسلام سے ہے۔

اور حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کو نسبت حضرت نوح علیہ اسلام سے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت عیسٰی علیہ اسلام سے ہے اور حضرت علی علیہ اسلام میں نبوت کی نسبت کے مقابل نسبتِ ولایت غالب ہے اَلنَّظَرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ حضرت علی کی زیارت عبادت ہے۔ اس لحاظ سے آج بھی اولیاء اللہ کی زیارت خصوصاً سیّد بزرگانِ طریقت کا دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضور نبی کریم نے فرمایا علیکم سنتی وسنتِ خلفائے راشدین پس اب دیکھتے ہیں کہ اس حدیث پر اہلِ سنت وجماعت کس طرح حق بجانب ہیں۔ اور اب میں انشاء اللہ **خیرالاُمَّت وَالاِتِّبَاعِ سُنَّت** کا بیان لکھتا ہوں۔

ترجمہ:۔ تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو ظاہر ہوئیں لوگوں میں بھلائی کا حکم دیتے ہو۔ بُرائی سے منع کرتے ہو۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور اُن کے ساتھ والے سخت ہیں کفار پر۔ مہربان ہیں آپس میں ان کو دیکھو گے تو رکوع وسجود میں ہونگے۔ چاہتے ہیں وہ فضل اللہ کا اور رضا اس کی اور یہ دو گروہ ہیں۔ (۱) اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم: پارہ ۲۲ رکوع ۱۔ ترجمہ:۔ امہات المومنین ازواجُ النبی سے فرمایا نماز ادا کرتی رہو۔ زکوٰۃ دیتی رہو، تابعداری کرو اللہ ورسول کی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دُور رکھے تم سے گندگی کی ہر بات۔ اے گھر والو اور تم کو کمال طہارت سے پاک کر دے یاد کرو اللہ کی آئتیں جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ اور عقل مندی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ۔ بھیت جانتا ہے اور خبردار۔

آیت کا اول آخر یہ واضح کرتا ہے کہ یہ حکم اور ارشاد الٰہی ازواجؓ مطہرات سے ہے۔

پ ۱۲ رکوع ۷ میں ہے۔ قالوا تعجبین من امراللہ ورحمتہ اللہ وبرکتہ، علیکم اہل البیتِ انّہٗ حمیدٌ مجید

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی بیوی بی بی سارہ کو اہلِ بیت فرمایا آیت اِنّما ہو واللہ اُم المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اتری۔ اور اس وقت حضرت

علی۔ خاتونِ جنت فاطمہ اور حسنین شہزادے بھی حاضر تھے۔ رسولِ خدا نے ایک کمبل میں ان چاروں کو لیا اور دعا مانگی۔

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس دور رکھ۔ ام المومنین بی بی سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور میں کیا ان میں شامل نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ترجمہ: ر کہ تُو تو بہتری پر ہے کہ ازواج نبی سے ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ تُو تو پہلے سے میری زوجہ اور میرے اہل بیت میں شامل ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ علی و فاطمہ اور میرے نواسے بھی اسی میں شامل ہوں۔

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ نے ایک روز عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں۔ جگہ کیسی ہی ہو، پاک و صاف ہو آپ وہاں بغیر مُصلّا کے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ر اللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں کی طفیل پلید کو پاک فرماتا ہے۔ اگر میں سجدہ کروں تو خدا تعالےٰ ساتوں طبق پاک فرما دیتا ہے۔

ے روکہ سجدہ گاہ مارا لطفِ حق ۔ پاک گردانید تا ہفتم طبق : از بوستان معرفت شرح مثنوی

تحت الثریٰ تلک پاک ہو جاون ستے طبق زمیں دے۔

جتوں قدم ٹکاوے سوہنا سوہنے شملے والا — اکرام محمدی

وَالضُّحیٰ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی: ر اور چہرۂ و زلفِ محمدؐ کی قسم جب وہ چھپا لیں۔ دن سے مراد چہرہ اور رات سے مراد زلفِ مصطفیٰ لی گئی۔

شبِ معراج رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ اللہ عزوجل میں عرض کی اے اللہ میں نے مقامِ سدرہ پر جبریل علیہ اسلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا۔ مولا تُو نے اُسے بہت حسنِ جمال بخشا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ان کا حسن ایک خصوصی عطا ہے لیکن وہ ایک بالِ زلفِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔

بیشک روز محشر شفاعت کبریٰ کا اجازت نامہ اس دعا کا مقام قبول ہو گا۔ ؎

؎ یا رب ایہہ زلفاں سرکارے میلا بن کر آیاں

رب فرماسی جھم جھم آون رحمت جھڑیاں لایاں

معلوم ہوا کہ تمام ازواج النبیؐ امہات المومنین اور آپ کی اولادِ پاک خصوصاً فاطمہ خیر النساء۔ حضرت علیؓ اور حسنینؓ نواسانِ رسول سب آپ کے اہل بیت ہیں۔ اور یہ سب اُمتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ اور رہنما ہیں۔ اِنَّ الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی مسلمانوں کے لیے ان کی محبت نورِ ایمان ہے۔

٭ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن ، وامہات المومنین کی شان میں : ٭

(۱) ازواجُ النبی دوسری عورتوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔

(۲) وہ سب امت کے لیے پرہیزگاری کی ایک مثال ہیں۔ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ

(۳) ان کی نسبت سید الانبیاء سے ہے اور وہ دوسرے لوگوں سے نسبت نہیں پیدا کر سکتیں۔ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ کے مطابق۔

(۴) ان کی خوشی چاہنے والے خود امام الانبیاء ہیں۔ تَبْتَغِیْ اَزْوَاجَکَ

(۵) وہ سب ایمان والوں کی مائیں ہیں: وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ ان کی بزرگی عظمت احترام جسمانی ماں سے زیادہ ہے کہ وہ ایمان کی نسبت سے ماں ہیں۔ اور جسمانی ماں کے بارے حضور سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ترجمہ: ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

٭ اسمائے مبارکہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٭

(۱) حضرت خدیجہ (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس۔ (۳) عائشہ بنتِ صدیق اکبر (۴) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب۔ (۵) ام المساکین زینب بنت خزیمہ۔ (۶) ام سلمہ (ہند) بنت ابی امیہ۔ زینب بنت جحش۔ (۸) جویریہ بنت الحارث۔

(۹) اُم حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان ۔ (۱۰) ام المومنین صفیہ بنت حیّی بن اخطب ۔

(۱۱) میمونہ بنت الحارث بن بحیر رضی اللہ عنہنّ ۔ کل تعداد : ۱۱

٭ سیّد الرسل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُولادِ پاک ٭

بیٹے :۔ حضرت قاسم (۲) حضرت عبد اللہ طیّب و طاہر (۳) حضرت ابراہیم علیہم السلام

تینوں فرزند صغر سنی میں وفات پا گئے تھے ۔

شاید خاتم النبیین کی تکمیل میں ان کی وفات ہو گئی تھی ۔

بیٹیاں : ؍ حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۲) حضرت سیّدہ رُقیّہ رضی اللہ عنہا

(۳) سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۴) سیدۃ النسار فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیس سال کی عمر شریف میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور بعثت سے قبل حضور علیہ اسلام کے ہاں بطن خدیجہ سے رضی اللہ عنہا، حضرت قاسم رقیہ۔ زینب ام کلثوم پیدا ہوئیں ۔ اور بعد بعثت کے طیب طاہر اور فاطمہ علیہ اسلام پیدا ہوئیں ۔

حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکُبریٰ رضی اللہ عنہا

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ۔ خدیجہ ایمان لائیں جب غیروں نے کفر کیا اُسنے تصدیق کی اور سارا مال میرے حوالے کیا۔ مزید کمانے کو نہ کہا۔ میری اولاد خدیجہ سے ہوئی ۔

(۲) جس سال حضرت خدیجہ فوت ہوئیں اُس سال کا نام غم کا سال رکھا " عام الحزن "

(۳) حضرت جبریل علیہ اسلام نے اللہ کا سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت خدیجہ کو پہنچایا۔

ترجمہ : سلام ہو خدیجہ پر اس کے رب کا اور میرا (جبریل) خوشخبری جنت میں گھر کی ۔

جنت میں خدیجہ کا گھر کیا ہے : ؍ ایسا گھر جس کی عمارت خالص مروارید کی ہے ۔ اور اس میں کسی قسم کا غم و اندوہ نہیں ۔

اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہا

ان کی شان میں سورہ نُور نازل ہوئی۔ تیمّم کا مسئلہ آپ کے ہار کی تلاش میں جنگل میں نماز کا وقت ہو جانے پر نازل ہُوا۔

جنگِ بدر جو اسلام کی پہلی جنگ ہے۔ اُس میں پرچمِ اسلام آپ کا دُوپٹہ تھا آپ کی تصویر آپ کے عقد سے پیشتر ہی رسول اکرم کو جبریل نے دکھا دی تھی کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہوگی۔

آپ کی نسبت حضور علیہ السلام نے اپنے مرغوب طعام سے دی۔ ترجمہ: عائشہ کی فضیلت سب عورتوں میں وہی درجہ رکھتی ہے جو ثرید کو سارے کھانوں میں فضیلت ہے ثرید دگوشت۔ روٹی شوربہ ملے ہوئے۔

نبی پاک نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے فرمایا: ترجمہ: فرمایا میری پیاری بیٹی جس سے (عائشہ) میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی ——— عرض کیا (فاطمہ نے) فقالت بلیٰ پس کہا ایسا ہی ہے۔ فَقَالَ فَاَحِبّی ھٰذِہٖ: فرمایا تو بھی اس سے (عائشہ سے) محبت رکھ۔

ایک مسئلہ ایصالِ ثواب از مکتوبات شریف امام ربانی مجدد الف ثانی۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں ایصالِ ثواب صرف آلِ عبا کو بخشتا تھا۔ لیکن جب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو ———

فقیر بر ایشاں عرض سلام مے کشند رو بجانب۔ فقیر نے خواب میں نبی صلی اللہ کو دیکھا تو سلام دیگر وارند۔ دریں اثنا بفقیر فرمودند۔ کہ من عرض کیا۔ لیکن انہوں نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ طعام در خانہ عائشہ میخورم۔ ہر کہ۔ پھر مجھے فرمایا کہ میں کھانا عائشہ کے گھر کھاتا ہوں۔ مرا طعام فرستد۔ بخانہ عائشہ فرستد۔ مجھے جو بھی کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے۔ اس کے بعد میں تمام ازواجِ مطہرات کے نام ایصال ثواب کیا کرتا ہوں۔ اور فرماتے ہیں۔

بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہمہ اہلِ بیت اند — بلکہ تمام ازواج مطہرات کو کہ سب اہل بیت میں شامل ہیں
و بجمیع اہل بیت توسّل مے نمود — ثواب شامل کرتا ہے۔ اور ان تمام اہل بیت سے وسیلہ پکڑتا ہے۔

حضرت زینب دختر جناب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا۔

بوقتِ ہجرت ہبار نامی کافر نے آپ کے تیر مارا تھا۔ اور سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی ان کی شان میں کلماتِ حبیب الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم ہِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِی اُصِیْبَتْ فِیَّ
یہ میری افضل بیٹی ہے میری بیٹیوں میں کہ میرے لیے اس کو یہ تکلیف اور مصیبت پہنچی۔
آپ کے زوج حضرت ابوالعاص جو بعد میں اسلام لائے تھے۔ اور قیدیوں میں شامل حاضر ہوئے تو حضرت زینب نے ان کو نبی پاک سے اجازت لے کر پناہ دی تھی۔

(۲) حضرت سیدہ رقیہ زوجہ عثمان ذو النورین رضی اللہ نے ہجرتِ حبشہ فرمائی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ترجمہ: حضرت ابراہیم و لوط علیہم اسلام کے بعد ہجرت کرنے والا عثمان و رقیہ پہلا جوڑا ہے، جو سب سے اچھا جوڑا دیکھا گیا۔

(۳) سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

سیدہ رقیہ کے بعد ان کا عقد بھی حضرت عثمان سے کیا گیا۔ اس موقعہ پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان کو خطابِ ذو النورین دیا جاتا ہے کہ ان کے گھر میں دو نور یکے بعد دیگرے دیکھے گئے ——— وہ دو نور رقیہ و ام کلثوم بیٹیاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

پیدائش: اِنَّ عَلِیًّا وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ بِجَوْفِ الْکَعْبَۃِ
ترجمہ: بلاشک علی کو ان کی والدہ نے کعبہ کے اندر جنا۔
آپ کی آنکھیں بند تھیں، باوجود کوشش کے کھلتی نہ تھیں۔ والدہ کچھ پریشان سی

ہوئیں۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ علی کو دیکھا علی جان گئے۔ علی پہچان گئے۔ آنکھیں کھولیں۔ آنکھیں چار ہوئیں۔ ولایت نے نبوت کو پہچانا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عالم ارواح میں ہی قسم کھائی تھی کہ دنیا پر علی سب سے پہلے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھیں گے۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اے محمد ڈراؤ اپنے قریبیوں کو۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کنبہ اور خاندان کو دعوتِ اسلام دی تو سب سے پہلے آپ نے لَبَّیْکَ فرمائی۔ حالانکہ آپ کی عمر نو ۹ سال یا گیارہ سال تھی۔

کافروں سے جنگ لڑتے وقت آپ کی شجاعت نمایاں تھی۔ اسد اللہ الغالب یعنی شیرِ خدا تھے۔ آپ کے بارے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہوتا تھا۔ ترجمہ: جبریل ان کے دائیں میکائیل علیہم اسلام ان کے بائیں جس طرف یہ جاتے ہیں۔ کامیاب ہو کر آتے ہیں۔ فتح خیبر آپ کے نام ہی مشہور ہے۔

آپ کی سخاوت ضرب المثل ہے۔ آپ کے دروازہ سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا۔ ایک دفعہ حسنین کریمین میں سے ایک صاحبزادے بیمار تھے۔ اس لیے تین روزے بطور منّت کے رکھے گئے۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محنت شاقہ کے بعد کچھ آٹا حاصل کیا۔ تیسرا حصہ پکایا گیا۔ افطاری کے وقت دروازے پر ایک مسکین آگیا اسے دے دیا گیا۔ اور فاطمہ وعلی رضی اللہ عنہم نے فاقہ فرمایا۔ دوسری شام تیسرا حصہ پکایا تو ایک یتیم دروازہ پر آگیا۔ اس کی خدمت کردی اور خود کچھ نہ کھایا۔ تیسرا حصہ جو بقیّہ تھا۔ تیسرے دن پکایا گیا۔ لیکن وہ بھی خیرات کر دیا۔ کیونکہ ایک اسیر نے آواز دی اور کہا۔ مولا علی ابھی ابھی رہائی ملی ہے جیب خالی ہے۔ بھوکا ہوں گھر بہت دور ہے۔

اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی۔ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا۔ بوقتِ ہجرت آپ کو بستر نبوت پر سونے کا حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کفار نے بیت النبی کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ لیکن آپ

بے خوف آرام کرنے لیٹ گئے۔ حضرت جبریل اور میکائیل علیہم اسلام کو آپ کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا تھا۔ اور حضرت جبریل و میکائیل علیہم اسلام آپ کے سرہانے کھڑے یوں کہہ رہے تھے۔ ترجمہ: کون ہے آپ جیسا یا پسر ابی طالب۔ اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں کے سامنے آپ پر فخر فرما رہا ہے اور اسی موقعہ پر یہ آیت اتری تھی۔

ترجمہ: اور کوئی وہ ہے جو اللہ کی رضا پر اپنی جان بیچ دیتا ہے۔

فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف کیا گیا۔ اونچے بتوں کے گرانے کے لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر یا علی بتوں کو گرادو آپ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہوں۔ لیکن آپ نے فرمایا تم سے بارِ نبوّت اٹھانا مشکل ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شبِ ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر غارِ ثور تک لے گئے تھے۔ اللہ اکبر۔ شانِ صدیق واہ وا۔ ——— چنانچہ آپ نبوّت کے کندھوں پر کھڑے بتوں کو گرانے لگے اور دقُل جاء الحق وزہق الباطل کی تلاوت برزبان تھی۔ حضور کے پوچھنے پر مولا علی نے عرض کیا، مجھے عرش۔ حاملانِ عرش۔ اور دنیا کی ساری چیزیں نظر آ رہی ہیں۔

حضرت جبریل علیہ اسلام نے بصورتِ انسان آپ سے ملاقات کی اور کہا یا علی بتایئے ذرا جبریل کہاں ہیں۔ آپ نے کچھ دیر توقف فرمایا اور کہا بیشک جبریل نہ آسمانوں پر ہے نہ سدرہ پر نہ زمین پر کہیں نظر آتا ہے لہٰذا جبریل تم ہی ہو ——— اللہ اکبر

مشکوٰۃ شریف میں ہے، انا دار الحکمتہ وعلی بابہا۔ میں حکمت کا شہر ہوں۔ علی اس کے دروازے ہیں۔ آپ کے فضائل بہت ہیں۔ انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت فاطمہ خیر النساء رضی اللہ عنہا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد جناب شیرِ خدا سے ہونے لگا تو عرض کی ابا جان چار سو درہم حق مہر میرے کس کام البتہ یہ دعا منظور ہو تو بات بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے ابا جان کی

اُمت کو بخش دے۔

پس جبریل علیہ اسلام فوراً حاضر ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی فاطمہ کو یہ رقعہ پڑھ کر سنا دیجئے۔ اللہ اکبر۔

فاطمہ یہ رقعہ روزِ محشر دکھا دے اللہ تعالیٰ ان کی بات قبول فرمائے گا۔ اور آٹھ بہشت ہم فاطمہ کو اس خوشی میں عطا کرتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِنَّکِ سَیِّدَۃُ النِّسَاءِ العٰلمین۔ بیشک فاطمہ تو جہان کی سب خواتین کی سردار سیدہ ہو۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فاطمہ کے برابر کوئی سچ بولنے والی عورت نہیں ہو سکتی۔ حضور علیہ اسلام بوقتِ سفر جاتے ہوئے سب سے آخیر آپ کو ملتے۔ اور واپسی پر سب سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے۔

امامین حسنین شریفین رضی اللہ عنہم

اِنَّھُمَا سَیِّدُ الشَّبَابِ اَہلِ الجَنَّتہ، یہ دونوں بہشتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا وَاَنّہُ رَیحَانَتِی مِنَ الدُّنیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسن میرا پھول ہے دنیا میں۔ یہ میرا دہ بیٹا ہے۔ جو میری امت کے دو مسلمان گروہوں کی صلح کرائے گا۔ اسی وجہ پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیعت فرمالی۔ اس شرط پر کہ ان کے بعد مسلمان جسے چاہیں خلیفہ بنائیں گے دونوں حسن وحسین علیہم اسلام کے بارے فرمایا۔ ترجمہ: ر یا الٰہی میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ یا اللہ تو بھی ان سے محبت فرما۔

ایک دو دفعہ دونوں صاحبزادے کُشتی فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین علیہ اسلام کو داؤ طریقہ بتا رہے تھے۔ بی بی فاطمہ خیر النساء رضی اللہ عنہا نے عرض کی ابا جان حسین کو بتاتے ہیں اور حسن۔ فرمایا حسن کی رہنمائی جبریل علیہ السلام فرما رہے ہیں۔ اللہ اکبر جب لکھائی کا مقابلہ ہوا۔ تو ابا جان علی المرتضیٰ نے والدہ فاطمۃ الزہرا کے پاس بھیجا۔

اور انہوں نے فرمایا بیٹا نانا جان کے پاس جاؤ۔ وہاں پہنچے تو فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیا گیا چنانچہ بحکم رب العلمین حضرت روح الامین نے بہشتی سیب گرایا۔ جو دونوں تختیوں پر برابر برابر دو حصوں میں پڑا۔ اللہ اکبر۔

ایک شخص ہرنی کا بچہ ہدیہ لے آیا۔ وہ ایک بھائی کو مل گیا۔ دوسرے بھائی نے بھی ہرنی کا بچہ اور طلب کیا۔ دیکھا تو ہرنی جس کا وہ پہلا بچہ تھا۔ اپنا دوسرا بچہ منہ میں لیے آپ کے پاس پہنچ گئی۔ اللہ اکبر۔

جب جنگل میں دونوں صاحبزادے سو گئے۔ اور تلاش ہونے لگی۔ تو حضور علیہ السلام نے بتایا وہ فلاں جگہ آرام کر رہے ہیں۔ اور ان کی حفاظت فرشتے کر رہے ہیں۔

حضرت علی امیر المومنین کے پاس ایک قاتل حاضر کیا گیا۔ اُس کے بیان کے بعد جب اُسے بھی قصاصاً قتل کیا جانے لگا۔ تو دُوسرا شخص جو دوڑتا ہُوا حاضر ہُوا۔ کہنے لگا۔ یا امیر المومنین یہ شخص قاتل نہیں ہے۔ قاتل ہوں تو مَیں ہوں۔

پہلے نے بتایا کہ میں قصاب ہوں گوشت بنا رہا تھا۔ یہ شخص مجھ سے میرا ہتھیار لے گیا۔ مَیں واپس لینے کے لئے اس کے پاس گیا تو۔ لاش پڑی تھی اور یہ ٹوکہ۔ یہ موجود نہ تھا پولیس نے موقع پر مجھے گرفتار کر لیا۔ انکار کی کوئی وجہ نہ تھی۔ پس پہلا رہا ہو گیا۔ دُوسرے کو سزا دی جانے لگی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابا جان اسے بھی چھوڑ دیں۔ کیونکہ اللہ کریم نے فرمایا ہے۔ ومن احیاھا فکانّما احیا الناس جمیعاً۔ اور جس نے بچایا ایک شخص کو پس بچایا اُس نے سب لوگوں کو۔ بیشک اس نے قتل کیا ہے۔ لیکن دوسرے کو قتل ہو جانے سے بچایا بھی ہے۔

پس مقتول کے وارثوں کو قصاصاً بیت المال سے روپیہ ادا کیا گیا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے جناب والد صاحب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بعد چھ ماہ خلافت فرمائی۔ اور پھر گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ کو زہر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے آپ باطنی شہادت پا کر

اس عالم سے ہجرت فرما گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مُنہ چوما کرتے تھے۔ اور حسین عالی مقام امام رضی اللہ عنہ کا گلا مبارک۔ ——————— اللہ اکبر

اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی چچی اُمّ فضل نے آپ اپنا خواب بیان کیا کہ انہوں نے رات دیکھا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حصّہ بدن ٹکڑا میری گود میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا خواب ہے۔ بیشک حسین پیدا ہونے والے ہیں۔ اور جب حسین نبوّت کی گود میں رکھے گئے تو آپ کے آنسو جاری تھے۔ اور فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ اسلام نے خبر دی ہے کہ اس حسین کو آپ کی امت شہید کر دے گی۔

چنانچہ آپ نے یزید کی بیعت سے انکار فرمایا۔ اور دلیل پیش کی۔ اِنَّہٗ کَانَ فَاسِقًا مُّسًا مِنَ الْخَمْرِ ظَالِمًا: کہ یہ فاسق۔ زانی اور شرابی ظالم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے کہ حسین پیٹھ پر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ سرِ نبوّت نہ اٹھے کہ صاحبِ ولایت گر نہ جائے۔

اور سرکارِ دو عالم نے فرمایا: الحسین منی وانا من الحسین حسین مجھ سے ہے اور مَیں حسین سے ہوں امام عالی مقام حسین علیہ اسلام پسرِ فاطمۃ بنت رسول تھے۔ لہٰذا الحسین منّی فرمایا۔ یہ تعلق تھا بشریتِ مصطفیٰ کا۔

اور جو یہ فرمایا انا من الحسین: میں بھی حسین سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو خواب میں قربانی کرنے کا حکم فرمایا۔ جس کی تعمیل میں حضرت اسماعیل علیہ اسلام ذبیح اللہ چھری تلے لیٹے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس قربانی کو مؤخر فرمایا اور حکم فرمایا۔ وفدینٰہ بذبح عظیم وترکنا فی الآخرین

چونکہ وقتی طور پر بہشتی دنبہ ذبح ہوگیا تھا۔ لہٰذا ہر سال مسلمان قربانی دینے لگے اور تاقیامت دیتے جائیں گے۔ یہ ظاہرہ شریعت کی قربانی ہے۔

اور اصل راز جو اسلام کی راہ میں اسلام کی حقانیت کی دلیل میں قربانی تھی وُہ بجائے اسماعیل علیہ اسلام کے حسین علیہ اسلام کی ذات سے بدل گئی۔

گویا عالمِ ارواح میں حسین علیہ اسلام نے وعدہ فرمایا کہ وُہ حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی جگہ اپنا ہدیہ پیش کریں گے۔

اور بیشک حضرت مولا علی مشکل کشا نے بھی بسترِ نبوت پر اسی لیے آرام فرمایا کہ اگر کفار جو گھر کو محاصرہ کئے تھے۔ حملہ کردیں تو میں بجائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خود حاضر ہوں۔ پس حضرت اسماعیل کے قربان نہ ہونے سے حضور علیہ اسلام کا رُوح ونور مبارک جو انہی کی پشت سے تھا۔ وہ بدستور سفر کرتا رہا۔

اور پھر اسی نسلِ نور کا ظہور حسین بھی تھے۔

قبل ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد مکرم حضرت عبداللہ کو بھی دُو سو اونٹوں کے ہدیہ کے ساتھ بچا لیا گیا تھا۔ اور اللہ عزوجل نے واللہ یعصمکَ علی الناس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

آپ کو درجہ شہادت امام حسن اور حسین شہزادوں کے واسطے سے مِلا۔ آپ نصف بدن حسن اور نصف حسین تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

پس ان کی قربانی میدان کربلا میں اسلام کی تکمیل کی پکی دلیل تھی۔

مولا علی رضی اللہ عنہ جس کی شان میں فرمایا من کنتُ مولاہُ فعلیؓ مولاہ نے کربلا کا میدان دیکھا۔ اور بتایا کہ یہاں سادات کا قافلہ خیمہ زن ہوگا۔ یہ جائے شہادت حسین ہوگی۔ اور آسمان وزمین فرشتے افسوس میں روئیں گے۔

اُمّ سلمہ ام المومنین کو خواب میں گرد آلود چہرہ کی حالت میں دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہُوا۔ وجہ پوچھی تو فرمایا میں کربلا کے میدان گیا تھا۔

آپ کا سَر اقدس قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہُوا دیکھا گیا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد و آلہٖ واصحابہ واہلِ بیتہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

اور اب خیر الامت کے دوسرے گروہ کا ذِکر اصحاب رسول کی شانِ مقبول میں ہوتا ہے۔

ذِکر اصحاب رسُول کی شانِ مقبول میں؛

(۱) خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔ حدیث شریف۔

میری اُمت کے بہتر لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔ (اہل بیت وصحابہ) پھر جو اُن سے ملے (تابعین تبع تابعین)

صحابہ کرام کا زمانہ ۱۲۰ سال تابعین کا ۱۷۰ سال تبع تابعین کا ۲۲۰ سال

(۲) اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ: عزت کرو میرے اصحاب کی کہ وہ بہتر ہیں تم سب میں

(۳) اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ: میرے اصحاب ستارے ہیں جس کی بھی پیروی کرو اِھْتَدَیْتُمْ گے ہدایت پاؤ گے۔

(۴) ترجمہ: میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی خیرات کرے۔ سونا اُحد پہاڑ جتنا۔ تو ثواب میں وہ درجہ نہ پاسکو گے۔ جو میرا اصحابی ایک لپ جَو کے بدلے حاصل کر لیتا ہے۔

معلوم ہُوا کہ جن لوگوں نے اسلام میں پہل کی ہے۔ پہل کی وجہ سے وہ درجہ والے ہو گئے۔ چاہے ایک غوث ابدال یا کوئی اور شخص جتنی بھی خیرات۔ تقویٰ عبادت کرے وہ درجہ میں کم ہی رہے گا۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے اصحاب کے مابین جھگڑے فساد۔ لڑائیاں ہوں گی مگر بعد کے مسلمانوں کو ہدایت فرما دی کہ خبردار ان کے معاملہ میں احتیاط

کرنا بے ادبی کی بات نہ کہنا۔

مسجد قبلتین میں جب فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا کے مطابق حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ نماز فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے نزول ہو جانے سے اپنا منہ بیت المقدس سے بیت الحرام خانہ کعبہ مکتہ المکرمہ کی طرف پھیر لیا۔ تو دس اصحابِ رسول آپ کے ساتھ پھر گئے۔ آپ نے ان کے بارے فرمایا یہ جنتی ہیں۔ ان کا نام عشرۂ مبشرہ ہے۔

اہلِ سنت وجماعت کے عقیدہ کے مطابق حضرت ابوبکر وعمر عثمان وعلی خیر الامت میں بالترتیب افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

پھر ان کے ساتھ حضرت سعدؓ طلحہؓ سعید۔ زبیرؓ۔ ابوعبیدہؓ۔ عبدالرحمان بنؓ عوف مل کر عشرہ بشرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت عباس عمّ رسول و امیر حمزہ عمّ رسول۔ حسنین کریمین بھی مخصوص فضائل سے منسوب ہیں۔ دعا و سلام۔ خطبہ میں ان سب کو افضلیت ہے۔ اہل بدر افضل ہیں۔ اس طرح مہاجرین و انصار درجہ بدرجہ تمام اُمّت کے رہنما اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ اور سب کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضوعنہ کا خطاب شامل ہے۔ اور سب سے وعدہ جنت ہے وکلاّ وعدہ اللہ الحسنیٰ۔

ولا تمسّ النّار مُسلماً رآنی اور رآی: جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو مَنْ رَآ آنی دیکھا اُسے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافتِ راشدہ منعقد ہوگی۔ اب بفضلِ خدا تعالیٰ اس بارے میں خلافتِ راشدہ و فضائل خلفائے اربعہ پر بیان لکھتا ہوں۔

مُحمد رسول اللہ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ: محمد اللہ کے رسول اور جو لوگ ان کے ساتھی مَعَهٗ میں سب اصحاب و اہلِ بیعت شامل ہیں۔ اور اس جماعت کے سرفہرست خلفائے اربعہ راشدین ابوبکر و عمر۔ عثمان و حیدر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ اور پھر ان پر

چہار میں ابوبکر صدیق مُعھُو کی روشن مثال ہیں۔

سب سے پہلے مسلمان مردوں میں۔ نبی علیہ اسلام کے دوست صلاح کار۔ اسلام کی راہ میں تمام مال خرچ کرنے والے۔ غلاموں کے آزاد کرانے والے۔ ہجرت کے ساتھی۔ مزار کے ساتھی حشر کے ساتھی۔ اور جنت کے ساتھی۔ عالمِ ارواح کے ساتھی۔ خمیرِ بشریت کے ساتھی اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ: سب اصحاب شامل۔ ولیکن یہ صفتِ حضرتِ عمر پر غالب ان کے ایمان کی دُعا دُعا پیغمبرِ اسلام تھی۔ اذانیں ہوئیں۔ خوف دور ہُوا۔ اسلام ظاہر ہُوا۔ منافق جس نے نبی علیہ اسلام کا فیصلہ نامنظور کیا اسے تہہ تیغ کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تائید فرمائی کہ عمر نے درست کیا۔

آپ کے زمانہ خلافت میں کُفار ذلیل ہو گئے۔ اسلام ساری زمین پر چھا گیا۔ جس حکم وقل جاء الحق وزہق الباطل کی ابتدا فتح مکہ کے دن ہوئی تھی اس کی تکمیل خلافتِ عمر میں ہو گئی حضرت علی علیہ اسلام فرماتے ہیں۔ زمانہ عمر میں اسلام آرام کی نیند سویا اور لیٹا۔ جیسے اونٹ ریت پر لیٹتا اور پاؤں پسار دیتا ہے۔ اللہ اکبر۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ: آپس میں مہربان ہیں۔ یہ خصوصیت سب صحابہ کرام میں باالخصوص حضرت عثمان بن عفان غنی وذوالنورین سے مُختص ہے۔ کہ آپ نے اپنا تمام مال خدا کی راہ میں غرباء کی پرورش میں صَرف کیا۔ اور رسالت مآب کی ہر بات پر لبیک فرمایا اور اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی نرم دلی اور مہربانی کا سلوک روا رکھا۔ یہاں تک کہ باغیوں نے چالیس دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ لیکن آپ نے اپنی فوج اور افسرانِ حکومت کو ان کے پکڑنے۔ قید کرنے یا سزا کا حکم نہ دیا۔

بلکہ فرمایا عثمان نہیں چاہتا کہ اپنی حفاظت میں کسی کلمہ گو کو تکلیف بلواسطہ یا بلا واسطہ دے۔ اور مدینہ طیبہ کی شان میں کوئی فرق آئے۔ اور آخر آپ کو شہید بھی کر دیا گیا۔ لیکن آپ کی مصیبت کا بدلہ کسی نے نہ لیا۔ بلکہ خود ذاتِ کبریا خدائے تعالےٰ نے

تفرقہ کی وجہ سے مسلمانوں کو سزا دے دی۔ بیشک بوقتِ شہادت آپ کے خون کے قطرے قرآن مجید کے الفاظ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰہ وہو السمیع العلیم اس بات کی گواہ ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عثمان اور ابراہیم خلیل اللہ کا حال ایک جیسا تھا۔ اُدھر نارِ نمرود تھی۔ اِدھر بغاوت کی آگ۔

ابراہیم علیہ اسلام کے لیے سلامتی تھی اور ان کے لیے شہادت لکھی تھی۔

حضرت عثمان وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے کلام کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا: دیکھو گے تم ان کو رکوع میں اور سجدے میں۔

یہ بھی اصحابِ رسول کی صفت ہے اور یہ صفتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین خلیفہ چہارم کی خصوصی صفت ہے۔ آپ کے پاؤں میں دشمن کا تیر پیوست ہوگیا۔ نکالنے پر درد شدید ہوتا تھا۔ لیکن جب آپ نماز میں تھے تو لوگوں نے تیر کھینچ لیا۔ اور مولا علی کو پتہ بھی نہ چلا۔ آپ کسی کام کو گئے۔ واپسی پر نماز پڑھی جا چکی تھی۔ حضور علیہ السلام سرکارِ دو عالم نے آپ کی گود میں سر رکھا اور باتیں کرتے کرتے آرام کی نیند سو گئے۔

نمازِ عصر مولا علی رضی اللہ عنہ کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ اور آپ خوفِ الٰہی سے رونے لگے۔ لیکن ادب مانع تھا۔ سرکارِ نبوت کو جگانا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

پس آفتاب غروب ہوگیا۔ رسولِ خدا نے فرمایا علی کیا بات ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ نماز نمازِ عصر میری باقی ہے۔ دُعا فرمائی سورج لَوٹا۔ نماز پڑھی۔ سورج دوبارہ غروب ہُوا۔

علیؓ خانہ کعبہ میں تولّد ہوئے۔ مسجد کوفہ میں شہادت پائی۔ پس آپ نماز میں اکثر وقت گذارتے تھے

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا: اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہنے والے اللہ

تعالیٰ خلفائے راشدین کی محبت میں رکھے۔ حشر ان کے ساتھ فرماوے۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین

حضرت ابوبکر صدیق عبد اللہ بن ابی قحافہ خلیفۃ الرسول، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان اظہر من الشمس

ہے۔ شانِ نبی میں فرمانِ الٰہی ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ہوا تو نبی کے دوست صدیق کی شان میں ولسوف یرضیٰ فرمایا۔

بوقتِ ہجرت آیہ کریمہ ثانیَ اثنین اذ ھما فی الغار آپ کی شان میں اُتری۔ اور یہ وہ سورۂ توبہ کی آیت ہے۔ جو ان چالیس میں سے ہے جو حضرت علی علیہ السلام نے صدیقِ اکبر کے امیرِ حج ہونے کے ساتھ بوقتِ حج خطبہ میں پڑھی تھیں۔ لاتحزن انّ اللہ معنا (فرمانِ پیغمبر کلام خدا ہوا نہ غم کھا اے صدیق) بیشک اللہ ساتھ ہے ہمارے۔

معنا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت رسول وصدیق دونوں کے لیے ایک جیسی ہے۔ اور واللہ یعصمک کی آیت میں بھی آپ کی شمولیت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کفارِ مکہ کی دشمنی رسول خدا اور صدیقِ اکبر سے برابر کی تھی۔ دونوں کے پکڑنے کی خاطر سو سو اونٹ انعام رکھے تھے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر" جس نے سب سے زیادہ احسان مجھ پر کیا محبت کرنے۔ مال کے خرچ کرنے میں وہ ابوبکر ہیں۔ یہ وہی کانٹوں والا لمبا چوغہ صوفیانہ پہننے والے سارا مال خدا اور رسول کی نذر کرنے والے ہیں۔ کہ وہی لباس جبریل اور سب ملائکہ نے اُس دن پہنا اور جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح بیان کیا، حضور مسکرائے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہے۔ فرمایا یہ جبریل امین حاضر ہیں۔ کہہ رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل اور

اور آسمان کے سب ملائکہ سے فرمایا ہے۔ وہی لباس سب پہنو جو آج صدیق نے پہنا ہے۔ اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ آپ سے کہوں یا رسول اللہ۔ صدیق کو اللہ تعالیٰ اور جبریل علیہ السلام کا سلام پہنچایئے۔ اور ان سے پوچھیئے کہ کیا صدیق اس حالت میں اپنے اللہ سے راضی ہے۔ یہ سُننا تھا کہ ابوبکرؓ نے تین نعرہ لگائے میں اللہ سے راضی میں اللہ سے راضی اور یہ بھی ایک دفعہ فرمایا: (فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدٌ یُکَافِیْہِ اللّٰہُ بِہَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ میں نے سب کا حق ادا کر دیا ہے لیکن ابوبکر کا حق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ادا کرے گا۔ اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ : (اے ابوبکر تو میرا صاحب غار کا ہے اور حوض پر بھی ہوگا۔ (حوضِ کوثر)

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ ثُمَّ ابوبکر ثُمَّ عُمَرَ : (بروزِ قیامت سب سے پہلے زمین سے میں اٹھوں گا۔ پھر ابوبکر اور پھر عمر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بیماری کے دنوں میں صدیقِ اکبر کو امامِ نماز فرماتے ہوئے فرمایا۔ لَا یَنْبَغِیْ بِقَوْمٍ فِیْہِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّہُمْ : (جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں۔ کسی اور کا حق نہیں کہ امام ہو۔

کشتی نوح کے تمام تختے انبیا کے ناموں سے مخصوص تھے۔ آخری تختہ ابوبکر عمر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے نام کا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے جب کلماتِ فتاب علیہ کے تحت بوسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دُعا مانگی۔

تو بعد میں زیارتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق پیدا ہوا۔ تو آپ کے دست مبارکہ کے ناخن نورِ محمد و اصحابِ محمد سے منور ہو گئے۔

انگشتِ شہادت سے نور سید الانبیاء درمیانی سے نورِ ابوبکر۔ ساتھ والی سے نورِ عمر اور چھنگلی سے نورِ عثمان ظاہر ہوا۔ نر انگشت سے مولا علی مشکل کشا کا نور دیکھا۔

صدیقہ بنت صدیق اکبرام المومنین عائشہ زوجہ سید الانبیاء نے خواب دیکھا کہ ان کے حجرۂ شریف میں سورج اور دو چاند داخل ہوئے جو انہوں نے اپنی گود شریف میں چھپا لیے۔ انہوں نے رسولِ خدا اور صدیقِ اکبر سے پوچھا۔ انہوں نے بجائے کچھ بتانے کے مسکراہٹ کے ساتھ خاموشی فرمائی۔

جب سید الانبیاء کو حجرۂ صدیقہ میں دفن فرمایا گیا تو ابوبکر نے فرمایا عائشہ دیکھو یہ سورج آپ کی گود میں سما گیا۔ ———— اللہ اکبر

بوقت وفات خود صدیقِ اکبر نے فرمایا میرا جنازہ مزارِ نبوت مآب کے پاس لے جا کر سلام بحضور سید المرسلین عرض کرنے کے کہنا یا رسول اللہ ابوبکر حاضر ہے۔ اگر اجازت ہو تو اُسی جگہ دفن کرنا۔ ورنہ جہاں چاہو دفن کر دینا۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب ہم صدیق اکبر کو دفنانے کی خاطر لے گئے تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور آپ کو نبی علیہ اسلام کے پہلو میں دفن کیا گیا

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت وفات بھی اجازت ہو گئی۔ اِس طرح حضرت ام المومنین کا خواب پورا ہوا۔

هَلْ اَنْتَ اِلَّا حَسَنَۃٌ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ: اے عمر تو ایک نیکی ہے ابوبکر کی نیکیوں کے مقابلے میں۔ اللہ اکبر۔

حضرت عمر وہ ہیں جن کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر سید الانبیاء نے بتائی تھیں۔ بروایت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ایک شخص نے ایک بزرگ دین سے مسئلہ پوچھا سرکار زکواۃ کا حکم کیسا ہے فرمایا سب مال خرچ کرنا یا چالیسواں حصّہ۔ عرض کی وہ کیسے۔

فرمایا سب مال راہِ خدا دینا سُنتِ صدیق ہے۔ چالیسواں حصّہ عامۃ المومنین کے لیے۔ تبرکاً اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے تاکہ تمام مضامین مناسب سطروں اور اوراق پر مکمل ہو جائیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفہ دوم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

آپ کے ایمان لانے کے لیے رسول خدا سید الانبیاء نے خصوصی دُعا فرمائی۔ پھر آپ کے یقین و ایمان پر کسی قسم کا شک کرنا کتنی بڑی حماقت اور لاپرواہی ہے آپ کے ایمان کی خوشخبری حضرت جبریل نے ان الفاظ میں دی۔

یا محمد قد استبشر اھل السماء الیوم باسلام عمر

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عمر کے اسلام لانے کی خوشی میں اہلِ آسمان خوشی منا رہے ہیں آپ میں فیضانِ نبوت کی نسبت بہت تھی۔ اِسی بنا پر سرکارِ مدینہ نے فرمایا تھا لو کان بعدی نبیًّا لکان عمر: میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر ہوتا تو ضرور عمر نبی ہوتے۔ اور یہ بھی فرمایا الحق ینطق علٰی لسانِ عمر: حق تعالیٰ زبانِ عمر پر بولتا ہے۔ یہی وجہ ہے دس سے زیادہ احکامِ اسلام آپ کی رائے ظاہر کر دینے کے بعد نازل ہوئے۔

یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان: اے ابن خطاب قسم ہے اسکی جس کے سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک قبضہ میں میری جان ہے شیطان وہ کھلا راستہ چھوڑ جاتا ہے جس پر تم چل رہے ہو۔ وہ تمہارے سامنے ٹھہر ہی نہیں سکتا۔

ان الشیطان لیخاف منک یا عمر: اے عمر آپ سے شیطان ڈرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی عدالت ضرب المثل بن کر رہ گئی۔

خلیفہ سوم امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

قحط کے زمانہ میں عثمان کے اونٹ غلہ کے لدے ہوئے مکہ شریف پہنچے آپ کے پاس تاجر لوگ پہنچے اور نفع پر نفع دینے پر رضامند ہوئے۔ آپ نے فرمایا میں ایک کے بدلہ میں دس گنا منافع چاہتا ہوں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے آپ نے عطا و

کہ غریب لوگ آجائیں۔ آپ نے سب مال خرچ کردیا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے ایک کے
بدلے دس کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضور علیہ اسلام کے ارشاد پر آپ نے یہودی سے کنواں خرید کر وقف فرمایا۔
مسجد نبوی کی قیمت ادا کی۔

جو غریب صحابی حضور کے پاس پہنچتا آپ اُسے عثمان کے پاس بھیج دیتے تھے
آپ اس کی حاجت پوری فرمادیتے۔

آپ کی پہلی بیوی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں فوت ہوگئیں تو دوسری
بیٹی عطا کی۔ اور جب وہ بھی فوت ہوگئیں تو فرمایا اگر میرے پاس اور بیٹی ہوتی تو ضرور
عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔ آپ کو قرآن مجید سے بہت محبت اور لگاؤ تھا۔ ہر شب
نمازِ تہجد میں پورا قرآن مجید تلاوت فرمایا کرتے۔ آپ ہی نے قرآن مجید کو نقل فرمایا۔ اور
انتظام فرمایا۔ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا یہ بہت بڑا احسان ہے۔

آپ کے استفسار پر کہ میری قبر کہاں ہوگی حضور علیہ اسلام نے بیٹھے بیٹھے فرمایا
تیر چلاؤ۔ جہاں تیر پڑا۔ فرمایا یہی جگہ ہے آپ کی۔ اور پھر فرمایا تمہاری قبر سے میرے
روضۂ انور شریف تک یہ سب جنت ہی جنت ہے۔ اسی وجہ سے اس قبرستان
کا نام مبارک جنت البقیع ہے۔ آپ کو حضور علیہ اسلام نے خود شہید ہونیکی خبر دی تھی۔

ایک دفعہ ایک پہاڑ پر چڑھے۔ تو آپ کے ہمراہ صدیق و عمر اور عثمان تھے۔
پہاڑ شوق میں آگیا۔ جوش میں ہلا۔ وجد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔
اے پہاڑ ساکن ہوجا۔ کہ تجھ پر ایک سیّد الانبیاء ہیں اور اس کے ساتھ ایک
صدیق ہے، دو شہید ہیں۔ (عمر و عثمان)

آپ نے فرمایا اے عثمان اللہ و رسول کی طرف سے آپ کو ایک قمیض پہنائی
جائے گی۔ لوگ اتارنے کو کہیں گے۔ ہرگز نہ اتارنا۔ ورنہ اللہ و رسول کی ناراضگی کا باعث

جب باغیوں نے کہا کہ حکومت سے دستبردار ہو جاؤ تو فرمایا بے شک مجھے یاد آگیا کہ یہی خلافت وہ قمیض ہے۔ لہذا میں خلافت سے دستبردار نہ ہوں گا۔ انہی سطور پر آپ کا ذکر ختم کرتا ہوں اللہ تعالے ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تابعداروں میں روزِ محشر اٹھائے (آمین)

****

باب ہفتم

اختلاف المسلمین

والصراط المومنین

(۱) اختلاف المسلمین والصراط المومنین۔ (۲) خلافتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۳) خلافتِ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ۔ (۴) انتخاب حضرت ذوالنورین عثمان رضی اللہ عنہ۔

(۵) وامیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ۔ (۶) تعلّق خلفائے ثلاثہ اور علی المرتضیٰ۔

(۷) امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

(۸) امام حسن علیہ اسلام وامیر معاویہ رضؓ (۹) توکّل باللہ در کربلائے مُعلّٰی

(۱۰) احترام واحتیاط نزد اہل سُنت وجماعت۔

باب اختلاف المسلمین و الصراط المومنین

حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صفتِ خاص خُلقِ عظیم اور رحمۃ اللعلمین اور مِن اَنفُسِکُم کے تحت تمام اہل جہاں کے لیے ایک مثال تھے۔

ایک تاجر سے اونٹ کا سودا اس حال میں فرمایا کہ صرف تاجر تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ قیمت ادا کرنے لگے تو تاجر زیادہ رقم مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا سودا ہو چکا ہے۔ اور اب دوبارہ نیا سودا کرنا چاہتے ہو۔ یہ اچھا نہیں ہے۔ وہ انکاری تھا۔ کہ میں نے پہلے قیمت مقرر نہیں کی۔

اسی وقت آپ کے اصحابی حضرت خزیمہ تشریف لائے۔ انہوں نے سلام عرض کیا۔ بات معلوم ہوئی تو اس تاجر سے کہا میں گواہ ہوں کہ حضور سچ فرما رہے ہیں اور تو جھوٹا ہے حضور علیہ اسلام نے خزیمہ سے فرمایا کہ تم میری گواہی کیسے دیتے ہو کہ اب آئے ہو۔

اب تاجر حیران ہو کر دیکھ رہا تھا۔ کہ یہ عجیب بات ہے کہ یہ اپنے طرف دار سے یوں کہہ رہے ہیں۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور آپ کی صداقت تو آپ کے منکر بھی بیان کرتے ہیں۔ میں کیوں نہ کہوں۔ پس وہ تاجر بہت خوش ہوا۔ اور معافی مانگی کہ حضور سچے ہیں۔

آپ نے بہت سے قبائل کو ازواجِ مطہرات کی نسبت سے متفق فرما دیا۔ اکثر کے قصور لا تثریب علیکم الیوم کے مطابق درگزر فرما دیئے۔ لیکن آپ کے بعد فتوحات اور اسلام کا دائرہ وسعت پکڑ گیا۔ اور کئی طرح کے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ تو ان کے ناموافق مزاج کی وجہ سے الجھنیں پیدا ہونے لگیں اور حضرت عثمان کی شہادت پر یہ چیز ظاہر ہو گئی اور امیر المومنین علی علیہ اسلام کے وقت روافض

اور خوارج پیدا ہو گئے۔ اس طرح بہت سے صحابہ کرام بھی اس ناچاقی میں ملوث ہو گئے لیکن ہمارے لیے ان کے اختلافات بیان کرنا۔ ہوا دینا ایمان سے ہاتھ دھونے کا موجب ہے۔ الامر فوق الادب

حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے منع فرما دیا۔ ہمارا حق ہے کہ ہم ہر بات اس لہجہ میں کریں۔ سمجھیں یا سمجھائیں کہ اسلاف میں انحراف اور خلاف نہ ہو بلکہ شانِ اسلام کا اظہار ہو۔

اختلاف کی وجوہ اکثر غلط افواہ، لاعلمی اور غائبانہ طریق پر بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بعد میں یہ اختلاف ختم بھی ہو جاتے ہیں اور نہیں بھی ہوتے۔ بہر حال درمیانی راہ افراط و تفریط کے مابین ہی اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کی نظر میں بے ادب نہ رکھے۔ (آمین)۔

خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

ترجمہ:۔ انہوں نے (اہل بیعت وصحابہ) اپنے مالک حقیقی کی بات تسلیم کی۔ اور نماز قائم کی۔ ان کی حکومت جو ہو گی۔ وہ ان کے آپس کے مشورہ سے ہو گی۔

فرمانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہج البلاغۃ حصہ پنجم

ترجمہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر، عثمان کے یہاں بیعت کی پس حاضر مجلس کے لیے دوسرے کا اختیار نہیں ہے اور غائب کے لیے اس چیز کی تردید کا حق نہیں تحقیق یہ ہے کہ خلافت کا مشورہ صرف مہاجرین انصار کا حق ہے۔ پس اگر یہ لوگ کسی ایک بات پر متفق ہو جائیں اور امامت کے لیے مقرر کر لیں تو اس میں اللہ کی رضامندی شامل ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمانِ علی علیہ السلام کے مطابق یہ بات معلوم ہو گئی کہ چاروں خلفا کا تقرر مہاجرین و انصار صحابہ کرام کے مشورہ سے ہوا اور اس پر اللہ کی خوشنودی شامل

ہے۔ لہٰذا جو شخص اعتراض کرے وہ بے معنی اور بے ثبوت ہے ————
اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

ذکرِ صدیق میں لکھا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں صدیق ہوں اس کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کو امام بنائے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ اقتدا و ابالذین من بعدی ابابکرؓ و عمرؓ۔ میرے بعد اقتدا کرنا ابوبکر و عمر کی۔

بوقتِ وفات نبی علیہ اسلام بنی سقیفہ کے چوپال میں مہاجرین و انصار جمع تھے۔ صدیقِ اکبر کو معلوم ہوا۔ تو وہاں پہنچے۔ آپ نے فرمایا حضور علیہ اسلام کا دفن و کفن ابھی باقی ہے۔ تو آپ لوگ اس معاملہ میں ابھی نہ سوچیں اور یاد رکھو حضور علیہ اسلام نے فرمایا ہے کہ میرے بعد حاکم قریش خاندان سے ہوں گے اور مہاجر ہونے کی شرط ساتھ ہے۔ پس لوگوں کو بات سامنے آگئی کہ آپ امام نماز بحکم رسول ہیں۔ اور مہاجر قریش بھی ہیں۔ آپ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں۔ چنانچہ وہاں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔ اس بات کا علم اہل بیعت خصوصاً علی و عباس علیہم اسلام کو نہ تھا۔ کیونکہ وہ اپنے گھر تھے۔ دوسرے دن عام بیعت ہوئی جس میں علی و عباس سمیت سبھوں نے بیعت کی۔

بعد میں کچھ لوگوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ اور چند ان کے رفقا نے بیعت نہیں کی اسی وجہ سے کچھ مدت بعد دوبارہ بیعت کی اور واضح کیا کہ یہ بات غلط تھی۔ جو افواہ پھیلائی گئی ہے۔

اب جب صدیقِ اکبرؓ کا آخری وقتِ وصال تھا تو آپ نے مسجد نبوی میں نماز کے بعد اعلان کرایا۔ کہ میرے بعد عمر بن الخطاب خلیفہ ہوں گے۔ کچھ لوگ حضرت عمرؓ کی سخت طبیعت سے گھبرائے اور اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا عمر اب وہ عمر نہیں۔ پس سب اسی بات پر متفق ہو گئے۔

شارحِ عقائد نسفی علامہ سعد الدین رحمۃ اللہ کا فرمان ہے۔ وَبِالجملتہ وقع الاتفاق علیٰ خلافتہ: یعنی خلافتِ عمر پر سب لوگ متفق ہو گئے۔

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ جب شہید کر دیئے گئے تو آپ نے فوراً اپنی وفات سے پیشتر چھ نام کا اعلان کیا۔ اور ہدایت کی کہ میرے بعد تین یوم کے اندر اندر ان میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لینا وہ چھ نام یہ تھے۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ حضرت علیؓ۔ عثمانؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم حضرت عبد الرحمان بن عوف نے فرمایا چھ کے تین ہو جاؤ۔

پس زبیر علی کے ہاتھ میں طلحہ عثمان کے ہاتھ میں سعد بن ابی وقاص عبد الرحمان کے حق میں دست بردار ہو گئے۔

اب یہ تین تھے۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ اور عبد الرحمان بن عوف حضرت عبد الرحمان نے علیؓ و عثمانؓ سے کہا جو تم دونوں میں خلیفہ ہونا نہیں چاہتا وہ بیٹھ جائے۔ یہ دونوں صاحب خاموش رہے۔ حضرت عبد الرحمان رضی اللہ عنہ نے تین دن کی مہلت فیصلہ کے لیے مانگی۔ جو انہیں دے دی گئی۔

حج کے ایام تھے۔ لوگ بہت جمع تھے۔ آپ نے فرداً فرداً بہت سے لوگوں سے رائے لی۔ اور سب کی رائے حضرت عثمان کے حق میں تھی۔

پس اسطرح حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے۔

خلافت کا انتخاب: اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ چھ میں سے چار خود ہی انکاری تھے پانچویں عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کر چکے تھے۔

پس آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اُسی عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق خلیفہ برحق چہارم مقرر ہو گئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

میں تھا کہ آپ نے سات کنکریاں رکھیں اور حضرت ابوبکر۔ عمر اور عثمان کو باری باری اٹھانے کا حکم فرمایا۔ ان کے ہاتھوں پر کنکریاں کی آواز تسبیح مکھیوں کی آواز کے مشابہ سُنی گئی۔ اس کے بعد پوچھنے پر آپ نے فرمایا یہ نبوت کی خلافت ہے۔

(۲) ایک شخص نے خواب بیان کیا یا رسول اللہ رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کنویں پر ایک بھاری ڈول ہے۔ جو آسمان سے اترا ہے۔ اُس میں سے پانی پیا ابوبکر نے کمزوری کے ساتھ پھر حضرت عمر نے پیا کہ وہ سیر ہو گئے پھر حضرت عثمان نے بھی سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد ڈول حضرت علی نے پکڑا تو ڈول کا پانی زمین پر بہہ گیا۔ اور آپ کے کپڑوں پر پانی کی چھینٹیں پڑیں۔

آپ نے تعبیر میں فرمایا یہ خلافت تھی۔

اِس بات سے معلوم ہُوا کہ خلافت حضرت علی علیہ اسلام پر ختم ہو گئی حضرت علی کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ خلافت فرمائی یہ خلافت کی تکمیل سمجھو۔ کہ رسول پاک نے فرمایا تھا حسن میرا وہ فرزند ہے جو دو مسلمان گروہوں کو آپس میں راضی کر کے صُلح فرما دے گا۔

پس آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی باگ پھڑا دی۔ اور شرط رکھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد پھر حکومت حسنین کریمین کی ہو گی یا جس پر سب لوگ متفق ہوں۔ بہر حال خلافتِ راشدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، پر ختم ہو گئی۔ اور اس کے بعد بادشاہت میں بدل گئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے بادشاہ تھے جن کی پیشینگوئی پہلی کتابوں میں موجود تھی کہ نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت شام کے ملک تک ہوگی۔

حضرت علی المرتضیٰ اور خلفائے ثلاثہ: ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عثمانی خلافت کے زمانہ میں رمضان شریف

کے ماہِ مقدس میں رات کو مسجد میں تشریف لے گئے اور مصابیح کی روشنی میں نماز تراویح کا انتظام دیکھ کر بے ساختہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔

نَوَّرَ اللہُ قَبْرَ عُمَرَ کَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا۔ اللہ روشن کرے عمر کی قبر کو جیسا کہ اُس نے روشن کیا ہماری مسجدوں کو (شرح حدیدی نہج البلاغتہ جزء دوازدہم[12])۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات سے پیشتر جب لوگوں نے بغاوت کر کے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تو آپ نے اپنے صاحبزادوں حسنین کریمین کو حفاظت کی خاطر دروازے پر کھڑا ہونے کا حکم فرمایا۔

اور بیشک آپ نے تینوں خلفا کے پیچھے نماز باجماعت ادا کی۔ اور آپ نے پورا تعاون فرمایا۔

آپ کے دور خلافت میں ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین کیا بات ہے کہ آپ سے پہلے خلفا کے وقت امن تھا۔ اور آپ کا وقتِ خلافت آیا تو فساد ہی فساد اٹھ کھڑے۔

آپ نے ارشاد فرمایا ان کے مُشیر اور صلاح کار ہم تھے۔ اور ہمارے صلاح کار اور مشیر تم ہو۔ مطلب یہ کہ ہمارے صلاح کار مُشیر اور وزیر نالائق اور نااہل ہیں۔

ترجمہ: اے صحابہ تم میں وہ لوگ جو فتح مکہ سے قبل راہِ خدا میں مال خرچ کرتے رہے۔ اور جہاد میں مصروف رہے۔ مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ درجہ اور شان میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ جنہوں نے بعد فتح کے اپنے مال راہِ خدا میں خرچ کئے کفار سے لڑے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جنت کا وعدہ دونوں گروہوں سے کیا ہُوا ہے۔ قرآن حکیم

وحضرت امیر رضی اللہ عنہ نیز فرمود کہ ابوبکر و عمر افضل ایں امت اند۔ ہر کہ مرا بر ایشاں فضل دہد۔ مفتری راز نند۔ تحقیق ایں مبحث در کتب و رسائل خود بتفصیل نمودہ۔

ترجمہ :۔ اور حضرت امیرالمومنین علی علیہ اسلام نے فرمایا ابوبکر عمر رضی اللہ عنہم اس اُمت میں سب سے افضل ہیں جو شخص مجھے ان سے افضل قرار دے۔ وہ مفتری ہے۔ میری طرف سے ایسے شخص کو مفتری کی طرح کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ میں نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنی کتابوں میں کردی ہے۔ (از مکتوبات شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہہ نے فرمایا : ترجمہ :۔ اے ابوبکر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہمارے دین میں مقدم فرمایا تو ہمارے دنیاوی اُمور ہے میں آپ کو مؤخر رکھنے والا کون ہے ؟

حضرت امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط علی رضی اللہ عنہہ کے نام :۔ ترجمہ :۔ آپ کی بزرگی اسلام میں ہے۔ اور آپ کی جو قرابت نبی علیہ اسلام سے ہے میں اس منکر نہیں ہوں۔ شرح نہج البلاغہ ابن میسم۔

(۲) شاہِ روم نے دیکھا کہ مسلمان آپس میں گتھم گتھا ہیں۔ چاہا کہ عرب پر حملہ کردے حضرت معاویہ نے سنا تو اُسے یوں لکھا۔

رُومی کُتّے" خبردار۔ تو ہماری آپس کی لڑائی سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا جس وقت تو مدینہ کی طرف منہ کرے گا پہلا معاویہ بن ابوسفیان ہوگا جو حضرت علی کی قیادت میں تیرا مقابلہ کروں گا۔ (تاریخ طبری)

جھگڑا محض خونِ عثمان رضی اللہ عنہہ کا بدلہ تھا۔ اور باغی قاتل خود رات رات لڑ پڑے کہ ان کی صُلح نہ ہو جائے۔ اسی لیے حضرت علی نے فرمایا۔ اِخوانُنا بَغَوْا عَلَیْنا :۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم سے بغاوت کی۔

اسی طرح حضرت زبیر جو حضرت علی کے خلاف تھے۔ اور ان کو ابن جرموز نے شہید کردیا اور پھر انعام کی خاطر امیرالمومنین کے پاس آیا تو آپ نے اسے یوں

فرمایا: میں تجھے دوزخ کی خوش خبری سناتا ہوں۔ اُس نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

یا علی بشر قاتل ابن صفیۃ بالنار: اے علی میرے پھوپھی صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ کی خوش خبری دے دینا

ترجمہ: حضرت شیخ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک امیر معاویہؓ واقعی خطا پر تھے لیکن آپ کی یہ خطا اجتہادی تھی۔ جو اسلام میں قابل معافی ہے۔

منازعت معاویہ با امیر از روئے اجتہاد بودہ وایں قول را از معتقدات اہل سنت فرمودہ دفتر اول مکتوب۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ امیر معاویہ کے خلاف شخص بھی اتنا ہی مجرم ہے جتنا ابوبکر وعمر عثمان رضی اللہ عنہ کا مجرم ہے۔

اب ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق دیکھئے۔

اللہم اجعلہ ھادیا مھدیا: اے اللہ اسکو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا

اللھم علمہ الکتاب والحساب: اے اللہ اسے کتاب اور حساب کا علم عطا فرما

وقہ العذاب: اور عذاب سے بچا۔

ایاکم وما شجر بین اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوا ھم: میرے اصحاب کے جھگڑوں کے بارے خاموش رہو۔ اور زبان نہ کھولی جاؤ۔ میرے اصحابہ میں جو جھگڑے ہوں تم ان سے الگ رہو۔ میرے اصحاب کے بارے اللہ سے ڈرو۔ اور اس کا خوف کرو۔ اور بدگوئی کا نشانہ نہ بناؤ۔ دفتر اول مکتوب ۲۵۱

پس معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے

خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ان کی خطا اجتہادی ہے۔ اور ان کو اللہ و رسول کیطرف سے معافی ہو چکی ہے۔

قَدْ صَحَّ اَنَّہٗ کَانَ اِمَامًا عَادِلًا فی حقوق اللہ سبحانہ و فی حقوق المسلمین۔ دفتر اوّل مکتوب ۲۵۱ :۔ یہ بات بالکل صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقوق اللہ و حقوقِ مسلمین دونوں کے پورا کرنے والے امام عادل تھے۔

حضرات امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہہ !

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :۔ وَاِنَّہٗ رَیحَانَتِیْ مِنَ الدُّنیا حسن دنیا میں میرا پھول ہے۔ اور یہ پیشین گوئی فرمائی کہ حسن میری امت کے دو مسلمان گروہوں کے جھگڑا کو صلح کے ساتھ مٹادیں گے۔ اور اسی بات کے تحت امام حسن علیہ اسلام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہہ سے صلح فرمائی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہہ ہی پورے عالم اسلام کے حاکم ہو جائیں۔

ایک بات :۔ اگر امیر معاویہ حاکم نہ ہوتے وہ اصحاب رسول تھے۔ ان کے بعد شاید ہی کوئی صحابی ہوتا جو خلیفہ ہوتا۔ لیکن پھر بادشاہی بھی اسلام میں جائز قرار نہ پاتی۔ کیونکہ اصحاب کے زمانہ میں جو بات واضح ہوگی وہ ہر لحاظ سے مکمل اور جائز رہی۔ اور شبہ کی گنجائش نہ رہی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہہ پہلے بادشاہ تھے جو اسلام میں حکمران رہے ہاں وہ اُس شرط پر قائم نہ رہے جو امام عالی مقام حسن علیہ اسلام سے کی تھی اور اسی وجہ سے واقعہ کربلا پیش آیا۔ بہرحال ہم اس بارے ان پر اعتراض نہیں کر سکتے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

٭

توکّل باﷲ درسِ کربلائے معلّیٰ

میں نے یہاں کوئی تاریخ بیان نہیں کرنی - اور نہ ہی یزیدیت کا نقشہ کھینچنا ہے۔
بلکہ صرف امام حسین عالی مقام اور ان کے اہل بیعت نیز رفقائے شہ کربلا کا توکل۔
صبر اور رضا الٰہی بیان کرنا مقصود ہے۔

(۱) اگر آپ حکومت چاہتے تو کم از کم شام ودمشق کے سوا تو آپ کے ماتحت،
علاقہ ہو سکتا تھا۔ اور پھر آپ اکیلے نہ جاتے بلکہ پارٹی بناتے۔ اور ضرور اکثریت آپ
کے ساتھ ہوتی یہ بات بالکل نہ تھی۔ اور نہ ہی دل میں یہ خیال کرنا چاہیئے۔

(۲) اگر یزید اپنا کیرکٹر اور اخلاق درست کر لیتا۔ اور امام حسین علیہ السلام کے
سامنے اقرار توبہ کرتا۔ اور نیک ہو جاتا تو ضرور آپ اسے حاکم رہنے دیتے۔

لیکن بات یہ تھی کہ محاورہ ہے الناس علیٰ دینِ ملوکھم جیسا راجہ ویسی پرجا
آپ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ وہ اسلام جو پسندیدہ خدا دین ہے۔ اور جو حضرت آدم
علیہ السلام سے زمینِ آدم پر بیجا گیا۔ اور جس کی آبیاری۔ نوح وابراہیم اسماعیل واسحاق۔
یعقوب ویوسف۔ داؤد وسلیمان۔ موسیٰ، عیسیٰ غرضیکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش
انبیاء ورسل علیہم السلام نے فرمائی۔ اور اس کی تکمیل ان کے نانا جان سید الانبیاء صلی
اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی۔

اِس پر دوبارہ کفر و شرک۔ ابلیسی قوت۔ نفسانی طاقت اور بُری رسوم کا حملہ ہو
جائے۔ اور تا قیامت اہلِ اسلام کے ایمان کو ٹھیس پہنچے۔

اور یہ قربانی اسلام کی عظیم قربانی تھی۔ جو عالمِ ارواح سے وجود میں آچکی تھی۔ لہٰذا
یہ قربانی ضرور دی جانی تھی۔ اس کی مزید تشریح ذکرِ حسین علیہ السلام میں ہوگی۔

ہاں تو اِس توکل کی پہلی کڑی امام عالیمقام کے پہلے سفیر ومشیر برادر عم زادہ امام
مُسلم بن عقیل ہیں۔ جو ساکنانِ کوفہ کی کم ہمتی۔ وعدہ خلافی اور بدسلوکی کی وجہ سے شہید

ہوئے۔ ان کے دو فرزند ابراہیم و محمد بھی بے دردی اور ظلم ابن زیاد کا نشانہ ہوئے۔ لیکن ان کا صبر کمال صبر تھا۔

آدم علیہ السلام سے تاقیامت بنی آدم میں سے ایسا کوئی نہ ہوگا جسے اتنا بڑا صدمہ پہنچے۔ جو سید الشہداءِ کربلا کو پیش آیا۔

دیکھئے راہ کی خبرِ شہادتِ مسلم و فرزندانِ مسلم۔ اور پھر میدانِ کربلا فرات دریاء کی لہریں۔ فوجوں کا پہرہ۔ تین شب و روز کا فاقہ۔ پیاس ننھے معصوم بچوں بچیوں کی خشک لبوں کی کیفیت۔ الامان۔

ظالم کوفیوں کی چالاکی۔ بے وفائی۔ اور بے حیائی کے واقعات اور ان کی بے باکانہ گستاخانہ کلامِ بے لگام۔ العیاذ باللہ۔

حضرتِ امام عالی مقام کا وعظ و نصیحت فرمانا۔ اور ان کے دلوں پر اثر نہ کرنا کس بات کی دلیل ہے۔ گویا یہ آخری اور فیصلہ کن جنگِ حق و باطل تھی

آپ کی بہن بی بی زینب کا خواب دسویں محرم کی تاریک شب۔ اللہ اللہ دیکھا کہ میدانِ شہادت میں کوئی خاتون جھاڑو کشی فرما رہی ہیں۔ اللہ اکبر پوچھا کون ہے؛ جواب بتیابانہ۔ سوز و گداز بھرا۔ دردو الم کا سرچشمہ تھا۔

فرمایا بیٹی میرا نام فاطمہ دخترِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے میں جھاڑو دے رہی ہوں کہ میرے لال حسین صاحبِ رنج و ملال کو بوقتِ شہادت کوئی کنکر نہ چبھے۔

بھئی سوچو تو لاکھوں دشمن۔ ایک حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے کیا فرمایا؛ اگر چاہو تو رات رات یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اور میرے بچوں اور خواتین اہل بیت کو بھی لے جاؤ۔ مدینہ پہنچا دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ تم بھی کوفیوں کا نشانہ بنو ——— اللہ اکبر کتنی دلیری ہے۔

کتنے لوگوں نے راہ سے واپس کرنا چاہا۔ لیکن سب سے فرمایا۔ آج رات مجھے

نانا جان رسالت مآب ملے۔ فرمایا حُسین صبر۔ صبر۔ ثابت قدم رہنا۔ اسلام کی لاج آپ کے سر تاج۔ اللہ اللہ ۔ خواجہ صاحب سرکارِ چشتیہ خاندان اجمیر شریف، والوں کا فرمان

سہ شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین !

محرم کا دسواں روز بعد نمازِ فجر ——— اللہ اللہ

آپ کے سامنے آپ کا ساتھ ایک ایک ہوکر باری باری قربان ہوتا ہے آپ کی آنکھیں اشک بار ہیں۔ ہاتھوں سے لاشیں اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں کتنے نفوس قربان ہو رہے ہیں۔ عرش فرش والے حیران ہیں۔

علی اکبرؓ۔ قاسمؓ۔ عباسؓ۔ عونؓ و محمد رضی اللہ عنہم کی لاشیں۔ واہ مولا تیری بے نیازی حسین اٹھاتے ہیں۔ خیموں میں لاتے ہیں۔ چوداں طبق تھراتے ہیں۔ حُور و ملائک گھبراتے ہیں۔ لیکن حسین۔ وُہ حسین لج پال حسین اسماعیل علیہ اسلام کو چھری تلے سے چھڑانے والے حسین۔ واہ حسین۔

حُسین کی نظر۔ اِن لہُو کے فواروں سے نور کے دھارے دیکھتے ہیں۔ عباس علمبردار پسرِ علی شیرِ جلی کی پانی بھری مشک ان کے خون سے لت پت اُدھر خیمے میں شور۔ پیاس کا زور۔ ننھا اصغر حسین کا پسر۔ اللہ اللہ۔

بے ہوش مگر با ہوش۔ صبر کا جام نوش۔ حسین کے ہاتھ میں ننھا مجاہد چھ ماہ کا ماہتابِ ہاشمی۔ فیضانِ نبوّت کی ان کھِل کلی۔ واہ حسین تمہاری گلی۔ تقدیر کس طور چلی۔ تقدیر کے پھرانے والے۔ نارِ نمرود سے بچانے والے صفا مردہ کے پھیرے۔ ابراہیم کا بیٹا اسماعیل کو ملے چاہِ زمزم یہاں سیّد الانبیاء کے پھول کی ننھی کلّی ہے مُرجھا چلی۔

اے دشمنانِ حسین اے کوفہ و دمشق کے رؤساء دیکھو ایک بوند پانی کی وجہ سے یہ بچہ جاں بلب ہے۔ تمہیں اس سے دشمنی کب ہے؟
افسوس کہ ان کے سنگ دل تنگ دل۔ ننگ دل۔ اصغر کا گلا ہائے وہ تیر چلا۔ معصوم کا حلق چرا۔ انا اللہ حسین نے پڑھا۔ خونِ اصغر ریش پر ملا۔ اور فرما دیا۔ ؎ آسمان ناراض ہے راضی زمین نہیں
علی اصغر تیرے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

اے میرے اللہ اب تو تیرے حسین کے پلے میں کچھ نہیں رہا دیا سب کچھ دیا لُٹا۔ بتا تیری رضا۔ پالی حسین۔ آفرین حسین لج پال حسین، وقتِ ظہر ہے۔ سب کچھ اسلام کی نذر ہے۔ یہ کون ہے حُسین ہے خیمے میں خون کے آنسو۔ انسانیت کے شہید بدن۔ دل میں غم ہے۔ درد و الم ہے مگر آواز نہیں۔ بس صبر کی تلقین پر ثابت قدم۔ مرد و زن امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ امامِ مسلمین و مومنین الیٰ یوم الدین بیمار۔ لاچار و لیکن جذبہ شہادت میں ہوشیار ہیں ہاتھ میں تلوار ہے۔ اجازت کی دیر ہے ـــــــ الامر فوق الادب ابا حسین اجازت نہیں دیتے۔ بس ان کے دل کو وہی جانیں یا حسین جانیں۔ اللہ جانے کیفیت۔ اللہ اللہ۔

خدا جانے امت آج کس فکر میں ہے امت والوں کے جگر میں تو امت ہی کی فکر ہے

تیار ہوئے حسین۔ اجازت دیتی ہے بہین۔ بے چین کہنے والو صابر رہنا ہے صدائے حسین۔
ذوالجناح چل میدان۔ نکال دل کے ارمان۔ لاتحزن ان اللہ معنا والو۔ دیکھو حسین کو۔ الوداع کیا سبھی آل کو حسین کا گھوڑا۔ آج کیوں ہوا ہے اجوڑا۔ چلتا کیوں نہیں۔ کہے گھوڑا۔
دیکھو حسین میرے قدم پچھلوں میں بیٹھا ہے کون؟۔
سکینہ بی بی حسین کی بیٹی۔ صغرا بی کی بڑی بہین۔ اج دل کہاں سے لائے قرار و چین۔ ان سب پر درود و سلام جن کے بارے میں لکھا ہے یہ کلام۔ امام عالی مقام

کی دلیری۔ ذرا سوچئے تو ایک پانچ چھ گھنٹوں میں اتنے ظلم۔ درد و الم مصائب
کی بارش اور پھر گھوڑے پر سوار اور کرنا جہاد۔

خدا کی قسم لوگ سید الانبیاء کی بشریت میں چھوٹا منہ بڑی بات۔ ہائے
افسوس ان کی بات تو ورار الوریٰ حسین کو دیکھو ان میں کیا چیز ہے۔ جرأت کی بیشک
ان کی بشریت ان کی تھی۔ وہ حوصلے بھی ان کے۔ اللہ اللہ۔

بہر حال آپ نے سر سجدہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ توکل باللہ در
کربلائے معلّٰی۔ جان حسین فدا بر دینِ مصطفیٰؐ بر رضائے خدا۔

اب دیکھئے اُس امام کو جو زینت ہیں عباد اللہ کی۔ جن کا دادا علیؓ اپنا نام بھی
علیؓ۔ سارے جہان کے دُکھ اپنی قسمت بنالی۔ امام زین العابدین۔ اللہ اللہ۔

قافلہ حسین کا چلے۔ راہ میں آیا گرجا۔ رات بسر کرنے کو سرِ حسین رکھا اندر۔
اس گرجے کا پادری۔ نصف شب۔ نور دیکھئے کھڑکی سے تکے۔ خوف سے ہلے۔
آئی واز۔ پردہ کرو۔ پیچھے ہٹو۔ نانا حسین کے ابا حسین کے۔ اماں حسین کی سب نے
حاضری دی پادری کی قسمت جاگی۔ رہنا گواہ حسین۔ میں ہوتا ہوں مسلمان دیکھ کے
تیری انوکھی شان۔

بی بی فضہ خادمہ اہلِ بیعت کی کسی گرجا کے قریب پانی کی خاطر گئی دروازے پر
دیکھا۔ کھڑا پہلے سے ایک آدمی وہاں عرض کرے حکم کرو۔

بی بی فضہ :۔ تو کون ہے۔ یہاں۔

مَیں گرجے کا پادری ہوں۔ سویا تھا۔ خواب میں آئے ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام
فرمایا میں حسین علیہ السلام کی شہادت بارے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
گیا تھا۔ ان کا قافلہ باہر ہے۔ جلدی جا ان کی خدمت بجالا۔ ———————
اللہ اکبر۔

سرداد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین !

فرمان خواجہ غریب نواز خواجہ اجمیریؒ

اس مضمون کے ختم کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ معلوم کیا جائے کہ اُن پاک ہستیوں کے بارے میں ہمارا عقیدہ کس قسم کا ہو کہ ہم کسی وجہ سے بے ادبوں گستاخوں میں نہ لکھے جائیں۔ پس ہم اہل سنت و جماعت سے ہیں اور ہمارے اس مسلک کے آئمہ کرام نے کھول کر بیان کیا ہے۔

احترام و احتیاط نزدِ اہلِ سنت و جماعت

(۱) بوقتِ خلافت حضرتِ صدیقِ اکبر جب مجمع میں پہلی بیعت ہوئی۔ وہاں حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہم موجود نہ تھے۔ وہ اچانک بیعت تھی۔ اگر اعتراض تھا۔ تو بس یہی کہ مشورہ میں حضرت علی کو کیوں نہیں شامل کیا۔ جب اچانک بیعت کا یقین ہو گیا۔ تو حضرت علی راضی ہو گئے۔

کسی مسلمان کو حق نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے

(۲) حضرت عثمان نرم دلِ سخی تھے۔ رقیق القلب تھے۔ لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ بغاوت کی۔ اور جو رقعہ۔ اونٹ مُہر عثمان کی بات ہے۔ وہ ایک جعلی خط تھا۔

مروان کا باپ حکم تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کیا تھا۔ نہ کہ مروان خود تھا۔ ہاں مروان اس زمانے بچہ نابالغ تھا۔ ساتھ چلا گیا اپنے باپ کے۔ وہ اُس سزا سے بَری تھا۔ لہٰذا حضرت عثمان نے اُسے بلا لیا تھا۔

ان لوگوں کی سازش تھی کہ دوبارہ آگئے۔ ورنہ وہ چار صوبوں سے مختلف راستوں پر جانے والے تھے۔ اگر وہ چٹھی حق ہوتی تو وہی مصری لوگ آتے۔ باقی لوگ نہ آتے کہ

ان کے راہ ہی اور اور تھے۔ اور پیغام رسانی کے بھی آج کل جیسے ذرائع نہ تھے۔
اسی وجہ سے خود حضرت علی نے ان سے فرمادیا تھا۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بطور سفارش لایا گیا تھا۔ اور جب قاتلانِ عثمان نے دیکھا کہ صلح ہو رہی ہے۔ تو اپنی جان کی پڑگئی۔ رات اندھیرے لڑائی خود شروع کر دی۔ اور پھر دو طرف سے لڑائی ہو گئی۔ دونوں فریق یہی خیال کرتے تھے کہ مخالف فریق نے پہل کی ہے۔

حضرت امیر معاویہ نے اجتہادی غلطی یہ کی کہ عثمان کا بدلہ ضرور لیا جائے۔ دیر نہ کی جائے کہ صلح حدیبیہ بیعت رضوان میں جب عثمان سفیرِ سید انبیا ہو کر مکہ والوں کے پاس گھر گئے اور شہادت کی افواہ پھیلی تو بدلہ کے لیے بیعت لی گئی جو خصوصی فضائلِ عثمان کا حصہ ہے لیکن موقع کی نزاکت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام جانتے تھے اور یہ حق پر تھے۔ لیکن پھر بھی کسی مسلمان کو خلاف سوچنا منع ہے۔ کہ طرفین میں بہت سے صحابہ کرام اور بھی شامل تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہہ والی شرط کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہہ پورا نہ کر سکے۔ اور قبل ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہہ کی بیعت بھی نہ کی تھی۔ چنانچہ اس بارے میں ایک سچی روایت نقل کی جاتی ہے۔

حضرت امام غزالی محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھا ہے۔ کہ جناب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صدیقِ اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سمیت تشریف فرما تھے۔ میں بھی وہیں بیٹھا تھا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کو حاضر کیا گیا۔
ان دونوں کو ایک مقفل کمرہ میں بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے حضرت

علی رضی اللہ عنہ کو کمرے سے نکلتا دیکھا۔ اور یہ فرمایا۔۔۔۔ قضی لی ورب الکعبہ :۔ میرا ہی حق ثابت ہوا۔ ربِ کعبہ کی قسم ۔ ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نکلے تو یوں کہا غُفِرَ لِی وربِّ الکعبہ :۔ مجھے معافی ہوگئی ربِ کعبہ کی قسم ۔ اور اہل سنت کا مختصر عقیدت نامہ یہ ہے۔

اللہ اکبر خالق مالک ۔ رازق ۔ احد۔ یکتا۔ ازلی۔ ابدی

باقی ۔ باقی ۔ باقی

محمد رسول اللہ محبوبِ ربّ العزۃ۔ مخلوق باعثِ تخلیقِ کل۔ نور۔ روحِ کائنات۔ ازلی نہیں لیکن ابدی ہے۔ اللہ کے خزائن کے قاسم۔ رحمۃ اللعلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کی بشریت تمام کائنات سے جدا۔ بے مثل ہے۔

سب انبیاء کرام کی شان از روئے احترام وایقان۔

لا نفرّق بین اَحَدٍ مِّن رُّسُلِہٖ :۔ ہم اس کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض کے تحت حضور خاتم الانبیاء امام الانبیاء ہیں۔ آپ کی امت آپ کا قرآن پہلے لوگوں اور آسمانی صحائف میں باالترتیب فضیلت پر ہیں۔

بعد الانبیاء مقام صدیق افضل ہے۔ پھر عمرِ فاروق رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین باالترتیب ابوبکر۔ عمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم حضرت علی۔ امام حسن و حسین۔ ابوبکر صدیق طریقت۔ تصوّف میں ساری امت کے امام ہیں۔

طریقت میں بارہ امام۔ غوثِ اعظم اور امام ربانی مجدد الف ثانی شریعت میں فقہ میں امام ابوحنیفہ امام مالک ۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور تمام محدثین۔ مفکرین۔ مفسرین اہل سنت حق ہیں۔ کیونکہ فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے ہے۔

ترجمہ:۔ یعنی بنی اسرائیل بہتر ملت و مذاہب میں متفرق ہو گئے۔ اور میری امت تہتر ملت و مذاہب پر متفرق ہو گئی۔ ان میں سے ایک کے سوا باقی سب دوزخی ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ وہ کونسی جماعت ہے۔ فرمایا وہ کہ میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ (مشکواۃ شریف)

اہل سنت طریقہ صلی اللہ علیہ وسلم والے وجماعت اور جماعت اصحاب رسول والے۔

❖

باب ۸ ہشتم

طریقت و شریعت والفقہ و سنّت

:- طریقت و شریعت

:- آئمہ اربعہ فقہ

امام احمدؒ - امام مالکؒ - امام شافعیؒ - امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہم

:- تین پسندیدہ باتوں پر مشتمل ایک طویل حدیث۔

:- قرآن مجید - حدیث شریف - سنت و فقہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :- ترجمہ :- پس کیوں نہ ہو کہ ان کے

ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْ میں

فقہ کے الفاظ آ گئے۔ پس فقہ کا جاننا ضروری ہو گیا۔

دوسری دلیل :- فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ۔

ایک امام فقہ۔ شیطان پر سخت اور بھاری ہے ہزار عابد سے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ اہلِ سنت کا مذہب رکھتے ہیں اور سب

امام ابو حنیفہ۔ احمد شافعی یا امام مالک کے مسلک پر عامل ہوتے ہیں۔ اب میں اس

مضمون کو بفضل خدا تعالیٰ بہ توفیق عزوجل طریقت و شریعت کے بیان سے شروع کرتا ہوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کام تھے۔ تبلیغِ اسلام دعوتِ حق مطابق حکم

ربّ العزۃ داعی اِلَی اللہِ بِاِذْنِہٖ ۔

اور دوسرا کام جو لوگ داخلِ اسلام اصحابِ رسول کا مقام حاصل کر لیتے ان

کی اصلاحِ قلب و نظر تذکیۂ نفس مطابق ارشادِ الٰہ العٰلمین وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ

الکتاب تھا۔

بعد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلّم کے اشاعتِ دین

اور دعوتِ حق جہاد کا کام اطراف و جوانب ساری دنیا میں خلفائے راشدین کے ذریعہ

انجام پاتا رہا۔ متعلمینِ نبوّت مقام صحابیّت کی جماعت کا زمانہ گذر گیا۔ اور

اختلافات طبیعت و مزاج مسلمین اور اختلافِ زبان و فہم کی بنا پر یہ کام دو

حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

وہ لوگ جو قرآن و حدیث اور مسائل شرح محمدی کے جمع کرنے میں لگے وہ

علمائے حق ائمہ برحق۔ علمائے ظاہر شریعت کہلائے۔ ان کی اپنی سیرت و کردار

ظاہر و باطن ہر دو طریق سے اُسوہ محمدی اور طریقہ صحابہ کے عین مطابق رہنمائی کے عین لائق تھی۔ صحاح ستہ۔ امام بخاری و داؤد ابن ماجہ۔ ترمزی شریف وغیرہ ان میں پیش پیش ہیں۔ اور پھر آئمہ اربعہ اہلِ سنت و جماعت جن کا ذکر ہو چکا ہے سر فہرست ہیں قرآن مجید اور حدیث شریف کے بعد خیر الامت کے آئمہ سے جو اقوال شریعت محمدی کا حصّہ ہو گئے اس کا نام فقہ رکھا گیا۔

محاسبہ نفس اور پرورشِ قلب و نظر اور روحانیت کا نام تصوّف رکھا گیا۔ اور ان کے اساتذہ کرام صوفی۔ ولی اللہ کہلائے۔

اور اس کام کے اولین امام حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر ان کی اولاد میں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور امام حسن و حسین علیہم اسلام کی نسل میں ہوئی اُن میں یہ نسبت چلتی رہی۔ اور وہی نسبت حضرت شیخ عبد القادر حسنی و حسینی سیّدِ گیلانی امام الاولیاء غوثِ اعظم کو نصیب ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت فاطمہ اور حسن و حسین کی نسل نور سے چلی اور آپ نے اپنے اس خاندان کا نام قریش۔ ہاشمی۔ مطلبی سے بدل کر سیّد رکھ دیا۔

اور ان میں بارہ اشخاص روحانیت و طریقت کے امام ہوئے جن کے نام حسب ذیل مندرج ہیں۔

حضرت علی ولایتِ محمدی کے بادشاہ ہوئے ہیں۔ ان کا قدم شریف قطبِ مدار کے سر پر ہے۔ قطبِ مدار کے ساتھ کام کرنے والی جماعت قطب و ابدال ہیں۔ باطنی ہمّت و تصرّف فرمانے والے ہوتے ہیں۔

حضرت علی علیہ اسلام کے بعد امام حسنین علیہم اسلام اس بارے سیّد اور امام ہوئے پھر بتدریج یہ سلسلہ بیعت و خلافتِ ولایت محمدی حضرت امام

زین العابدین امام محمد باقر۔ امام جعفر صادق۔ امام موسیٰ کاظم۔ حضرت امام موسیٰ رضا۔ امام محمد تقی امام محمد نقی اور امام حسن عسکری تک پہنچا۔ اور ان سے یہ فیض غوثِ اعظم جو امامِ حسن کی اولاد سے ہیں ان کے سپرد ہو گیا۔

جس طرح تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے ہیں۔ اسی طرح تمام امامِ طریقت جن کی تعداد بارہ لکھی گئی امام حسین علیہ السلام کی اولاد ہوئے۔ بارہویں امام حضرت محمد مہدی آخر زمان جو قریب قیامت تشریف لادیں گے۔ ان کے سوا تمام اولیاء اللہ حضرت غوثِ اعظم سے فیض یاب ہیں۔ اور ہوں گے۔

جس طرح حضرت اسماعیل کی اولاد سے صرف سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ہوئے ہیں اسی طرح حضرت امام حسن کی اولاد سے غوثِ اعظم بغداد شریف سید اولیاء امام الاولیا ہوئے ہیں۔ ~

غوثِ اعظم درمیان اولیاء ۔ چوں محمد درمیانِ انبیاء

حضرت مجدد الف ثانی سرہند شریف والے غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نائب ہیں۔ اور فیضانِ طریقت تمام عالم میں پہنچانے کے لیے آپ کے معاونِ خاص ہیں۔

تمام سلسلے قادری۔ نقش بندی۔ چشتی۔ سہروردیہ وغیرہ اہل سنت کے طریقے ہیں۔ اور سب آئمہ اربعہ ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ شافعی اور احمد حنبل رحمتہ اللہ کے طریقہ پر عمل پیرا ہیں۔ اور یہی ناجیہ جماعت ہے۔

آئمہؒ اربعہ فقہ محمدی کا عقیدہ: اہلِ سنت وجماعت کے عقیدہ میں تقلید آئمہ کا خاص عقیدہ شامل ہے۔

وجہ ظاہر ہے کہ اسلام تمام اہلِ دنیا کے لیے تاقیامت ایک ہی دین ہے۔

اور شارع اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ اور انبیاء کے امام اور خاتم ہونے کی وجہ سے نبوّت کو امامت میں بدل گئے۔ صحابہ کرام خود فیضانِ نبوّت سے مستفیض تھے۔ وہ خود رہنما تھے۔ اور اصحابی کالنجوم کا خطاب رکھتے تھے۔

لیکن بعد میں اسلام گوشہ گوشہ میں پھیل گیا۔ اور ہزار ہا زبانوں کے مسلمان عربی کلام سے ناآشنا تھے۔ اس لیے کچھ لوگ وہ ہوئے جنہوں نے قرآن و حدیث اور سنن و مستحبات کو ترتیب دے کر جمع فرمایا۔ اور کچھ وہ مسائل جو زمانہ نبوّت کے بعد پیدا ہوئے ان کے بارے میں کسی آیت، حدیث یا قولِ خلفائے راشدہ سے استنباط فرما کر ان کا حل ڈھونڈا اور ایسے مسائل کا نام فقہ رکھا۔

چنانچہ تابعین میں اور تبع تابعین میں یہ چار بزرگ ایسے تھے۔ جنہوں نے ذخیرہ علمِ دین میں بہت احتیاط اور حفاظت کا کام کیا۔ ان میں پہلے حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت امامِ اعظم کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب نوشیرواں بادشاہ سے ملتا ہے۔ دوسرے امام مالک تیسرے امام شافعی اور چوتھے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

چونکہ میرا مقصد صرف عقاید بیان کرنا ہے اس لیے میں صرف ان کی سیرت اور بزرگی۔ عقیدت بارے ایک دو باتیں عرض کروں گا

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے ایک دفعہ سنا کہ بہت دور کسی جگہ ایک آدمی رہتا ہے اُس کے پاس ایک حدیث قدسی محفوظ ہے۔ آپ نے بہت لمبا چوڑا سفر کیا۔ اور سخت پیاس، کڑکڑاتی دھوپ اور گھبراہٹ گرد وغبار سے اٹا ہوا بدن تھکاوٹ سے چور اُس آبادی میں پہنچے اور اس کا پتہ معلوم کیا۔

بتایا گیا کہ وہ باہر جنگل گیا ہے۔ ابھی آجائیگا ذرا انتظار فرمایئے لیکن امام صاحب شوقِ علم اور فرمانِ رسول کے سننے کے عشق میں اس کے پیچھے جنگل روانہ ہوگئے۔ دیکھا تو وہ ایک گھوڑے کو توبرہ دکھا دکھا کر اپنی طرف بلا رہا تھا۔ امام صاحب نے سلام دیا۔ وعلیکم السلام کے ساتھ اس نے آپ سے آنے کی وجہ پوچھی۔ تو کہا بیشک میں آپ کو وہ حدیث سناؤں گا۔ چلئے گھر چلیں۔ آپ نے اُس سے پوچھ لیا کہ گھوڑے کو توبرہ دکھا رہے ہو اور اس میں دانہ وغیرہ تو کوئی نہیں بس امام احمد اسوجہ سے واپس لوٹے کہ یہ شخص گھوڑے کو خالی توبرہ کا دھوکہ دینے والا ہے۔ ایسے شخص کا کچھ اعتبار نہیں کہ وہ لوگوں کو دھوکہ نہ دے۔ میں ایسے شخص سے حدیث نہیں سننا چاہتا۔ اللہ اکبر۔

ایک آدمی جب فوت ہوگیا اور وہ خواب میں یا مراقبہ میں کسی دوست کو ملا۔ اور بتایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے صرف اس لیے بخش دیا۔ کہ میں نے ایک دفعہ امام احمد حنبل رحمتہ اللہ کا احترام کیا تھا وہ اس طرح کہ میں وضو کر رہا تھا۔ کہ امام صاحب میرے نیچے جس طرف پانی جا رہا تھا۔ بیٹھ کر وضو فرمانے لگے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا اور ان کے نیچے جا کر بیٹھ کر باقی وضو کیا۔ پس اللہ نے فرمایا تم نے ہمارے ایک بندے احمد کا ادب کیا ہے۔ اسلئے تمہیں بخش دیا۔ اللہ اکبر۔

جب لوگوں نے قرآن مجید کو مخلوق کہا تو آپ نے باوجود سختی کے نہ کہا اور آپ کو اس بارے میں کہ آپ نے اللہ کے کلام کو قدیم کہا اور مخلوق نہ فرمایا آپ کو سزائے موت سولی دی گئی۔ اور شہید کر دیا گیا اللہ اکبر۔ آپ جب شہید ہوجانے والے تھے۔ اُس وقت بھی بے خوف شریعت کے بارے باتیں فرما رہے تھے۔ آخری وقت آپ نے ایک عالم دین سے پوچھا بتایئے موزوں کا مسح کس طرح کیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر۔

(۲) حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ

ایک دفعہ آپ درس حدیث شریف کا دے رہے تھے کہ آپ کی طبیعت میں سخت اضطراب اور پریشانی پیدا ہوگئی مگر آپ نے درس کو مکمل فرمایا جب ایک شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا دیکھو میرا کرتہ اٹھا کر۔ جب کمر سے کرتہ اٹھایا گیا تو ایک بہت موٹا اور بڑا سا بچھو نکلا جس نے بہت سے ڈنگ کئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے احترام حدیث کی خاطر یہ سب تکلیف برداشت کی ہے ——— اللہ اکبر۔

سائل کو مسئلہ بتانے پر اگر حدیث یا قرآن بیان کرنے کی ضرورت ہوتی تو آپ وضو فرما لیتے۔ آپ نے کتاب موطا شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق لکھی۔ کہ حضور نے خواب میں آپ کو بتایا کہ یہ لکھائی آپ کی از حد پسند رسول ہے۔

لطیفہ: حضرت امام احمد اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہم جامع مسجد میں یک جا تشریف فرما تھے۔ کہ ایک شخص آیا وضو کیا اور نماز پڑھنے لگا۔ امام احمد نے فرمایا یہ شخص مجھے لوہار معلوم ہوتا ہے۔ امام شافعی فرمانے لگے یہ بڑھئی ہوگا۔

پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پچھلے سال وہ لوہے کا کام کرتا تھا۔ اور اب لکڑی کا۔

(۳) حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ

دہریوں نے زور پکڑا۔ مناظرہ کے لیے لوگ جمع ہوگئے۔ امام شافعی جو اسوقت ابھی متعلم تھے۔ اور عمر بھی لڑکپن تھی۔ بے دھڑک بڑے پادری صاحب سے فرمایا ———

جس نے مناظرہ کرنا ہو وہ یہاں آجائے۔ یہ کہہ کر مصلیٰ دریا میں ڈال کر

اوپر بیٹھ گئے۔

جب شاہِ روم نے سنا۔ کہ سب پادری ایک طالب علم امام شافعی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو کہنے لگا۔ شکر ہے کہ وہ طالب علم یہاں روم میں نہیں آیا۔ ورنہ سارا روم ہی مسلمان ہو جاتا۔ اللہ اکبر۔

(۴) حضرت امام ابو حنیفہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ

اہل سنت کا ایک بہت بڑا گروہ آپ کی تقلید کرتا ہے۔

آپ شروع میں تین سو رکعات اور پھر سو رکعات نوافل رات بھر پڑھتے تھے۔ چالیس برس عشا کے وضو سے نمازِ فجر پڑھی۔ اپنی قبر انور والی جگہ پر پہلے سات ہزار قرآن شریف کے ختم پڑھے پھر فرمایا یہاں میری قبر بنانا۔

روضۂ رسول صلی پر حاضری دی اور سلام عرض کیا اسلام علیک یا سید المرسلین۔

روضۂ نبوت کی قبر انور سے جواب آیا وعلیک اسلام یا امام المسلمین۔

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ ہر رمضان شریف میں باسٹھ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

آپ کے چالیس ہزار اساتذہ تھے۔ جن سے قرآن و حدیث سن کر ذخیرہ علم اکٹھا فرمایا۔ آپ نے نو سو ننانویں ۹۹۹ کتابیں اسلامی لکھیں۔ ایک کم ہزار کتاب کم از کم بارہ لاکھ نوے ہزار مسائل تحریر فرمائے۔ اللہ اکبر۔

حضرت بوعلی بن عثمان جلالی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں مدینہ طیبہ کی زیارت فرمائی۔ فرماتے ہیں میں باب بنی شیبہ کے پاس کھڑا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ اور بغل میں ایک بزرگ کو لیے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا ابو حنیفہ امام المسلمین ہے۔

امام صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے حصے اکٹھے فرماتے ہیں۔ جب تعبیر پوچھی گئی تو تعبیر بتانے والوں نے فرمایا۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جمع فرما کر دین کی خاص خدمت کر کے نبی علیہ اسلام کو خوش کرو گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین اور پھر فقہ کے ان چار اماموں کی شان میں العلماء ورثۃ الانبیاء کا شوقِ اطاعتِ رسول کے عنوان سے بیان کرتا ہوں۔

تین پسندیدہ باتوں والی حدیثِ قدسی

ایک دفعہ مسجد نبوی میں حضور تشریف فرما تھے۔ ابا بکر و عمر اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہ و رضو عنہ پاس بیٹھے تھے حضور علیہ اسلام نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں۔ اور بتایا کہ وہ یہ ہیں پھر ابو بکر صدیق نے بھی حضور کی تابع میں تین اپنی پسند کی اشیا بتائیں اور پھر حضرت عثمان نے اور حضرت علی نے بھی تین تین چیزوں کا ذکر کیا اتنے میں جبریل علیہ اسلام تشریف لے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے پوچھئے چنانچہ انہوں نے اپنی پسند کی تین باتیں سنائیں۔ پھر فرمایا پوچھئے اللہ عزوجل کو اپنے بندوں کی کون سی تین باتیں پسند ہیں۔ اللہ اکبر۔

یہ حدیث پاک جب آئمہ اربعہ کو پہنچی تو انہوں نے بھی اپنی اپنی پسند کی تین تین چیزیں بیان کیں۔ لیجئے سنئے اور سرور حاصل کیجئے۔

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنیاکم ثلاثٌ اَلطِّیبُ. وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ:

تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے پسندیدہ ہیں۔ (۱) خوشبو۔ (۲) منکوحہ عورتیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا اور مجھے

بھی دنیا کی تین چیزیں بہت پسند ہیں۔

ترجمہ:۔(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے رہنا۔(۲) رسول اللہ پر اپنا مال خرچ کرنا۔(۳) اور یہ بات کہ میری بیٹی (عائشہ) رسول اللہ کے نکاح میں آجائے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم۔

اب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا اے صدیق آپ نے سچ فرمایا اور دنیا کی تین چیزیں مجھے بھی پسند ہیں۔

ترجمہ:۔ اچھی بات کا حکم دینا۔ بُری بات سے روکنا۔ پُرانا کپڑا۔

حضرت عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ عنہہ نے عرض کیا اے فاروق اعظم آپ نے سچ فرمایا۔ مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں۔

ترجمہ:۔ بھوکوں کو کھانا کھلا کر اُن کا پیٹ بھرنا ننگوں کو کپڑے پہنانا۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہہ نے عرض کیا اے عثمان آپ نے بھی سچ فرمایا۔ اور مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں۔

ترجمہ:۔ مہمان کی خدمت کرنا۔ گرمیوں میں روزہ رکھنا۔ تلوار سے جہاد کرنا

اتنے میں جبریل امین علیہ اسلام بھی آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے یارسول اللہ آپ کی یہ گفتگو سن کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ آپ مجھ سے دریافت فرمائیں۔ کہ اگر میں جبریل اہل دنیا سے ہوتا تو مجھے کونسی تین چیزیں پسند ہوتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا تم بھی بتاؤ کہ اگر تم اہل دنیا سے ہوتے تو کونسی تین چیزیں پسند ہوتیں۔ جبریل علیہ اسلام بولے۔

ترجمہ:۔ گمراہوں کو راہ بتانا۔ اللہ کے عبادت گذار غریب بندوں سے محبت کرنا۔ تنگدست عیالداروں کی مدد کرنا۔

ترجمہ :۔ اور کہا جبریل نے کہ اللہ تعالےٰ کو بھی اپنے بندوں کی تین خصلتیں پسند ہیں۔

(۱) ہمت طاقت کا خرچ کرنا۔ شرم وندامت کے وقت رونا۔ فاقہ کے وقت صبر کرنا (بندوں کی تین یہ باتیں اللہ عزوجل کو پسند ہیں۔

ترجمہ :۔ نزہتہ المجالس کتاب میں علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمتہ اللہ نے فرمایا۔ جب یہ حدیث آئمہ اربعہ تک پہنچی تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا اور مجھے دنیا کی یہ تین چیزیں پسند ہیں ۔ ابوحنیفہ

علم حاصل کرنا ساری ساری رات جاگ کر۔ تکبر غرور چھوڑ دینا اور دنیا کی محبت سے خالی دل ۔

اور حضرت امام مالکؒ نے فرمایا مجھے بھی تین چیزیں دنیا کی پسند ہیں۔

(۱) سبز گنبد روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وجوار میں رہنا۔ (۲) قبر انور کے ساتھ لگنا۔ (۳) اہل بیعت رسول کی تعظیم کرنا۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ وقال الامام الشافعی رضی اللہ عنہ

(۱) مخلوق کے ساتھ لطف کرم سے پیش آنا۔ تکلفات چھوڑنا۔ تصوف کی راہ چلنا۔

امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں ۔

(۱) ارشادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ۔ (۲) آپ کے انوار سے برکت حاصل کرنا (۳) آپ کے نقشِ قدم پر چلنا۔ از نزہتہ المجالس

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان سلف کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید حضور علیہ اسلام کے فرمان حدیث پاک اور سنت وفقہ کا مسئلہ بیان ہو ۔

قرآن مجید۔ حدیث۔ سنت اور فقہ

(۱) **قرآن مجید**:۔ اللہ تعالیٰ کے وہ احکام جو بذریعہ جبرئیل علیہ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔ اور وہ اسی طرح حضور نے بیان فرمائے۔ وہ اللہ کا قرآن ہے۔

قرآن مجید لوحِ محفوظ پر یکبارگی نازل ہُوا۔ لیکن زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نزول متفرق طور پر ضرورت کے مطابق ۲۳ برس میں ہُوا۔

لوحِ محفوظ پر اس کی ترتیب یہی ہے۔ جو ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن نزول کے اعتبار سے یہ ترتیب نہ تھی۔ جیسے سب سے پہلے اقراء سورۃ کی آیات جو تیسویں پارہ میں ہے اتری اور سب سے آخر الیوم اکملت والی آیت اتری۔

(۲) **حدیث شریف**:۔ کا مطلب ہے کہ حضور علیہ اسلام کا وہ کلام جو من جانب اللہ تھا لیکن مطلب اور مضمون اللہ کا تھا اور الفاظ و عبارت حضور علیہ اسلام کی اپنی تھی۔ قرآن مجید کا مطلب اور الفاظ دونوں من جانب اللہ تھے۔

اکثر احادیث تفسیر کلام اللہ ہیں۔ اور بعض دوسرے احکام۔

اطیع اللہ و اطیع الرسول۔ جو احکام صرف حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ ان پر بھی عمل فرض ہُوا۔ من یُطع الرسول فقد اطاع اللہ

(۳) **سنت**:۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا اسوۂ حسنہ حضور علیہ اسلام نے اپنایا ہے اسی طرح حضور علیہ اسلام کا طریقہ ہمارے لیے ایک نمونہ اور مثال ہے۔ آپ کی تمام سنتوں پر عمل ہو سکتا ہے لیکن تمام حدیثوں پر عمل ناممکن ہے اسی وجہ سے اہل سنت ہونا حق ہے۔

اور آپ نے اپنی سنت کے ساتھ صحابہ کرام کی سنت پر بھی عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے کہ ایسے مسائل جو حضور علیہ اسلام کے بعد درپیش آئے۔ اور ان کا

حل صحابہ کرام نے فرمایا وہ بھی ہمارے لئے سنت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علیکم بسُنّتی و سنتِ خلفائے راشدین۔

(۴) **فقہ :۔** ایسے مسائل جو حضور علیہ اسلام اور خلفائے راشدین کے بعد حل کئے گئے ان کا نام علمائے حق ورثتہ الانبیاء نے فقہ رکھ دیا۔

اور ایسے علمائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید۔ سنت و احادیث نبوی اور طریقہ خلفائے راشدین کو اپنایا۔ اور قلم بند فرمایا۔

اس طرح اللہ کے دین اور قرآن مجید کی حفاظت ہوتی آئی۔ اور تا قیامت حفاظت من اللہ ہوتی رہے گی۔

جب بھی کوئی علمائے سُوء سے ظاہر ہو گا۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ علمائے حق اور اولیائے برحق میں سے کسی کو مقرر فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ ادب اور احترام اور محبت اور شوق کے جذبات سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

ترجمہ :۔ یہ کتاب نازل کی گئی برکت والی مبارک پیروی کرو اس کے احکام کی بچو نافرمانی سے تاکہ رحم کئے جاؤ۔

فرما دو بیشک میں اپنے رب کی سیدھی راہ کی طرف بلاتا ہوں۔ ابراہیم حنیف دین والے کی طرف۔ جنہوں نے جدا راہ نکالیں اور ہو گئے شیعہ (گروہ در گروہ) اے محبوب تمہیں ان سے کچھ تعلق نہیں۔

انما امرہم الی اللہ :۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ پھر انہیں بتا دے گا کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

نوٹ :۔ امام ابو حنیفہ رض امام اعظم رح کے طریقہ کی نسبت ملتِ ابراہیمی کے عین مطابق ہے۔

اور حضرت امام حنیفہ رح نوشیروان عادل کی اولاد تھے، نہ کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں اور آپ کپڑے کے تاجر تھے۔ اکلِ حلال کی وجہ سے آپ نے پیشہ اختیار فرمایا تھا۔

باب نہم

ہدیۂ عقیدت آئمہ طریقت

- بے اندیش و بے غم لوگ
- اسلام کے وارث
- علم و عمل
- توبہ ۔ حکایت
- نیّت
- موتُو قبل ان تموتُو
- شکر و صبر
- محبت اہلِ بیت
- فقر
- ایثار و قربانی
- تبلیغ اسلام
- تعلق دنیا سے اور لاتعلق۔

اَولیائے ربانی کی خدمت میں ہدیہ عقیدت

بے اندیشہ اور بے غم لوگ

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط

ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اُتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے۔ تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اُسے کوئی اندیشہ نہیں نہ غم۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

خبردار! بیشک اللہ کے ولی ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی غم ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو سچے اللہ کے حکم کو مان گئے اور محبت سے ماننے والے ہوئے۔ اور دوستانہ طریق پر کمال شوق کا اظہار کرنے والے ہوں گے وہ سوائے اللہ کے کسی دکھ مصیبت اور تکلیف کے وارد ہونے کے باوجود بے خوف اور بے غم ہونگے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ اسلام کفّار میں اکیلے ساڑھے نوسو برس اللہ کا پیغام سناتے رہے اور کفّار کے سامنے بے خوف رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے بتوں کے توڑنے پر اور نارِ نمرود میں کود جانے پر بھی بے خوفی اور بے غمی کا اظہار فرمایا۔ اور حضرت ابراہیم کے بیٹے اسماعیل علیہ اسلام نے اور ان کی والدہ نے جدائی۔ جلاوطنی۔ جنگل میں رہائش اور جان کی قربانی دینے پر کچھ اظہارِ غم نہ فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے فرعونی طاقت کی بالکل پرواہ نہ فرمائی۔ اور برابر ان پر عذاب لاتے رہے اور ڈانٹتے رہے اور آخر اللہ عزوجل نے ان کو لقمہ نیل کر کے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی فتح دکھادی۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے اپنی والدہ کی عصمت۔ اپنی نبوت کا اعلان چند گھنٹوں منٹوں کی عمرِ ناپائدار میں ہی پہلے دن اعلان کر دیا۔

سرکارِ دو عالم نے کفارِ مکہ کے سامنے فرما دیا کہ اگر یہ لوگ سورج اور چاند بھی میرے ہاتھ پر لاکر رکھ دیں تو میں اپنے فریضۂ تبلیغ سے ذرا بھر بھی پس و پیش نہ کروں گا۔

یہ تو انبیا تھے۔ ان جادو گروں کا خیال کیجئے جو حضرت موسیٰ کے مقابل تھے مگر نظرِ نبوت میں رنگے گئے اور صحابی کا درجہ پاکر پھر بے پرواہ ہو کر ظلم فرعونی کا نشانہ بن کر شہادت پا گئے۔ اور وہ بے غم تھے۔ یہی حال آسیہ زوجۂ فرعون کا تھا کہ وہ خدمتِ نبی سے درجہ اعلیٰ پر فائز ہو گئیں۔

حضرت صدیقِ اکبر نے ہزار ہا خطرات کی پرواہ نہ فرمائی اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ کا مقام حاصل کر لیا۔ اللہ اکبر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا عجیب حال تھا۔ حضرت بلال وصہیب اور تمام ایذا پانے والے اصحاب آلِ یاسر والے اور تمام کا حال کیسا تھا۔

انہوں نے اسلام کی خاطر مال۔ جان کس طرح خرچ کئے اور جنگ وجدالِ کفار سے بے خوف شہادت کا درجہ پانے کے لیے میدانِ جہاد میں کس شوق سے جاتے تھے ——— اللہ اکبر۔

حضرت امام حسین علیہ اسلام نے جب دیکھا کہ وہ پودا اسلام کے دین کا جو ان کے نانا نے لگایا تھا اور جسے خلفائے راشدین میں بڑی محبت اور احتیاط سے محفوظ کیا گیا اور اس کی غذا اور حفاظت کا انتظام کیا تھا۔ وہی پودا یزیدیت کی بے رحمی اور ظلم وستم کے ہاتھوں کٹ جانے اور سوکھ جانے کے خطرہ سے دوچار ہے تو آپ نے اس کو اپنی دل کی کیاری میں جگہ دے کر اپنی چاروں طرف اپنی

اولادِ ساداتِ رسول کو سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑا کر لیا اور مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کربل میں تشریف فرما ہو کر ایسا محفوظ کیا کہ رہتی دنیا تک آپ کی یاد منائی جائے گی ۔ اللہ اکبر ۔

بے شک یہی لوگ تھے جن کے بارے میں اعلان ہوا۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء صاحبِ علم لوگ انبیاء کے وارث ہوں گے

شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ اسلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ اسلام تک اور آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک سبھی کا دین اسلام تھا۔ اور بعد الانبیاء اسلام کے وارث کون ہیں ۔

اسلام کے وارث

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ بیشک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے۔ جو ان کے پیرو ہوئے ۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والے اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے ۔

اور دوسری جگہ فرمایا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ۔ محمد اللہ کے رسول اور جو لوگ ان کے ساتھی ۔ یا الضرور صحابہ کرام ہی ان کے ساتھی ہیں ۔ اور ساتھیوں میں خصوصاً ابوبکر صدیق ہیں۔ کہ قرآنِ مجید نے اعلان کر دیا۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اور بیشک نماز میں ساتھی ابوبکر تھے ۔ اور لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا سے ظاہر ہے کہ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ میں اولین فردِ اول پہلے مومن ابوبکر ہیں۔

اور ابوبکر صدیق ہی وہ ہیں جو بعد الانبیاء بے غم اور بے اندیش لوگوں میں سرِ فہرست ہیں۔ اور آپ کے ساتھی حضرت عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین ان لوگوں کے پہلے رہنما اور مثال ہیں۔

حضور کا یہ فرمانا کہ جو میرا یا میرے اصحاب کا پیرو کار ہو وہ یہی صاحبانِ امر ہیں ۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ گو محمد بن قاسم فاتح سندھ اور سلطان محمود غزنوی وغیرہ ہندوستان میں اور بّرصغیر میں اسلام لانے والے ہیں ۔ مگر وہ فوج والے تھے ۔ ان کے مقابل حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جن کو بڑے بڑے جابروں اسلام سے نا آشنا لوگوں سے واسطہ پڑا ۔ سلہٹ کے شاہ جلال ایسے بزرگانِ دین تھے جنہوں نے دلوں کو اپنی نظروں سے تسخیر فرمایا ———— اللہ اکبر

حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک مسلم و بخاری شریف میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بدین الفاظ تحریر ہے ۔ اِلَّا اَنَّهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فِيْ شَانِهِمْ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ ۔

ترجمہ :- کیونکہ یہ لوگ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں اور اس کے قرب میں بیٹھنے والے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی فاکر قوم ہے مبارک ہے ۔ اور ان کے پاس بیٹھنے والا شخص بد بخت نہیں ہے ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان فقراء و مساکین مسلمانوں کی طفیل کفار کو شکست دینے کی دعا فرمایا کرتے ۔ اور اکثر پراگندہ غریب و نادار فقراء گوڈری پوش لوگوں کے بارے فرمایا ۔ ان لوگوں کو عامتہ المسلمین عام لوگ اپنے دروازوں سے دور کر دیتے ہیں ۔ (یعنی بے سمجھی سے)

اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور پوری کرتا ہے ان لوگوں کی پہچان کس طرح ہوتی ہے ؟

اِذا رُءُوا ذُکِرَ اللّٰہُ سُبحانَہٗ: ان کی زیارت سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔ پاک ذات ہے اس اللہ کی۔

بِہِم یُمطَرُونَ وَبِہِم یُرزَقُون: ان کے وسیلہ سے اللہ تعالےٰ بارش اور رزق پہنچاتا ہے۔

چونکہ اولیاء اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور نبی پاک کا جو معجزہ ہوتا ہے وہی اولیاء اللہ کی کرامت ہے۔ اِسی وجہ سے معجزہ و کرامت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

معجزہ و کرامت: نبی و رسول پیغمبر علیہم السلام سے ایسی باتیں یا ایسے کام جو ظاہر ہوئے۔ جو عام قانونِ خداوندی اور فطرت کے خلاف نظر آئے۔ اور ان سے کوئی قوتِ غیبی یا اُن کے خصوصی اختیار کا پتہ چلے وہ معجزہ ہوتا ہے۔

اور یہی چیز اگر کسی غیر نبی و رسول کسی خدا والے نیک بندہ سے ظاہر ہو تو اس کا نام کرامت ہوتا ہے اور یہ کرامت اصل میں نبیٔ وقت کا معجزہ ہوتا ہے کہ نبی کے فیض سے اس بندہ سے یہ فیضان ظاہر ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جتنی بھی کرامتیں خاصانِ امت سے ظاہر ہوئی یا ہوں گی یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اپنے بندوں کو اپنی طرف سے ویزکیہم اور ویعلمہ الکتاب کا فیض پہنچا رہے ہیں۔

اب چند ایک بطور نمونہ اور کتاب کے مضمون ہٰذا کی تکمیل میں اولیاء اللہ کی کرامات لکھی جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت بریلوی نے ارشاد فرمایا ہے۔ ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع ۔ جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رمضان المبارک ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ
میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب حضرت ابو صالح ہمیشہ جہاد فرماتے رہے اس
لیے ابو صالح جنگی کہلاتے ہیں۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔ فرمایا کرتے تھے جب میں چھوٹی
عمر میں پڑھا کرتا تھا تو میرے ساتھ فرشتے ہوتے تھے۔ میں ان کی آواز سنا کرتا کہ
اے لڑکو اٹھ جاؤ۔ ہٹ جاؤ اللہ کے ولی کو جگہ دو۔ اور جگہ خالی کر دو جب آپ
کھیلنے جاتے تو آواز آتی اِلَیَّ یا مبارک اے برکت والے میری طرف آ۔ یہ
قدرتِ الٰہی کی آواز ہوتی تھی۔

مجذوب فقراء اور ولی اللہ میں سے بہلول دانا بزرگ کا ایک واقعہ۔

بادشاہ شکار کو نکلا قبرستان کے پاس آپ بہلول دانا رحمتہ اللہ بیٹھے تھے
بادشاہ نے کہا: سائیں جی آپ شہر چلیں یہاں بہت سردی ہے۔ ٹھنڈی ہوا اور
بارش کا خطرہ ہے۔ چلو شہر چلیں۔

بہلول دانا نے فرمایا۔ سب شہر یہیں آ رہا ہے اور آ جائے گا۔ اللہ اکبر
مطلب یہ کہ لوگ جب فوت ہو جاتے ہیں تو قبرستان میں دفن ہوتے ہیں۔
آپ نے موت یاد دلائی کہ مرنے پر سب اسی جگہ دفن ہوتے ہیں۔ اور فرمایا بارش
آندھی۔ گرمی۔ سردی سب ہماری ہی مرضی سے آتی ہے۔ اور جو چیز آپ خواہش کے
ساتھ حاصل کی جائے اس کے نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ بادشاہ۔ وہ کیسے
بہلول دانا۔ مُوتُوْ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْ پر ہم نے عمل کیا ہے۔ جس طرح مردے پر
ان کا کچھ اثر نہیں۔ ہمیں بھی کوئی فکر اندیشہ نہیں۔
ہم نے الست بربکم کے جواب میں بلٰی عرض کیا ہوا ہے۔ اور یہ وعدہ کیا ہے
کہ مولا جو تیری رضا ہوگی وہی ہماری رضا ہوگی۔
اب اللہ تعالےٰ اپنی رضا سے مینہ۔ آندھی۔ سردی گرمی۔ غریبی امیری فقیری لاتا

ہے تو ہم اسی پر خوش ہیں۔

ایک مست حال درویش مٹی کے گھر اور حویلیاں بنا رہا تھا۔ بادشاہ گزرا۔ پوچھنے لگا سائیں جی یہ کیا؟

فقیر نے آواز دی اور اونچی آواز سے اعلان کیا۔ آؤ بھئی بہشت لے لو۔ بہشت یہ جنت کے مکان بنا رہا ہوں۔

بادشاہ دیوانہ سمجھ کر آگے گذر گیا۔

اس کی بیگم نے جب لوگوں سے اُس فقیر کا حال سنا تو ایک ملازمہ کو ساتھ لیا اور پہنچ گئی۔ اور صرف پانچ روپے نیاز دے کر دُعا خیر منگوا لی۔

رات خواب میں وہی بادشاہ کیا دیکھتا ہے کہ وُہ ایک پُر بہار رونق افروز آبادی میں ہے اور پوچھنے پر معلوم ہُوا کہ یہ جنت ہے۔ اللہ اکبر

وہ ایک گلی میں چلنے لگا۔ سامنے جو دیکھا تو ایک محل کے بیرونی دروازہ پر لکھا تھا کہ یہ اُس بادشاہ کی بیگم کا گھر ہے اور وُہ بیگم بیشک اُسی کی تھی۔

بادشاہ نے اپنا ہی گھر سمجھ کر اندر داخل ہونے لگا تو دربان نے روک دیا بادشاہ نے کہا یہ میری بیگم کا گھر ہے اور اس لیے میرا گھر ہے۔

دربان نے کہا جناب آپ نے تو اس مکان کے بیچنے والے کو دیوانہ سمجھتے ہیں۔ سُنا جناب نے ہاں دیوانہ۔

آخری دیوانہ کا لفظ زور سے گونجا تو بادشاہ جاگ گیا۔

ایک ضروری گذارش

اس آخری واقعہ کو پڑھ کر کوئی یہ نہ کہے کہ یہ غلط ہے۔ اور ایسے ہزاروں فقیر دھوکا دیتے دیکھے ہیں۔ جو عورتوں کو لے بھاگتے ہیں۔

بھئی یہ بات آج کل کی نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ کی ہے

اس وقت ایسے فساد بھرا زمانہ نہ تھا۔ بے شک آج کل غلط کار لوگ بھی ہیں جو دھوکہ دے کر اللہ والوں کا نام بدنام کرتے ہیں۔ بہر حال واقعہ درست ہے اور معتبر کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔

اولیاء اللہ بے علم نہیں ہوتے بلکہ صاحبِ علم اور حال والے ہوتے ہیں۔ علم کا معنی جاننا اور معلوم کرنا ہے۔ اور معلوم ہونے پر اس پر عمل کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ایمان علم کا نام ہے۔ اور پھر ایمان کے اصول کے مطابق عمل کرنا شریعت محمدی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ــــــ

(۱) علم اور عمل :۔ یا ایہا الذین آمنو وعملوا الصّٰلحٰت :۔ اے لوگو ایمان لاؤ اور عمل بھی کرو۔ ایمان یقین۔ تسلیم و رضا کا نام ہے اور یہی علم ہے۔ پھر اس کے درجے ہیں علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔

آقائی و مولائی حضرت سیّد نور الحسن شاہ صاحب حضرت کیلیانوالہ شریف نے اپنی کتاب رُشد و ہدایت الانسان فی القرآن میں عالِم اور عارف کی مثال بیان فرمائی۔ کہ ایک شخص کو بتایا گیا۔ سمجھایا گیا کہ اس طرح گول۔ یہ رنگ ہے۔ اور اس کا نام ہے سنگترہ۔ پھر کہا گیا جاؤ بازار سے سنگترہ خرید لاؤ۔

وہ شخص بازار پہنچا تو اس نے سنگتروں اور مالٹوں کے انبار لگے دیکھے۔ اب اُس نے اپنے علم سے سوچا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بجائے سنگترہ کے مالٹا خریدے۔ بشرطیکہ وہ دوبارہ نہ پوچھے۔ اس کا نام ہے علم اور عالِم کہ عالِم کا علم اتنے تک مفاد نہیں بخشتا جب تلک وہ عمل کے میدان میں کسی سے مشاہدہ کا سبق حاصل نہ کرے۔

اور اس کے مقابل دوسرا شخص ہے جو ان پڑھ ہے اسے زبانی کچھ نہیں سمجھایا بتایا صرف سنگترہ دکھا دیا اور کہا جاؤ اسی قسم کا اور سنگترہ لے آؤ۔ وہ بالکل

اُسی قسم کا سنگترہ لائے گا۔ بشرطیکہ وہ اندھا نہ ہو یا دماغ عقل کا کوتاہ نہ ہو۔

اور یہ مثال ہے عارف کی۔

عارف عالم بھی ہو تو سونے پر سوہاگہ ہے۔ ورنہ پھر بھی وہ ایسے عالم سے

بہتر ہو گا جو صرف علم والا ہے اُسے معرفت نہیں۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ میں عام علم ہے۔ ظاہر علم ہے۔ اور اس کے

بعد فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ علم باطن خصوصی عارفانہ علم ہے۔ اور یہی

دونوں علم اولادِ آدم میں منقسم ہیں۔

ویزکیھم سے مراد حضرت آدم علیہ السلام والا مِنْ رَّبِّہٖ کلمات والا علم ہے

اور ویعلمہ الکتاب آدم الاسماء سے متعلق ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ۔ اللہ تعالےٰ

سے صاحبِ علم بندے ہی ڈرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْہٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنَۃِ۔ بغیر علمِ فقہ کے جاننے والا شخص

اُس گدھے کی مثال ہے جو گھراس میں جُتتا ہو یعنی ایسا جانور جو گھراس یا کنوئیں پر

جتتا ہے وہ دن رات چلتا تو رہے گا مگر کچھ سفر نہ کر سکے گا۔ اور اسی طرح عمر گذر گئی

داتا صاحبِ رحمتہ اللہ نے فرمایا ہے علم کے مطابق چلنے سے لوگوں کو آگ

میں قدم رکھنا آسان معلوم ہوتا ہے ایک مسئلہ پر عمل ان کو دوبھر ہے اور دوزخ

پر خیمہ زن ہونا آسان ——— اللہ اکبر

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا کہ بے علم اور جاہل کے سامنے علم کی باتیں

بیان کرنا اُس بے علم شخص کو ایذا اور تکلیف دینا ہے۔

اسی سلسلے میں بھرتری ہری کا مشہور شعر ملاحظہ ہو

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اللہ والوں کا پہلا کام اپنے اور اپنے مریدوں کے لیے توبہ ہے۔

توبہ :- توبہ کے بارے پہلے بہت سے مسائل قلم بند ہو چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ اللہ والے توبہ سے قدم رکھتے ہیں معرفت الٰہی میں مثلاً جب حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ نے غیبی آواز سُنی کہ کہ ثَور۔ ثَور یہ اُس وقت سُنی کہ جب آپ مسجد میں داخل ہونے لگے تو سہواً بایاں پاؤں اندر رکھا۔ ثور کے معنی بیل کے ہیں۔ یعنی بغیر سوچے قدم رکھنا جانوروں کا کام ہے انسان سوچ کر قدم رکھتا ہے۔

ایک بزرگ جو کسی معشوق مجازی عورت کے دروازے پر شام سے کھڑے تھے اور جب صبح کی اذان ہوئی تو سمجھے عشا کی نماز کا وقت ہے لیکن الصلوٰۃ خیر من النوم سے چونکے اور کہا افسوس کہ ساری رات ایک عورت کے دروازے پر گذار دی اور اللہ تعالےٰ کے حضور چار منٹ نماز کے لیے نہ نکالے۔ بس اسی پر توبہ کرلی اور خاص اولیاء اللہ سے ہو گئے ________

اسی طرح جب ایک بادشاہِ وقت نے خواب میں دیکھا کہ چھت پر کوئی چل رہا ہے اور پوچھنے پر کہتا ہے کہ میرے اونٹ گُم ہو گئے۔ تلاش کر رہا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ محل شاہی کی چھت پر اونٹ گم ہو کر کیسے آجاتا ہے کوئی عقل کی بات کہے۔ اور پھر جواب سنا کہ اس نے کہا اگر چھت شاہی پر اونٹ نہیں مل سکتا تو بستر شاہی پر اولیاء اللہ اور معرفت کب مل سکتی ہے۔ بس اسی پر بادشاہ نے بادشاہی کو خیر باد کہا اور جنگل میں جاکر بارگاہِ صمدیت میں مراقب ہو گئے۔ اللہ اکبر۔

پس اللہ والے اپنے طالبوں۔ مریدوں کو بھی بیعت کرتے ہیں۔ سابقہ گناہوں سے توبہ کراتے ہیں۔ اور احتیاط سے آئندہ جرم نہ کرنے کے وعدے لے کر گواہ بن جاتے ہیں۔ اور ایک خاص نسبت سے اس کی پرورش کرتے ہیں کہ وہ آہستہ آہستہ صالحین میں ہو جاتا ہے۔

علم اور توبہ کے بارے ایک نصیحت آموز حکایت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید اور انکی بیگم صاحبہ میں کسی قسم کا جھگڑا ہو گیا اور خلیفہ کو ان کی بیوی نے لفظ "دوزخی" سے تشبیہ دی اور خلیفہ نے فوراً ہی کہہ دیا اگر میں دوزخی ہوں تو تجھے طلاق ہے۔ بعد میں جب دونوں نے غور و فکر کیا تو گھبرا گئے۔ کہ کیا معلوم خلیفہ صاحب جنتی ہیں یا نہیں۔ اور پھر یہ طلاق ہو گی کہ نہیں۔

چنانچہ یہ مسئلہ کئی علمائے کرام کے سامنے پیش کیا گیا مگر کسی نے تسلی بخش کوئی جواب نہ دیا۔

اِسی مجمع میں ایک طالب علم دینی علوم کا حاضر تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا اور کہا اس مسئلہ کا ٹھیک جواب بفضل خدا تعالےٰ میں جانتا ہوں اس آواز پر سب نے توجہ کی اور طالب علم کی جرأت پر حیران تھے۔ آخر اُسے جواب دینے کی اجازت دی گئی۔ وہ لڑکا فوراً بادشاہ کے قریب سٹیج پر آ گیا اور کہا اے بادشاہ سلامت آپ سائل ہیں نیچے آ جائیے۔ اور مجھے صدارت کی کرسی پر بیٹھنے کی اجازت بخشیے۔ کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے کہ میں نیچے کھڑا ہوں اور آپ اونچی جگہ۔

اللہ اکبر ——— لوگ بہت سنجیدہ اور حیران متوجہ تھے اب لڑکے نے بادشاہ سے کہا اچھا بتلائیے کہ آپ نے کوئی ایسا گناہ اور جرم بھی کیا ہے جس سے توبہ کی ہو یا اُس کام سے خدا کے خوف کی وجہ سے رُک گئے ہوں۔

بادشاہ بولا ہاں کیوں نہیں میں نے ایک ایسا موقع پایا جب ایک گناہ کبیرہ کرنے

پر قادر تھا۔ لیکن خوفِ خدا اور اللہ کے حکم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں اُس گناہ سے دُور رہا۔ اور وہ خیال دل سے نکال دیا اب لڑکے نے پوری بلند آواز سے فرمایا مبارک ہو آپ جنتی ہیں۔ اور طلاق نہیں ہوئی

اب مجمع سے آواز آئی بہت خوب کوئی دلیل دیجئے۔ اللہ اکبر

لڑکے نے بلند آواز سے اللہ کے اس فرمان کو پڑھا۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے اور لڑکے کے علم اور عقل کی داد دی — یہ لڑکا کون تھا۔ اللہ اکبر یہ اہل سنت کے ائمہ اربعہ میں سے ایک تھے جن کا نام حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ ہے اور علم بغیر نیت کے درست ہونے کے بے سود ہے

(۲) نیت کے بارے میں عقیدہ یہ رکھنا چاہیئے کہ نیت کا درجہ عمل سے بہتر اور بڑا ہے۔ ارشادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ :ر مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے وجہ ظاہر ہے کہ نیت پہلے ہوتی ہے۔ عمل بعد میں۔ نیت کی ہے مگر وقتِ عمل میسّر نہ ہوا ثواب ہو گیا۔ سارا دن بھوک پیاس میں رہا۔ نہ کھایا نہ پیا کچھ ثواب نہیں۔ اگر نیت روزہ کرلی تو درجہ پا گیا۔ بے ترتیب سارے اعضاء دھوئے تو کیا دھوئے ہاں وضو کی نیت کی اور ترتیب رکھی تو ثواب پا لیا۔

اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ ،ر زبان سے اقرار کرنا دل سے تصدیق کرنا ہاں نیت کی بھی ایک قسم ہے۔ نیک نیتی۔ خدا کے لیے۔ رضا الٰہی کے لیے نیت ہو سخی اور حاجی صاحب۔ غازی جی۔ مولنا صاحب اور صوفی صاحب کہانے کے لیے نہ ہو۔ اسی لیے اللہ رب العزت کا فرمان ہے تمہاری قربانی اور گوشت لہو نہیں دیکھا جاتا بلکہ تمہاری نیت دیکھتا ہوں اور نیت کا دار و مدار ہدایت

پر ہے۔

(۴) ہدایت دنیا اور ہدایت لینا اللہ ہی کی طرف سے مہربانی ہے۔ ہدایت فضلِ رب العزت ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے۔ لیکن یومنون بالغیب کے تحت ہر ہر بشر تلک ہدایت۔ تبلیغ اور نیک ہونے کی تعلیم پہنچانا فرض ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جتنے تیک کچھ نہ کچھ رونقِ اسلام نظر آتی رہی وعظ فرماتے رہے یہاں تک کہ ساڑھے نو سو برس میں کوئی اَسّی کے قریب مسلمان کئے۔ اور جب دیکھا کہ اب ان لوگوں میں ایک رتی کا ہزاروں حصہ بھی ایمان نہیں ہے تو ان کے حق میں اپنے اللہ سے یوں التجا کی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔

اے پالنے والے نہ چھوڑ ان سے زمین پر کوئی بھی کافروں میں سے۔

اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو آپ اپنے غلام زید کو ساتھ لے کر بستی طائف کو گئے۔ اور ایک باغ کی پانی والی کھال پر وضو فرمایا۔ سفر کی گرد جھاڑی۔ اور ایک عداس نامی اُس باغ کا مالی آیا اور اس نے انگور پیش کئے۔ اللہ اکبر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر نوش فرمانا شروع کیا اور اُس نے پوچھا یہ الفاظ قبل ازیں کہیں سے کسی سے بھی نہیں سنیں۔ مختصر یہ کہ آپ نے اسے تبلیغ فرمائی وہ مسلمان ہوگیا۔

پھر آپ وہاں کے تین اکابر رؤسائے دنیا کے پاس تشریف لے گئے۔ مگر انہوں نے حجت بازی اختیار کی اور اس طرح بکواس کی۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے لیے ایک سواری بھی نہیں ملی۔ اگر تم نبی ہو تو استے غریب اور کوئی نہ تھا جو نبی ہو جاتا۔ ایک نے کہا خدا جانے تم نبی ہو یا نہیں میں تو تمہاری نہیں مانتا۔۔۔۔۔

اور انہوں نے آبادی کے بچوں کو کہا انہوں نے روڑ کنکر پتھر مار مار کر آپ کو لہو لہان کر دیا۔ باوجود غلام کے عرض کرنے کے بد دعا نہ فرمائی بلکہ فرمایا یا اللہ ان کو ہدایت دے کہ وہ مجھے ابھی جانتے نہیں۔ اور فرمایا میں رحمۃ للعٰلمین ہوں میرا کام بد دعا کرنا نہیں ہے اور فرمایا مجھے ان کی پشت میں بڑے بڑے نیک سیرت مسلمان نظر آتے ہیں۔ اللہ اکبر۔

ہاں جب بدر کے مقام پر آپ نے مٹھی بھر خاک کفار پر پھینکی اور وہ ان کے لیے عذاب کا سبب بنی تو اِذْ رَمَیْتَ وَمَا رَمَیْتَ کو وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی سے بدل دیا کہ آپ کا پھینکنا اللہ کا پھینکنا ہے کہ عذاب کی نسبت مالک الملک کی طرف لوٹ جائے اور آپکی رحمت پر کوئی داغ نہ لگے ——— اللہ اکبر

ایسا شیشہ جس پر ریت۔ مٹی۔ میل۔ چکنائی جم جائے جب اسے صاف کیا جائے تو وہ پھر سے چمک جاتا ہے۔ لیکن پتھر کا ٹکڑا کبھی چمکتا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پانے والوں میں شمار فرمائے۔ آمین۔

اللہ والوں کی خدمت عامۃ المسلمین پر فرض ہے۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔

اللہ والے راتوں کو بستر چھوڑ کر میری یاد میں لگے ہوتے ہیں اور وہ مجھ سے ڈرتے ہوئے مجھے پکارتے ہیں۔

ان بزرگوں کی خدمت ہم مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ وہ ایک مقام پر بیٹھ کر اللہ کی یاد میں رہتے ہیں اور تمام اہل دنیا کے لیے دعائیں کرتے ہیں لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا۔ اللہ کی راہ میں رو کے گئے فقرا جو زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کی خدمت ہم پر واجب ہوگئی جب توبہ کا علم حاصل ہو جائے تو پھر مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا تو انسان کو کوئی مشکل نہیں اور مرنے سے

پہلے مرنا کس طرح سے ہے مطلب یہ کہ اپنے نفس اور خواہشات پر کنٹرول۔ صبر کرنا۔ مراد ہے۔

حضرت علی علیہ اسلام ایک کافر کے ساتھ اس شرط پر کشتی فرمانے لگے کہ اگر کافر گر گیا زیر ہو گیا تو اسلام قبول کرلے گا۔ اور جب وہ گرا اور حضرت شیرِ خدا اس کے سینہ پر چڑھ گئے تو اس نے تھوک دیا۔ آپ اُتر گئے۔ اس نے کہا یہ کیا۔ فرمایا میں صرف اللہ کے لیے کام کرتا ہوں اپنے نفس کی خاطر کوئی کام نہیں کرتا۔ تیرے تھوکنے سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ میں اپنے غُصہ سے تمہاری اس بُری حرکت کا بدلہ لے رہا ہوں۔ اس لیے چھوڑ دیا۔ اِنَّ النَّفس لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوءِ نفس امارہ ہمیشہ برائی کی طرف لے جاتا ہے اس لیے اس کا مکمل بائیکاٹ اور اس کے خلاف کرنا اولیاء اللہ ہی کی شان ہے عامتہ المسلمین جو لوامہ نفس والے ہوتے ہیں۔ یہ کبھی کبھی غلط راہ پر اور کبھی ٹھیک راہ پر ہوتے ہیں۔ اور ان کے لیے توبہ استغفار لازمی ہوتا ہے۔ تاکہ لوامہ سے امارہ نہ ہو جائے۔ بلکہ اسے نفسِ مطمئنہ بنایا جائے۔ نَفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔

اس کا مفصل ذکر جہادِ اکبر کے نام پر مضمون پہلے لکھا جاچکا ہے غافل لوگ اس فرمان کا خیال رکھتے ہیں۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ۔ چھوڑ دے ان کو جو کماتے ہیں کھاتے ہیں استعمال کرتے ہیں نفع دنیا کے بہت جلدی نتیجہ جان جائیں گے۔ اور موتو قبل ان تموتو کا اظہار شکر و صبر میں ہے۔

(۶) شکر اور صبر کرنا بھی اللہ کے خاص بندوں کا شیوہ ہے نعمتِ خداوندی کے حصول پر شکر اور اس کے چلے جانے پر صبر ہوتا ہے۔ شکر کی فضیلت یوں بیان کی۔ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ شکر کرو گے تو وہی نعمت اور زیادہ عطا کی جائے گی۔

صبر کے بارے فرمایا اِنَّ اللہَ مَعَ الصابرین۔ اللہ خود صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ صبر کا اجر اللہ کی محیّت ہے اور شکر کا اجر نعمت کا زیادہ ہونا اس لحاظ سے صبر کا درجہ ہے۔

ہاں اللہ والے فرماتے ہیں صبر کامل وہ ہے کہ حالت صبر پر صابر رہے اور صبر کے حصول میں اللہ کا شکر کرے کہ اس نے مجھے صابروں سے فرمایا ہے۔ اس کا بھی شکر چاہیئے۔ الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

شکر و صبر کی صفت تب حاصل ہوتی ہے جب انسان میں ——————

(۷) عجز و انکساری:

کی صفت جلوہ گر ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مہربان تھے۔ اور باوجود اس کے کہ آپ سیّد الانبیاء تھے بہت حلیم الطبع۔ خلیق و مہربان تھے۔ اللہ اکبر اپنا کام لباس میں پیوند۔ نعلین شریفین کی مرمت۔ بکریوں کا دوہنا پسند فرماتے اور دوسرے معذور بیوہ اور حاجت مندوں کے کام خود کر دیتے۔

سفر جہاد میں سامان خورد و نوش کے انتظام میں حصہ لیتے ایک دفعہ اسی سلسلہ میں لکڑی لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ راتوں کو اللہ کی بارگاہ میں جاگ کر گزارتے۔ قیام اتنا لمبا ہوتا کہ پاؤں مبارک ورم کر جاتے۔ اور ہر ایک کو تبلیغ فرماتے۔ جب کفّار آپ کو کسی قسم کی تکلیف دیتے تو آپ ان سے بدلہ نہ لیتے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ یا نبی اللہ اتنی مشقت نہ اٹھایا کرو۔ آرام فرمایا کرو۔ ہم نے قرآن اسلیئے نازل نہیں کیا کہ آپ کے لیے ہلاکت کا باعث ہو۔

حضرت عثمان ذوالنورین ایک روز لکڑیاں اٹھائے جا رہے تھے کہ کسی نے عرض کی یا امیر المومنین کسی سے اٹھوا لیتے —————— فرمایا

بیشک اس وقت میرے پاس چار سو غلام موجود ہیں۔ لیکن صرف اپنے نفس کے غرور کو نور میں بدلنے کے لیے اٹھایا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رات کو سرکاری کام میں مصروف تھے کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ ایک مہماں نے تیل ڈالنا چاہا تو روک دیا۔ اس نے کسی نوکر کو جگانا چاہا تو فرمایا وہ سارے دن کے کام سے تھک کر چُور آرام میں ہیں۔ نہ اٹھاؤ۔ اور خود ہی تیل ڈال کر فرمایا میں پہلے بھی عمر بن عبد العزیز تھا۔ اب بھی۔ اور تیل ڈالنے سے بدل نہیں گیا۔

حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم رات کو گلی گلی جا رہے تھے۔ اندھیرے میں آپ کا پاؤں کسی زمین پر لیٹے مسافر سے ٹکرایا وہ بولا اندھا تو نہیں دیکھ کے چل۔ باوجود امیر المؤمنین حاکم وقت ہونے کے بیٹھ کر اُس سے معافی حاصل کی اور پھر آگے قدم رکھا۔

ایک بدّو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے گلے میں چادر ڈالکر ایسے کھینچا کہ آپ کو سخت تکلیف ہوئی۔ حضرت عمر نے اُسے پکڑنا چاہا تو آپ نے انگلی کے اشارہ سے منع فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے بدّو سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا میں آپ سے کچھ لینے آیا ہوں۔ آپ نے اُسے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ کے مطابق بہت کچھ دے کر روانہ کیا۔ اور اُسے اُف تک نہ۔ فرمایا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو کسی نے باہر بلایا۔ آپ جب اپنے بیرونی دروازہ پر تشریف لائے تو اس نے بکواس شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا کیوں ناراض ہے بیمار ہے۔ ضرورت مند ہے۔ دیوانہ ہے کیا ہو گیا۔ اسنے مزید گالیاں نکالنی شروع کر دیں تو آپ نے وہیں کھڑے غلام کے ہاتھ چاندی کا ایک کوزہ منگوا کر اسے عنایت فرما دیا۔

اب پھر وہ بولا ۔ میں تو آپ کی پرکھ کرنے آیا تھا ۔ واقعی آپ ولایت کے وارث ہیں ۔ اور پڑھا اشھد انک ابن رسول اللہ اور پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا واحشرنی فی زمرۃ المساکین ۔ یا اللہ مجھے زندہ رکھ مسکین اور موت دے مسکینی میں اور میرا حشر مساکین کے ٹولہ میں ہو ۔ حضور کو امت اتنی پیاری ہے تو امت کا بھی فرض ہے کہ اس کا ایمان ہو ۔

(۸) محبت اہل بیت کی! واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو

مل کر اور فرقہ بندی میں نہ بٹو ۔

بیعت کرنا ۔ اور کسی سلسلہ میں منسلک ہونا جن کا سلسلہ امام حسن و حسین اور پھر علی و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتا ہے اور یہی چیز ایک رسی ہے اللہ کی جسے پکڑا ہے صالحین نے ۔

اہل بیت کی محبت عین ایمان ہے ۔ اسی لیے کوئی درود شریف کامل نہیں جب تک آلِ محمد پر درود و سلام نہ ہو ۔

حکایت ! پسر فاروق اعظم امیر المومنین ایک مرتبہ ممبر پر بیٹھ گئے ۔ بچے تھے ۔ اور دوسری روایت مطابق کھیل رہے تھے امام حسن و حسین علیہم السلام کے ساتھ ——————— اللہ اکبر

کیسے وہ لوگ تھے جو ایسی ہستیوں کے لنگوٹیے یار تھے ۔ اللہ اکبر

کسی بات پر وہ آپس میں جھگڑ پڑے ۔ امام حسن یا حسین نے اُسے کہہ دیا خبردار تم ہمارے ایک غلام کے بچے ہو کر ہم سے بڑے بنتے ہو ۔

پس جب صاحبزادے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو پسر عمر نے اپنے باپ

جو اس وقت امیر المومنین تھے شکایت کر دی۔ حضرت عمر نے فرمایا: ر ہاں ہمارے غلام کے بچے۔

وہ بولا: ر ہاں جی انہوں نے مجھے یہی کہا۔

پس حضرت عمر فوراً امام حسنین سے ملے اور پوچھا۔ اُنہوں نے صاف صاف کہہ دیا یہی بات ہے۔ اللہ اکبر

حضرت عمر نے ان سے لکھوا لیا کہ عمر اور عمر کا بیٹا دونوں امام حسن اور حسین کے غلام ہیں۔ اور آپ نے وصیّت فرمائی۔ جب مَیں مر جاؤں تو میرے کفن میں یہ تحریر رکھنا۔ کہ ہمارے کام آئے گی۔ اللہ اکبر

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے مسئلہ پُوچھا طوافِ کعبہ اور حج کے وقت میں مکھی مارنا عیب ہے یا نہیں۔ وُہ شخص شام یا عراق کا باشندہ تھا۔ آپ نے اسے فرمایا۔

شامی عراقی کتنے جاہل ہیں کہ مکھی کے مارنے کے بارے مجھ سے پُوچھتے ہیں اور حضرت امام حسین علیہ اسلام کو کربلا میں شہید کرتے ان کو شرم نہ آئی۔ اللہ اکبر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے دیکھا رسولِ خدا نے امام حسین علیہ اسلام کو کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ اور اپنے مُنہ میں ایک دھاگہ کی لگام بنا کر حسین کو پکڑا رکھی تھی۔ اور خود سرکارِ نبوت گھٹنے ٹیک ٹیک کر چل رہے تھے۔ گویا ایک اونٹ بنے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا نعم الجمل جملك ۔ اے حسین آپ کی سواری کیا ہی کمال ہے حضور نے فرمایا نعم الراکب یا عمر اے عمر سوار بھی بہت اچھا ہے۔

یہ لوگ ہیں عمر اور عمر کے خاندان والے جن کو کچھ لوگ کچھ اور ہی سمجھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ساداتِ رسول کی محبت ہمارا فرض ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ایک شاہی پہلوان تھے۔ وہ جب ایک ایسے شخص سے کشتی کرنے لگے جو سیّد تھا۔ تو آپ احترام کرتے ہوئے خود ہار کر گر گئے۔ دنیا کی ہار اختیار کی اور آخرت کی جیت لے گئے اور اس آلِ رسول کی دُعا سے اولیاء اللہ کے امام ہو گئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ اِس طرح مسلمانوں سے فرمادیں کہ قُل لَا اَسْئَلُکُم عَلَیْہِ اَجْراً فرماؤ کہ اے لوگو میں تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور پھر حضور علیہ اسلام نے کسی قسم کی امداد یا اجر وغیرہ کسی سے نہیں لیا۔ بلکہ فرمایا۔ اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ: کہ میں تمہیں اپنی اہل بیعت اور قریبی رشتہ داروں کی محبت کا حکم دیتا ہوں۔ اور بیشک یہ اللہ اور اس کے رسول علیہ اسلام دونوں کی سنت ہے۔ کہ اللہ نے حضور کی محبت کا اعلان فرمایا۔ اور اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ خصوصی درود شریف کا حکم دیا۔ اور نماز میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔ اور آپ کے اباؤ اجداد حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اور پھر حضور کی آل پر بھی پڑھا جائے (۱) درود شریف اللہ کا رحمت بھیجنا ہے اور فرشتوں اور مسلمانوں کے درود کا مطلب ہے اللہ سے رحمت اور سلامتی کی دعا کرنا کہ وہ نبی علیہ اسلام پر ہماری طرف سے بھی رحمت اور برکت زیادہ کرے۔ تاکہ ہم بھی اس فضیلت کے پانے والے ہوں

(۲) اور ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کے پاس تاقیامت دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ اہل بیعت اور قرآن مجید۔ قرآن مجید کو پڑھنا۔ سمجھنا۔ عمل کرنا اور میرے اہل بیعت کے طریقہ پر چلنا۔ اہل بیت کا طریقہ سنت نبوی کا نمونہ ہو گا۔ اسوہ حسنہ کی جھلک ہو گی علم کے ساتھ ان کا عمل تمہاری رہنمائی کرے گا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جن کے اسلام لانے کے لئے نبی علیہ اسلام نے خصوصی دُعا فرمائی۔ وہی فاروق اعظم جنہوں نے محبت اہلِ بیت اور عشقِ رسول کی خاطر منافق کو اس لیے قتل کیا کہ اس نے فیصلہ نبوّت پسند نہ کیا۔ اور مقابل کو حضرت عمر کے پاس لے گیا۔ فرمایا جو نبی علیہ اسلام کا فیصلہ نہ مانے اس کا میں فیصلہ اس طرح کرتا ہوں یہی کہا اور ساتھ تلوار سے اس کا سر دھڑ سے جُدا کر دیا۔

وہ عمر جن کی شان میں اللہ نے فرمایا بیشک عمر نے ٹھیک کیا ہے ہاں تو حضرت عمر اور ابو بکر صدیق کے اعمالِ صالح کا مقابلہ فرما کر حضور نے ارشاد فرمایا۔ حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ بنتِ صدیق نے فرمایا میں نے ستارں بھری شب میں عرض کیا یا رسول اللہ۔ آج بہت ستارے چمک رہے ہیں۔ کیا ان ستاروں کے برابر کسی کی نیکیاں ہونگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ بیشک عمر کی نیکیاں اتنی ہی ہیں جتنے ستارے۔ اللہ اکبر۔

وہی عمر جن کی نیکیاں اعمال صالح اتنے سے فرمایا۔

ھَل اَنتُ الاَحْسَنَۃٌ مِن حسناتِ اَبِی بکر۔

اے عمر تو ایک نیکی ہے۔ ابو بکر کے اعمال صالح کے بدلے میں

تصوّف کے بارے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اَلتَّصَوُّفُ مِبْنِبتِی علی ثمانٍ خِصالٍ:۔ تصوّف آٹھ صفات پر مشتمل ہے۔

(۱) الرضاء:۔ یہ صفت پیغمبر اسحاق علیہ اسلام کی اولیاء اللہ نے اپنائی ہے۔

(۲) والسخاء:۔ یہ صفت حضرت ابراہیم علیہ اسلام سے چلی۔

(۳) والصبر:۔ حضرت ایوب علیہ اسلام کی صفت اپنائی گئی۔

(۴) والاشارہ:۔ خاموشی اختیار کرنا صفت زکریا علیہ اسلام

(۵) الغربت:۔ خاصہ حضرت یحییٰ علیہ اسلام تھا۔

(۶) وللبس الصّوف :۔ صوف اور اون کا لباس سب سے پیشتر موسیٰ علیہ اسلام نے پہنا۔

(۷) سیاحت :۔ سیروفی الارض سلانی فقیر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا طریقہ۔

(۸) فقر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت صفتِ محبوبانہ۔ اللہ اکبر

بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انہی اولیاء اللہ کے حق میں تھا۔

میری امت کے کچھ لوگ مقام انبیاء بنی اسرائیل پائیں گے لیکن وُہ نبی نہ

ہوں گے بلکہ وَلی ہوں گے۔ اور فرمایا۔ اَوْلِیائی تَحْتَ قِبائی لایَعْرِفُھُم غیری

اِلاّ اولیائی۔ میرے دوست میری قبا تلے ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا مگر ولی کو ولی

جانتا ہے۔

(۱۰) ان لوگوں کا ایثار و قربانی کا جذبہ بہت بلند ہوتا ہے۔

انبیائے کرام کے بعد خلفائے راشدین اور پھر حضرت امام حسنین علیہم اسلام

اس صفت میں سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں۔

خصوصًا صفتِ ایثار و قربانی۔ صبر و رضا امام حسین علیہ اسلام پر بس ہے۔

وُہی حسین جو خاتم الانبیا سیّد الرسل کے پیٹھ مبارک پر سجدہ کی حالت میں جلوہ گر ہو

گئے اور رسالت مآب کو بذریعہ وَحی الٰہی حکم ہو گیا کہ سر بسجود رہیں حتیٰ کہ صاحب ولایت

خود نہ اُترے اور ستّر دفعہ تسبیح سُبحان ربی الاعلیٰ پڑھی گئی اور عجیب ہی وہ راز تھا۔

میدانِ کربلا میں ستر کے قریب جانیں اسلام کی راہ میں قربان ہوئیں اور بہتر

زخم تیر و تلوار کے حسین علیہ اسلام نے اپنے جسم طاہرہ پر کھا کر شجرِ اسلام کو خون

سے آبیار فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان آنا مِنَ الحسین (میں (محمد)

حسین سے ہوں) پورا فرما دیا۔ : خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ

(۱) شاہ است حسین بادشاہ است حسین — دین است حسین دین پناہ است حسین

(۲) سر داد نہ داد دست در دستِ یزید — حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین!

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْن ۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے جب دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے لِلنَّاسِ اِمَامًا کا خطاب دیا ہے تو اپنی اولاد کے بارے بھی دُعا کی۔ اللہ نے فرمایا لاینال عہدی الظالمین ۔ آپ کی اولاد میں ضرور امام ہوں گے انبیار ہوں گے لیکن جو لوگ آپ کی اولاد سے ہونے کے باوجود ظالمین ہوں گے ان سے وعدہ نہیں ہے۔ چنانچہ بعد ابراہیم علیہ اسلام سب انبیار حضرت اسحاق علیہ اسلام کی اولاد ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی اولاد میں۔ اور پھر حضرت امام حسین علیہ اسلام نے امامِ حق ہونے کا آخری اور مکمل ثبوت پیش کر دیا۔ اب بھی وہ سید صاحبان اہلِ تصوّف جن کا تعلق اپنے اسلاف سے ہے اور وہ اہلِ سنت ہیں وہ سب امام ہونے کا درجہ رکھتے ہیں ۔

(۹) اور فقر کی صفت ان اللہ والوں کی شان ہے۔ فرمان سید الانبیار الفقر فخری پر خوشی سے عامل ہیں

جناب سید حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ جن کی شان میں خواجہ خواجگان اہلِ چشت زینتِ بہشت سرکارِ ہند اجمیری جناب معین الدینؒ نے بوقتِ چلّہ کشی فرمایا تھا۔ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھا ہے۔

ے گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خُدا ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

صوفیائے کرام کی صفتِ فقر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہہ کی سُنّت اور طریقہ ہے ے

اِنَّ الصَّفَا صفتِ الصِّدِّیقِ ۔ اَنْ اَرَدْتَ صُوفِیًا عَلَی التَّحْقِیْق ۔

کون صدیق وہ صدیق خلیفہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بارے زبان خیر الانام سید الانبیاد محمد علیہ السّلام جن کی شان میں قرآن نے اعلان فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی فرمایا اے عمر بن الخطاب کون عُمر وہی خلیفہ دوم امیر المومنین

(۱۱) ان اللہ والوں کی صفت میں تبلیغِ اسلام کا طریقہ بھی شامل ہے

دین اسلام کی تبلیغ فریضۂ خداوندی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع کے خطبہ میں فرمایا تھا۔ میرا مسلک طریقہ تاقیامت لوگوں کو پہنچانا میری امت کے علما اور فضلا پر فرض ہے۔

تبلیغ دین کئی قسم کی ہوتی ہے۔ عام تبلیغ عام مجمع میں اسلام اور واعیانِ اسلام اللہ ورسول کی شان بیان کرنا اور نعمتوں کا ذکر کرنا بہشت اور درجاتِ قربِ الٰہی کا بیان کرنا کہ لوگوں کو اسلام سے محبت اور شوق پیدا ہو۔ دوسرا خصوصًا مختص لوگوں کو تبلیغ کرنا اور ان کے سابقہ طریقہ اور مذہب کی تکذیب اس طرح کرنا کہ وہ بجائے سمجھ کر داخلِ اسلام ہونے کے باغی نہ ہو جائیں۔

تیسرا طریقہ تبلیغ تاثیرِ مجلس سے بھی لوگ متاثر ہو کر نیک ہو جاتے ہیں۔

چوتھا طریقہ معجزہ وکرامت دکھا کر۔ اس طرح بھی اسلام کی اشاعت عام ہوتی ہے۔

کراماتِ اولیاء اللہ برحق ہیں۔ اصحابِ کہف کا غار میں سونا پہلے تو اپنا ایمان بچانا تھا۔ اور بعد کے لوگوں کے لیے توحید الٰہی اور قیامت کے حق ہونے کی دلیل تھا اور ان کا کُتّا تاثیرِ مجلس کا ثبوت تھا۔

آصف برخیا کی کرامت ملکہ بلقیس کے لیے اور اس کی رعایا کے لیے خصوصی ثبوت اور یقینِ قلب کا ذریعہ ہوا۔

حضرت مریم کا بچپن میں بے موسم ثمرات کا غائبانہ حاصل کرنا اللہ تعالےٰ اور اس کے خاصان بندگانِ حق اولیائے حق کا خصوصی تعلّق کا اظہار تھا۔

ایک طریقہ تبلیغ کا مناظرہ ہے۔ اور بحث کر کے اپنا عقیدہ سمجھانا ہے۔

مثال: ایک دہریہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے اللہ سے

پہلے کیا تھا۔ اور ایک اللہ ہونے کا ثبوت عقلی مانگا۔ تو آپ نے اُسے فرمایا۔
ایک سے پانچ تک گنتی کرو۔ دہریہ :۔ ایک دو تین۔ چار پانچ۔
آپ نے فرمایا ایک بار پھر :۔ دہریہ :۔ ایک دو تین چار پانچ
امام صاحب نے فرمایا :۔ اب ایک سے پہلے جو ہندسہ ہے اُس سے گنو۔
دہریہ :۔ ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں ہے۔
امام صاحب :۔ اور اللہ سے پہلے بھی کچھ نہیں۔
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ :۔ اور اللہ کے بعد ہے محمد رسول اللہ۔
اور ساری کائنات اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئی ہے۔

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ایک عیسائی

ایک عیسائی ایک مسلمان سے کہہ رہا تھا کہ ہمارے پیغمبر مردوں کو زندہ فرماتے تھے
تمہارے پیغمبر اِس طرح نہ تھے۔
غوثِ اعظم وہاں سے گذرے اور یہ بات سن کر رک گئے فرمایا واہ یہ بھی کوئی بڑی
بات ہے مُردے کو زندہ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام بھی کر سکتا ہے۔
عیسائی بولا وہ کیسے۔
آپ نے فرمایا چلو قبرستان۔ جب قبرستان گئے تو فرمایا بتاؤ کس قبر والے کو زندہ کروں۔
اللہ اکبر۔
وہ ایک بہت قدیم پرانی قبر پر لے گیا۔ آپ نے فرمایا یہ ایک گویئے کی قبر ہے۔
آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو کر فرمایا قم باذنِ اللہ قبر پھٹ گئی وہ مُردہ
باہر نکل آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک باجا تھا۔ اور گا رہا تھا۔ اس نے تین چکر قبر
کے آس پاس لگائے اور پھر داخل قبر ہو گیا۔ اللہ اکبر۔
وہ عیسائی اسی جگہ کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(۱۲) اب اللہ والوں کی دنیا کے بارے لکھا جاتا ہے۔ کہ انکا عجیب معاملہ ہے۔

رکھ کر دُنیا سے تعلق رہنا دنیا سے بے تعلق

ترجمہ:۔ اور اس دنیا کی زندگی محض ایک کھیل اور تماشہ کے سوا نہیں ہے۔ اور بیشک آخرت کا گھر واقعی سچی زندگی ہے کیا ہی اچھا ہو اگر یہ لوگ جان جائیں کھیل اور تماشہ محض دل لگی ہے۔ آرام اور سکون تھکاوٹ کے دُور کرنے کے لیے ایک ذریعہ ننھے بچوں اور فارغ از کار لوگوں کے بہلاوے کا ایک طریقہ وقتی طور پر ہے۔ جس کا انجام سوائے مشغولیٔ دلِ فی النفس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شطرنج۔ کھیل تماشہ اور شراب کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یادِ الٰہی سے دُور رکھنے کا ایک شیطانی داؤ ہے۔ اور دو آدمی جو کسی خاص کام میں شاغل ہو۔ یا سفر میں ہو اگر وُہ اِس مجلس میں کچھ وقت مصروف ہو جائے تو وہ بہت بڑا نقصان اٹھانے والا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ افسوس میں نے وقت ضائع کر دیا۔

ہندی مثل ہے:۔ اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

ارشادِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک خاص توجہ دلا رہا ہے اور کہا۔

ترجمہ:۔ دنیا مردار ہے اور اس کے طالبِ کُتے ہیں کُتا حریص لالچی ہوتا ہے مردار پر گھڑا ہو تو اپنے سنگی کتوں کو بھی نزدیک نہیں آنے دیتا۔ وہ شخص جو محض دولت کا اضافہ چاہتا ہو۔ اور اس وجہ سے وہ جائز ناجائز۔ غبن۔ چوری۔ رشوت خوری۔ جوا۔ بیاج سود اور ہر طرح سے مال اکٹھا کرے۔ اپنا حق نہ چھوڑے۔ دوسرے کا ادا نہ کرے وہ اسی حدیث پاک کے مطابق ایک نفسانی کُتا ہے اور اس کی حقیقت انسانیت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا انجام اُس بلعم باعورا کے حال سے نسبت رکھتا ہے۔

جس نے باوجود معرفت الٰہی اور قربِ خداوندی کے درجہ ولایت سے احسنِ تقویم کے مقامِ بلندی سے ایسی چھلانگ لگائی اسفل اسافلین تحت الثریٰ تلے سجین کے دفتر میں مندرج ہے۔ اور اس نے اللہ کے پیغمبر سے جنگ لڑنے کو بھی اچھا خیال کیا اور اپنی بیوی اور دنیا دار کافروں کا ساتھ دیا۔ اور کتے کیطرح بھونکتا ہُوا جہنم پہنچ گیا۔

جانور حلال دو قسم کا ہے ایک وہ جانور جو شریعت اور فقہ اور قرآن میں حلال ہے۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ بکری۔ بھیڑ۔ دنبہ اور کچھ پرندے وغیرہ لیکن یہی جانور اگر اپنی موت مر جائیں۔ جیسے کُتا۔ بلی اور دوسرے تیسرے حرام جانور۔ اسی طرح وہ بچہ جو شرطِ نکاح کے ساتھ پیدا ہو وہ حلال ہے اور جو شرطِ نکاح کے سوا پیدا ہو وہ حرام ہے۔

حلال جانوروں کا چمڑا بھی حلال ہوتا ہے۔ ان کی ہڈیاں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ اور جو حرام ہو جائے اُس کا چمڑا رنگنے سے اور مسالہ میں رکھنے سے وہ حلال ہو جاتا ہے اور پھر استعمال میں لایا جاتا ہے۔

اسی طرح دنیا جو مردار کی مثل ہے۔ اسے چند شرطوں کے ساتھ استعمال کرنے کا حکم ہے کہ دنیا کو دین بنا لیا جائے۔ اور اس کا استعمال اتنا ہی چاہیئے جو خاص ضرورت پوری کرے۔ کہ بھوکے انسان پر ایک وقت پر قدرِ ضرورت حیات مردار کا گوشت حلال اور جائز ہُوا۔ بس دنیا میں بھی کم ہی ضرورت رکھے۔ اور اس مال کو راہِ خدا میں لگاتے ہوئے خیرات اور زکوٰۃ۔ صدقات کی چھریوں سے جو نفس امارہ پر بھاری ہیں چلا کر کمائی کو حلال رکھا جائے۔ اور یہ دُعا ہمیشہ مانگا کرے۔ ربنا آتینا فی الدنیا حسنتہ وّفی الآخرۃ حسنتہ وقنا عذاب النار۔

اے میرے پالنے والے عطا کر ہمیں دنیا میں بھلائی اچھی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچائیے عذاب نار سے۔

ورنہ وہ ابدی خسارہ میں مبتلا ہو کر اپنی حیاتِ آخرہ تنگ کرے گا۔ مطابق فرمانِ الٰہی وَمَالَہٗ فِی الآخِرَۃِ مِن نصیب۔ اور طالبانِ دنیا کا آخرت میں کچھ نصیب نہیں۔

حضرت سلطان العارفین باہو رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ دنیا ایک دن کی مثال ہے۔ اور اللہ والوں نے اس دن کا روزہ رکھ لیا ہے۔ اور وہ دنیا سے دُور ہو گئے۔ اللہ والے ہر اچھے بُرے اور غافل ہوشیار، ہر نیک و بد کو اپنے دروازے پر آنے سے اس لیے نہیں روکتے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَر کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔ وہ چاہتے ہیں کہ شاید کوئی ہم سے نیکی کا سوال کرے اور ہم اسے کچھ عطا دیں تو اس کی حیاتِ زندہ و تابناک ہو جائے۔ ویسے وہ اپنے خیال و حال اور اپنے آپ کو اسی طرح بچائے رکھتے ہیں۔ جیسے کتے بلی سے اپنی روزی محفوظ رکھی جاتی ہے۔ کسی وقت جھڑک دیا کسی وقت کچھ پھینک دیا کہ کھالے۔ اور ایسا کتا جو مالک کو باوجود مارنے کے بھی ہتک سمجھے اس کے گلے میں پیار کا پٹہ بھی آجاتا ہے اور عام کتے کو یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اصحٰبِ کہف کا کتا بلعم باعورا کی جگہ اسی لیے لے گیا۔ اور وہ جنت میں جائے گا۔

بیشک تکبّر کرنا اور مالک سے ناراض ہو جانا ابلیس کا کام ہے گستاخی بھی اُسی کا کام ہے۔ طالب عاشق۔ مُحِب تو اس کی سزا عتاب اور بے پروائی کو بھی اس کی عنایت سمجھتے ہیں۔

───────
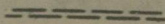
باب دہم ١٠

حق و باطل

مقابلہ

اللہ کی پکڑ اور ابلیس پارٹی

تقلید کا مسئلہ

درجات عبادت فرض سُنت

فی سبیل اللہ اور غیر اللہ

انجام

اللہ والوں کی زیارت شوقِ عبادت

مقامِ قبر اور صاحبِ قبر

اعمالِ قبور میں اضافہ

خواجہ اویس قرنیؒ

ذکر عیسیٰ علیہ السلام

مسئلہ شفاعت

اہلِ نجات : اہل عذاب

ابلیس دنیا اور نفس

کفر کی کہانی

عبادت و وظیفہ زیارت

اللہ عزوجل کا فضل

نیکی بدی

حکم الٰہی اور خیال بندہ

الموت بعد الحیات والحیات بعد الموت

قبر قبر میں فرق

دُعا اور اس کی قبولیت

آثارِ قیامت اور درِ توبہ کا بند ہونا

حشر کا میدان

موت کی موت

١٠

حق و باطل

حق و باطل سچ اور جھوٹ کی وضاحت سے پیشتر اس جہانِ فنا اور میدانِ عمل کو دیکھئے ،، اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ ؛، سب عالم متغیر ہے اور جو چیز تغیر پذیر اور حالت بدلنے والی ہے وہ اپنی کسی حالت میں نہ ہمیشہ سے ہے اور نہ ہمیشہ رہے گی لہذا یہ سب عالم نہ ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گا۔

انسان کے درجات حیات :، مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ؛، کیا معلوم ہے۔ اللہ نے کس چیز سے انسان کو پیدا کیا۔ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (سورۃ عبس) ترجمہ نطفہ سے پیدا کیا رحم مادر میں ۔ پھر بڑھایا اس کو ایک اندازہ تک۔ پھر دنیا میں آنے کے لیے اس کا راستہ آسان کیا۔ پھر اُسے موت دی پھر قبر میں پہنچایا۔ پھر جب چاہے گا اُسے دوبارہ زندہ کرے گا۔

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ شب و روز۔ نور و ظلمت۔ سردی و گرمی۔ زندگی و موت ۔ بیماری و تندرستی۔ سیاہ و سفید۔ جاہل و عالم۔ حق و باطل وغیرہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ؛، اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ؛، یہ میرا راستہ ہے سیدھا۔ اس پر چلو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ؛ اور دوسرے راہوں پر نہ چلو۔

اللہ کے قانون میں اپنی عقل کو علیحدہ رکھو۔ کہ تمہاری عقل ناقص ہے۔

وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئاً وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن

بسا اوقات تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہوتی ہے۔ اور کسی وقت تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے نقصان ثابت ہوتی ہے اللہ ہی سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔

انسان کیوں پیدا کیا گیا :۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن

میں نے جن و انس کو صرف عبادت اور معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔

حق و باطل کا مقابلہ :۔ وکذالِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شیاطین الانس والجن۔

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شریر لوگ شیطان اور انسان پیدا کئے۔ اور ان شریر گروہوں کا سردار ابلیس کو کر دیا۔ اور اُسے میدانِ عمل میں مہلت عمر بخشی اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْم۔ ہاں ہاں! جا تو مقررہ وقت یوم القیامت تک مہلت دیا گیا ہے۔ اور انسان کو بتا دیا کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْن :۔ کہ شیطان انسان کے لیے دشمن ہے ظاہرا۔

ترجمہ :۔ اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو اور نہ پیروکار رہو اقدام الشیطان کے۔

کیا ہم نے نہیں دے دیں دو آنکھیں۔ زبان دو ہونٹ اور دکھاویں دونوں راہیں آنکھ سے دیکھ کر زبان و ہونٹ سے پوچھ کر راستہ کی پہچان کرو۔

پس جس کا جی چاہے ایمان اختیار کرے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اور پیروی کے بارے ارشاد فرمایا: ترجمہ :۔ یہ بات اسطرح ہے کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا انہوں نے باطل کا اتباع کیا اور جنہوں نے ایمان اختیار کیا۔ انہوں نے اپنے رب کی اتباع کی اللہ تعالیٰ اور حق کا ساتھ دینے والوں کو کیا فائدہ ہوا؟

جس کسی نے اچھے کام کئے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ اس کا ایمان سلامت رہا۔ تو ہم اس کو خوشگوار زندگی سے سرفراز کریں گے۔

باطل کے اپنانے والے کس انجام کو پہنچے؟

ومن اعرض عن ذکری فانّ لہٗ معیشۃً ضنکا:۔ "جس نے ہماری یاد سے غفلت برتی اس کی زندگی کشمکش میں گزرے گی"۔ من یأت ربّہٗ مجرماً فانّ لہٗ جہنم لا یموت فیہا ولا یحییٰ:۔ جو شخص بھی اپنے رب کا مجرم بن کر آئے گا۔ اس کے لیے جہنم ہے نہ موت اس کی مصیبت ختم کرے گی اور نہ زندگی کا کوئی اسے لطف ہو گا۔

جب دنیا بے ذوقی گذرے اور آخرت جہنم میں داخل رہے۔ اس سے بدتر کونسی چیز ہے۔

ترجمہ:۔ کافر لوگ اہل کتاب ہوں یا مشرک جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں کے یہ لوگ بدترین خلایق ہیں۔

اولئک حزب الشیطان یہ گروہ شیطان ہیں۔ حزب الشیطان ھم الخاسرون ابلیسی گروہ خسارہ میں ہیں۔

ترجمہ:۔ جو شخص مومن ہو کر اور فرمانبردار حاضر ہو گا۔ اچھے اعمال کرتا رہا۔ تو ایسے لوگوں کے درجات بلند ہیں۔

ایمان والے اور صالح عمل لوگ سب سے بہتر مخلوق ہیں۔ حق جماعت والے کامیاب ہیں۔ اولئک حزب اللہ الا انّ حزب اللہ ھم المفلحون:۔ یہ اللہ کا گروہ ہے اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔ الحقّ یعلو ولا یُعلیٰ حق سر بلند رہے گا۔ اور کبھی پست نہ ہو گا

روشنی والے کون لوگ ہیں۔ ترجمہ:۔ اللہ ہی ایمان والوں کا والی اور محافظ ہے وہ ان کو اندھیروں سے نکال نور کی طرف لے جاتا ہے۔

تاریکی والے کون لوگ ہیں:۔ ترجمہ:۔ کافر لوگ جو ہیں ان کے سرپرست

طاغوت اور شیطان ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔

ترجمہ: اللہ و رسول کے تابعدار یقیناً بہت بڑی کامیابی پانے والے ہیں۔

اور اللہ و رسول کے نافرمان یقیناً گمراہ ہیں اور کھلی گمراہی میں بتلا ہیں۔

ایمان والوں کی مدد اللہ تعالےٰ ہر جگہ فرماتا ہے۔

ترجمہ: اور بیشک مدد کرتا ہے اللہ اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں۔

اور اُس دن جب دیکھنے والے موجود ہوں گے (روز قیامت)

تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومنین ہو۔

حق آیا باطل فنا ہو گیا۔ اور بیشک باطل مٹنے والی ہی چیز ہے۔

کفار نے ہمیشہ انبیاء و رسل کی دشمنی کی اور بہت سے پیغمبروں کو شہید کیا۔

جب کبھی تمہارے پاس ہمارے رسول آئے تم نے اپنی من مانی کی

اور تکبر کرتے ہوئے کسی پیغمبر کو تم نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا۔

انبیائے کرام اور صحابہ رضوان علیہم اجمعین اور دیگر حق والے لوگ ان

کی سختیوں سے کبھی نہیں گھبرائے۔

نار نمرود۔ ظلم فرعون۔ ایذائے کفارِ مکہ۔ جہاد کفار میں صحابہ کا طریقہ۔

کربلا کے میدان میں اہل بیعت کی شہادت گواہ ہے۔

ترجمہ: حقیقت میں جن لوگوں نے اپنے اللہ کو رب تسلیم کیا۔ اور اس پر

ثابت قدم رہے۔ ان کی مدد کے لیے فرشتے اترتے ہیں۔ کہ کوئی خوف نہ کرو، نہ غم

اس جنت کی خوشخبری سنو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ اللہ کا شریک بنانا ظلم عظیم ہے۔

اور سجدہ عبادت صرف اللہ کو ہے۔ غیر کے لیے سجدہ حرام ہے۔ اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں تعظیمی اور دوسرا تیسرا ہر قسم کا سجدہ حرام

اور منع ہوگیا۔ سجدہ آدم۔ سجدۂ یوسف۔ ذبیح اسماعیل۔ تخلیقِ عیسٰی علیہم السلام جیسے احکام خصوصی اور وقتی احکام تھے۔ اسی لیے نماز جنازہ محض قیام ہے کہ سامنے میت ہوتی ہے۔ سجدہ نہیں۔

عباد اللہ کی عزت وتکریم ادب واحترام وتُعذروہُ وتوقروہ کے مطابق اور العزۃ للّٰہ ولرسول وللمومنین کے تحت جائز اور مستحن ہے بلکہ کبھی کبھی واجب ہوتی ہے۔

بے ادب لوگ فضل رب اور رحمتِ حق سے محروم رہتے ہیں۔

کفار جنہوں نے خدائی دعوئے کئے۔ سجدہ کراتے رہے اور بتوں کو سجدہ کرتے رہے اور یہ چیز اور یہ فعل شیطانی ٹھہرا۔

ہاں وسیلہ۔ دعا۔ استمداد فی سبیل اللہ جائز برحق ہے۔ صفا و مروہ قیامِ ابراہیم حجراسود آبِ زمزم اور دیگر ارکانِ حج شعائراللہ ہیں۔ اور ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے۔

انبیائے کرام کے بعد الشیخ کا نبیٌ فی القوم کے مطابق اللہ والوں سے رجوع کرنا اسلامیات سے ہے کُلّ اناس بِاِمامِھِم کے تحت سردار اور امام کا صالح ہونا۔ صورت و سیرت باشرع ہونا ضروری ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم: کا مطلب یہی ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ کونو مع الصادقین سچوں کا ساتھ حاصل کرو۔

حق و باطل کے مقابلہ کے ساتھ ہی باطل کے تین سربراہوں کا جاننا ضروری ہے۔ ابلیس، نفس اور دُنیا

اور وُہ ہیں عزازیل نام جن عبادت وریاضت کرتا کرتا مقرب ہو کر زمین

سے سرعرش جنت کے پاس فرشتوں کا ہم جولی ہو گیا۔ لیکن حضرت آدم علیہ اسلام کے خلیفتہ الارض ہونے پر صفتِ غرور تکبر میں اور حسد کی بیماری میں پھنس گیا اور ترکِ سجدہُ آدم کی وجہ سے راندہُ درگاہ ہو گیا۔

اور جھوٹی قسم کے سہارے آدم و حوّا علیہم اسلام کو دامِ فریب میں مبتلا کر کے رحمت و برکت اور تقویٰ کی چادر ان سے اتروادی۔

اور جب عذرِ آدم اور توبہ ابوالبشر مقبول ہو گئی۔ تو اسے اور بھی جلن اور حسد کی آگ نے دشمنی پر لگا دیا۔

اور زمین پر بیٹھا رونے لگا۔ فریاد کرنے لگا۔ کہ اس کے پاس دنیا اور نفس آگئے اور اُس کی دلجوئی کرنے لگے۔

چنانچہ یہ دونوں ابلیس کے معاون و مددگار بن گئے۔ دشمنی میں لگ گئے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ط

حضرت سلطان العارفین باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نفس بادشاہ بنا اور ابلیس اُس کا وزیر ہو گیا۔ اور دنیا ان کی ماں بن کر پرورش کرنے والی ہوئی۔ الشیطان یُصِیْرُ مُسْتَوْلِیًا عَلَی الْاِنْسَانِ (شیطان ضرور عام انسانوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے) وہ دلِ جس میں حبِّ دنیا ہوتی ہے۔ وہ شیطان کی آرام گاہ ہوتی ہے اور اس کا انجام خطرات کی اصل اور جڑ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی سرکشی۔ بغاوت اور لاپرواہی کرنے والا دنیا کی زندگی گزارنے والا دوزخ کا مکین ہوتا ہے۔

اب یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر ان کو کس طرح پکڑتا ہے۔ اور اللہ کی پکڑ ابلیس لعین کی پارٹی کے لیے ضروری ہے

ترجمہ :۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اور تم بھی اسے دشمن جانو۔ وہ آوازیں دیتا ہے اپنے گروہوں کو کہ ہو جائیں دوزخ والوں سے۔

ہٹ دھرم غافل کے لیے فرمان اللہ العٰلمین ہے۔ نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ اُسے اسی حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ آخر وہ جہنم کی طرف لوٹ جاتا ہے اور کتنا بُرا ٹھکانا ہے جہنم کا۔

ایسے لوگوں پر شیطان مسلّط رہتے ہیں۔ جو نیکی کی طرف بالکل آنے ہی نہیں دیتے اور دوزخ ان کے لیے واجب ہو جاتا ہے۔

بے شک نجومی اور جادوگر ابلیس کی جماعت کے پیغمبروں کے مقابلے میں ہیں جھوٹ موٹ اور واہیات کتابیں اس کے احکام اور قانون کی کتابیں ہیں۔ راگی اور گوئیے مؤذّن کے مقابل ہیں۔ شور و شر اور بازاری اڈے مساجد کی بجا ہیں۔ اور عبادت خانے کے مقابل کفار کے بت خانے ہیں۔

ادھر حلال ہے اُدھر حرام ہے اِدھر پاک ہے اُدھر ناپاک ہے اور عورتوں کے مکر ابلیس کے جال ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابلیس سے اس کے دوست کے بارے پوچھا تو کہنے لگا بے نماز میرا یارِ غار ہے۔

چور۔ ڈاکو۔ وغیرہ، اس کے خاص مہمان ہیں ابلیس نے یہ بھی کہا کہ جو شخص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کا دشمن ہو وہ میرا سردار اور چوہدری ہے۔ اور وہ میری پارٹی کا نمبردار ہے۔ اب دیکھیں کفر کیا ہے۔

کُفر کی کہانی: کچھ اس طرح سے ہے کہ اللہ و رسول کی نافرمانی۔ انکاری کفر ہوتی ہے۔ پہلا کافر ابلیس تھا پھر قابیل نے اس کا ساتھ دیا اور ہابیل علیہ اسلام کو قتل کر دیا۔

تکبرِ ابلیس خلقتنی مِن نارٍ وَّخلقتہٗ من طین۔

آگ اور مٹی کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور نورِ نبوت سے ناآشنا رہا۔ نمرود۔ فرعون شداد۔ ہامان۔ ابوجہل جیسے کفار نے بھی خاکساری چھوڑ دی اور انبیائے کرام کی شان میں گستاخی کر کے اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ اَنَا ربکم الاعلیٰ جیسے جھوٹے دعوے کئے۔ اور انجام وقودھا الناس والحجارۃ؛ بت پرستی میں مبتلا ان کا اُعِدَّت للکافرین کے تحت ٹھکانا جہنم ہوگیا۔

وَاتَّقُوا یومًا لا تجزی نفسٌ عن نفسٍ شیئًا وَّلا یُقبلُ منھا شفاعۃٌ وّلا یؤخذ منھا عدلٌ وَّلا ھم ینصرون کے مطابق شفاعت و رحمت۔ قبولیت سے محروم ہوگئے۔ اہل کفر اور کفریہ رسم سے بچنے کے لیے بزرگانِ دین کا طریقہ اپنایا جائے۔ جسے تقلید کا مسئلہ کہتے ہیں۔

اطاعت؛ فرمانبرداری اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول اور مَن یُطِع الرسولَ فقد اطاع اللہ کے تحت قرآن وحدیث پر عمل فرض ہے۔ اور فاتبعونی یُحببکم اللہ کے تحت سنتِ رسول پر پابندی سے عمل کرنا و اولی الامرِ منکم کے تحت قانونِ خلفائے راشدین پر عمل کرنا اور ان کے بعد فقہ پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ازبس ضروری ہے اور صراط الذین انعمت علیہم کے تحت اللہ کے مقرب بندوں کے ساتھ کونو مع الصادقین پر عمل کرتے ہوئے صراطِ مستقیم کی راہ چلنا ضروری ہوگیا۔

پس بزرگانِ دین کے طریقہ کو اپنانا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا اللہ کی رضامندی کی خاطر اسلامیات سے ہے۔ اور تقلید اسی کا نام ہے۔ بزرگانِ دین کا بتلانے سے عبادت۔ وظیفہ اور ان کی زیارت قربِ خداوندی کا سبب ہوتی ہیں۔ اور یہ عبادت وظیفہ اور زیارتیں معلوم کرنا چاہیئے۔

عبادت بندگی اور اللہ کی حاضری کا نام ہے

عبادت وظیفہ اور زیارتیں: جو انسان کلمہ شریف ۔ نماز ۔ روزہ ۔ زکواۃ حج ۔ جہاد اور ایسے نیک کاموں سے انجام دیتا ہے ۔ اور عبادت کا اصل سجدہ اور یادِ الٰہی ہے ۔

احکامِ خداوندی حقوق اللہ سے ہوں ۔ یا حقوق العباد سے ان سب پر امر با المعروف اور نہی عنِ المنکر کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے ۔

یہ یقین کرنا کہ واقعی یہ اللہ کا کام ہے اور حکم الٰہی ہے اور اس میں نجات ہے یا اس کے برعکس یہ خلاف کام ہے اور مناہی میں داخل ہے ۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ ہے اور اس کے رسول سچے ہیں ۔ آسمانی کتابیں برحق ہے ۔ اور قیامت اور اس کے احوال پر ایمان لانا اور یقین کرنا عقیدہ ہے ۔ اور اس پر عمل کرنا اور عملی زندگی گذارنا عمل ہے ۔

جب کسی ذکر کی اجازت پڑھنے کی طالب کسی اللہ والے سے حاصل کرے اسے وظیفہ کا نام دیا گیا ہے ۔ اس وجہ سے انسان کے اندر روحانیت ترقی کرتی ہے ۔ شوق بڑھتا ہے اور اس کا دل اللہ کی طرف لگ جاتا ہے ۔ اور وہ نوری رنگ میں رنگا جاتا ہے ۔ صبغتہ اللہ ومن احسن من اللہ صبغتہً ونحنُ لہٗ عٰبدون ۔ جس طرح حضرت صدیقِ اکبر نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ بہت پسند ہے کہ میں ہر وقت رسولِ پاک کو دیکھتا رہوں دیکھنا عبادت ہے ۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے آیا ہے کہ ان کی زیارت بھی عبادت النظر الی عَلیٍّ عبادۃٌ ۔ (علی کو دیکھنا عبادت ہے) اور بیشک اللہ والوں کی زیارت میں بہت کچھ روحانی ترقی ہوتی ہے ۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیا | بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

عرشِ مجید دربارِ الٰہی اور تختِ ربِ العٰلمین کا حامل ہے۔ خاص اولیائے حق عرشِ معلیٰ کو دیکھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ حضور علیہ اسلام کے روضہ انور کی زیارت بھی عبادت ہے۔ من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی۔

اور حج بھی زیارتوں کا نام ہے۔ عرفات۔ خانہ کعبہ۔ صفا مروہ۔ مسجدِ نبوی۔ گنبدِ خضریٰ اور حجرِ اسود۔ آبِ زمزم وغیرہ کی زیارت کا نام حج ہے اور یہ بھی اللہ کی عبادت ہے۔ اور ماننے اور عمل کرنے کی رُو سے عبادت کے درجات یہ ہے۔

عبادت کے درجات: **فرض:** اللہ عزوجل کا صاف حکم جس کا انکار کفر ہے۔ نہ ادا ہو تو قرض ہو جاتا ہے۔

اور اس کی سزا لازمی ہے۔ بشرطیکہ توبہ کرے اور اس کی توبہ قبول ہو جائے۔ دل سے انکاری ہو زبان سے بھی انکاری۔ عمل سے بھی انکاری تو وہ شخص کافر ہو گا۔

دل سے انکاری نہ ہو اور عمل نہ کرے۔ کہے کہ بیشک یہ حکم الٰہی ہے۔ تو وُہ کافر نہ ہو گا بلکہ فاسق ہو گا۔

اور جو دل سے انکاری اور زبان سے صرف اقرار کرے ڈر کر یا کسی لالچ سے تو وہ منافق ہے۔ اس کی سزا کافر سے بھی سخت ہے۔ مثل مشہور ہے کہ گھر کا بھیتی لنکا ڈھائے۔ دل و زبان سے اقراری اور صاحب عمل ہو تو وہ مسلمان اور مومن ہو گا۔

سنت: طریقہ نبوی ہے یا صحابہ کرام کا۔ سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ۔ سُنت مؤکدہ ضروری ہے غیر مؤکدہ نفلی ہے۔ موکدہ اور تاکیدی سنت واجب ہے۔ واجب قریب فرض کے ہوتا ہے۔ اس کا تارک الفتِ

مصطفٰی کا حق دار نہ ہوگا۔ شفاعتِ پیغمبر میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ بشرطیکہ کہ توبہ کرے۔ سنت غیر مؤکدہ نفلی درجہ میں ہے کرے گا تو ثواب ہوگا۔ نہ کرنے پر عذاب نہیں۔

سنت کے تارک کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جھڑک اور ڈانٹ ہے۔

مستحبات مباح اور نوافل شوقِ محبت اور حفاظتِ ایمان کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور یہ انسان کے نور کی ایک علامت اور اضافہ ہے۔ مثل مشہور ہے۔ جتنا گڑ ڈالو گے میٹھا زیادہ ہوگا۔ جتنا اظہارِ محبت کرو گے اتنا ہی اللہ کا قرب زیادہ ہوگا۔ اور یہ بیشک اللہ عزوجل کا فضل ہے۔

اللہ عزوجل کا فضل: اگر اللہ چاہے تو اپنے فضل سے خاک کو سونا کر دے اس پر صرف ایک مثال عرض ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ اللعلمین ہیں۔ شاہد ہیں۔ گواہ ہیں بشیر ہیں خوشخبری دینے والے نذیر ہیں کفار کو ڈرانے والے داعی اِلی اللہ باذنہٖ دعوتِ اسلام ہر نیک و بد تلک پہنچانے والے ہیں۔ سراجاً منیراً دلوں کو منور کرنے والے ہیں۔ آپ کے یہ سب تصرفات بوجہ ختمِ نبوت کے بصورت ولایت محمدی اللہ والوں کو حاصل ہیں۔

حضرت سلطان العارفین باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ملک شام کے چالیس ابدالوں سے ایک ابدال فوت ہوگیا۔

حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ وہاں پہنچے اور خضر علیہ اسلام بھی تھے سب ابدالوں نے آپ کی معیت میں اس کا جنازہ پڑھا اور اس کی تجہیز و تکفین فرما کر دفن کیا۔ اور پھر بحکم غوثِ اعظم جناب خضر علیہ اسلام قسطنطنیہ پہنچے۔

اور ایک کافر کو پکڑا اور فوراً لے کر حاضر ہو گئے۔

جناب غوثِ اعظم نے اس کو کلمہ شریف پڑھا کر مسلمان کیا۔ اس کی حجامت مطابق شرع محمدی کے فرمائی۔ اس کی لبیں کٹوائیں اور اس کو نظرِ رحمت سے دیکھا اور نگاہِ غوث سے وہ کافر ابدال ہو گیا۔ اور اس طرح فوت شدہ ابدال کی جگہ پر اسے مقرر فرما دیا گیا۔ اللہ اکبر۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

(علامہ اقبال رح)

اب سنئے کہ فی سبیلِ اللہ اور غیر اللہ کسے کہتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے اپنی معرفت اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے اظہار کی خاطر سلسلہ کائنات تخلیق فرمایا۔ اب پھر تمام خلائق میں سے عقل اور علم اور ظہارِ بیان کی نعمت انسان کو عطا کی اور اسے اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا۔ اور اسے خلافتِ ارضی سپرد کی۔

نور و نار۔ شب و روز۔ تاریکی و روشنی۔ نیک و بد۔ خیر و شر جیسی قوتوں کا مقابلہ پیدا کر کے عالمِ دنیا کو چار چاند لگائے۔

عذاب و ثواب۔ عتاب و اعزاز۔ جزا و سزا جیسی قوتوں سے شوق اور بے رخی پیدا کی۔ جنہم اور جنت کے مقام سمجھائے۔

اب انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ اسلام کے سامنے جو سراسر نیکی کے رہنما تھے۔ خلیفہ ارضی کی زنجیر اور فہرست کے اوّلین کڑی اور رہنما تھے ان کے مقابل ابلیس لعین شیطانِ اوّل حقیقی کھڑا دکھا دیا۔ بس یہیں سے حق و باطل۔ سچائی اور جھوٹائی۔ دوستی و دشمنی کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ اس بات کی وضاحت کے لیے حسب ذیل عنوان کے تحت چند مثالیں عرض کر کے کتاب ہذا کی تکمیل کی

کوشش کرتا ہوا۔ وماتوفیقی اِلّا باللہ۔

(۱) نیکی و بدی کا مقابلہ۔ نیکی و بدی کے رہنما۔ ابلیس۔ نفس اور دنیا کفر کی کہانی۔ مقام غیر و ثواب۔ عبادات و وظائف۔ زیارتیں۔ تقلید کا مسئلہ۔ فضلِ رب العزت اللہ کی پکڑ۔ حق و باطل بندے کا کام اور فرض۔ اللہ کا حکم اور بندے کا خیال۔

فی سبیل اللّٰہ کا مطلب ہے اللہ کی راہ میں ہر وہ چیز جس کا تعلق کسی نہ کسی طریق سے اللہ کی طرف ہو اور اس بات سے رضائے رب حاصل ہو فی سبیل اللہ ہوتی ہے۔ **غیر اللہ**:۔ اور وہ چیز جو اللہ کی پیدا کی گئی ہو لیکن اس کا تعلق رضائے الٰہی کے خلاف ابلیس لعین اور عدوّ اللہ سے ہو۔ غیر اللہ ہو گی۔

تمثیلات فی سبیل اللّٰہ:۔ محمد رسول اللہ از آدم تا حضرت عیسیٰ و محمد رسول اللہ جمیع انبیائے کرام علیہم اسلام

کتابیں کلامِ الٰہی۔ تورات۔ زبور انجیل و صحائف اور قرآن مجید ہر پیغمبر کے اُمتی جو اسلام میں داخل ہوں۔ حضور علیہ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور سُنتِ خلفائے راشدین۔ حدیثِ رسول۔ معجزہ و کرامت۔ فقہ۔ آئمہ و مفرینِ حق اہل سنت وجماعت۔ مساجدِ اللہ۔ اولیائے کرام اور ان کے مسکن وغیرہ۔

تمثیلات غیر اللّٰہ۔ ابلیس۔ کفار۔ نفس۔ دنیا۔ حرص۔ طمع وغیرہ۔ منافقین فاسق فاجر۔ بری مجلسیں اور جگہیں وغیرہ۔

فی سبیل اللہ چیزیں انسان کے لیے نیکی کی رہنما ہیں۔ اور صراطِ مستقیم دکھانے والی ہیں۔ اور غیر اللہ سے متعلق اشیاء انسان کے لیے گمراہ ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ انسان دو طرح کے عمل کرتا ہے۔

نیکی اور بدی: بدی:۔ ہر وہ بات ہر نظریہ۔ فعل یا کام جس کی وجہ سے اپنے یا پرائے انسان خود کو یا دوسرے کو روحانی یا جسمانی طور پر نقصان

ہو جیسے دُکھ۔ افسوس یا تکلیف ہو۔ وہی بات بدی کا نشان ہو گا۔

نیکی:۔ بدی کے برعکس جس بات نظریہ اور کام سے اپنے یا پرائے خود کو یا دوسرے کو روحانی یا جسمانی طور پر نفع۔ آرام۔ سکھ۔ خوشی۔ محبت حاصل ہو۔ اسے نیکی کا نام دیں گے۔

بدی کے بارے فرمانِ صاحب نبوّت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "ہر وہ حرکت جس کی وجہ سے انسان کو چھپ کر رہنا پڑے اور ظاہر کرنے سے ڈرے اور لوگوں کے سامنے وہ کام کرنا اپنے لیے بے عزتی کا باعث جانے وہ بدی ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس نیکی ہو گی۔

سب سے بڑی شرط اللہ اور بندے کے درمیان شرک سے دُور رہنا اور سجدہ صرف اللہ کو کرنا ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے۔

از روئے سجدہ فی سبیل اللہ بھی غیر اللہ میں شمار ہو گا۔

تمام مخلوقات میں انسان۔ فرشتہ۔ جن سرفہرست ہیں۔ باقی تمام چیزیں محض دنیا کے میدان میں سامانِ آسائش و آرام کا ذریعہ ہیں۔ اور ان کا کام خدمت انسان ہے چاہے اُس کا تعلق اپنے خالق سے حق ہو یا باطل ——————

(۱) فرشتہ محض نوری مخلوق ہے۔ اور اس کا نتیجہ سراسر نیکی ہے۔

(۲) جن آگ کی لَو سے تخلیق کیا گیا ہے۔ اور غرور و تکبر بدی کی علامت اس میں زیادہ ہے۔ ہاں ان میں سے چند جو صاحب نصیب ہوں وہ نیک ہو جاتے ہیں۔ اسلام جن اور انسانوں سب کے لیے ہے اور حضور ان دونوں گروہوں کے پیغمبر ہیں۔ نبی پاک کو سیّد الثقلین اسی لیے کہتے ہیں۔

(۳) انسان ایک ایسی احسنِ تقویم تخلیق کا مالک ہے۔ جس میں صفتِ جن نفسانیت و حیوانیت کے ساتھ ساتھ صفت، ملائیک بدرجہ اتم موجود ہے۔

پس کھیل اور دنگل تو انسان ہی کا دیکھنے والا ہے۔ اس کی ہار جیت میں اور اس کی شکست میں جہنّم ہے۔

اس کی جیت میں اور اس کی کامیابی میں حصولِ جنّت اور رضائے رب کے ساتھ دیدار رب اللعلمین اور نجات ہی نجات ہے۔

یہاں نیکی اور بدی کے مقابلہ کے بارے ایک حکایت لکھی جاتی ہے۔ برِصغیر پاک و ہند میں جب انگریز حکمران تھے۔ اُس زمانہ کی یہ حکایت ہے کہ ایک انگریز عیسائی مذہب نے ایک بہت بڑا مجمع دیکھا تو وہ اپنے ساتھیوں سے پوچھنے لگا۔ یہ کیسا مجمع ہے۔

جواب :۔ جناب یہ مسلمان جمع ہیں ان کے کوئی پیر صاحب۔ یا مولوی صاحب

انگریز :۔ اس مجمع میں چلا گیا۔ اور مولوی صاحب سے یوں کہا۔

انگریز :۔ جناب کیا آپ مولوی صاحب ہیں۔ آپ مولٰنا ہیں۔

جواب :۔ جی ہاں لوگ ہمیں اسی طرح پکارتے ہیں مولوی جی۔

انگریز :۔ اچھا آپ مولوی ہیں تو کیا مولاؔ کی خبر دیں گے۔

جواب :۔ انشاء اللہ جواب دیں گے۔

انگریز :۔ جب میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام یزید کے مقابلے پر گئے تھے۔ اُس وقت اللہ عزوجل کس کے ساتھ تھا۔

(یعنی اللہ نے کس پارٹی میں حصّہ لیا)

نوٹ :۔ انگریز چاہتا تھا کہ میں کسی طرح اسلام کے خلاف مذاق اڑاؤں۔ کہ ضرور مسلمان اللہ کو امام حسین کا حمائتی بنائیں گے اور میں کہوں گا کہ پھر وہ شہید کیوں کر دیئے گئے۔ اگر وہ کہیں گے کہ یزید کے ساتھ تھا (نعوذ باللہ من ذالک) تو کہوں گا اللہ ظلم کا بھی حمائیتی ہے ؟۔

جواب :۔ اللہ تعالیٰ پارٹی کے لحاظ سے کسی طرف نہ تھا۔ بلکہ اُس میدان میں نیکی اور بدی کا مقابلہ تھا۔ نیکی کے پاس صبر کا سرمایہ تھا۔ اور بدی کے پاس ظلم کی پونجی۔

نیکی کے رہنما امام حسین علیہ السلام تھے اور بدی کے طرف دار یزیدی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں فیصلہ کی ترازو تھی۔

انگریز :۔ واہ واہ ۔ واہ مولٰنا صاحب ۔ بہت خوب ۔ اچھا پھر۔

جواب :۔ ظلم یزید ہوتا رہا ۔ ہوتا رہا ۔ ہوتا رہا ۔ آخر ظلم ہار گیا ۔ اور صبر حسین کی انتہا باقی رہی ۔

انگریز :۔ اس بات کی وجہ اور ثبوت ، کوئی دلیل ؟

جواب :۔ یزید خود ہی پچھتا گیا اور اپنے ساتھیوں پر برس پڑا اور خود ہی سمجھ گیا کہ میں خسارہ میں رہا ۔ اور ماتم پر اتر آیا ۔

لیکن امام حسین کا مقصد پورا ہو گیا ۔ اور اسلام کے گرد ایسی فصیل کھینچی کہ قیامت اور بعد قیامت بھی قائم رہے گی ۔ اور یہاں سے نیکی اور بدی کا انجام معلوم ہو گیا ۔

نیکی اور بدی کا انجام : نیکی اللہ کو پسند ہے ۔ اس کے ساتھ انسان کو درجوں بلند فرماتا ہے اور ایک نیکی کے بدلے دس درجے بڑھاتا ہے ۔ اور اپنے فضل اور رحمت کے وسیع ہونے سے سات سو تک بڑھاتا ہے ۔ اور پھر بھی واسعٌ علیم کی دلیل بیان فرماتا ہے ۔ قرآن پاک میں ہے ۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مال اپنے ان کی حالت اس دانے کی طرح ہے جس سے سات خوشے پیدا ہوئے سَبْعَ سَنَابِلَ فِی کُلِّ سُنۡبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ہر خوشے میں سو دانے (وہ سات سو ہو گئے ۔ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَن

یشاءُ واللّٰہ واسعٌ علیم اور وہ اس سے بھی زیادہ کر کے دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور اللہ قدرت اور علم دونوں رکھتا ہے۔

لیکن بدی کو نیکیوں سے بدل کر مٹا دیتا ہے۔ اگر معاف نہ کرے تو اُسی مقدار پر سزا دیتا ہے۔ اور بس۔ یہ اُس کا ذاتی قانون اور عطا ہے۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا، اور جو کوئی ایک نیکی کرے اسے دس گنا بڑھا دیا جاتا ہے (کرمِ اکرم)، نیکی اور بدی اللہ ہی طرف سے ہے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ کا حکم اور بندے کا خیال (خواصِ بشریہ میں) کس طرح کام کرتا ہے۔

انسانی وجود اربعہ عناصر آگ ہوا۔ پانی اور مٹی کا مرکب ہے اور احکامِ خداوند تعالیٰ ترتیب دار عمر اور عقل کی درجہ بندی کے ساتھ روزِ پیدائش سے رُوزِ مَوت تلک ساتھ ساتھ بدلتے چلے جاتے ہیں۔

(۱) خاصئہ نار سخت وزبر۔ تکبر و غرور پر مشتمل ہے۔ اور اس کی دلیل جلتی آگ کا وہ شعلہ ہے جو بجائے پھیلنے کے اوپر کو اٹھتا اونچا ہوتا جاتا ہے۔

انسان کا کام ہے کہ اس قوتِ خداداد کو قابو میں رکھتے ہوئے صرف جہاد کی صورت میں باحسن طریق استعمال کرے کہ وہ اِبلیسی مشابہت نہ ہو جائے ؎

تکبر مکن زینہار اے پسر — کہ روزِ زدستش در آئی بسر
تکبر عزازیل را خوار کرد — بزندانِ لعنت گرفتار کرد (سعدیؒ)

عزیز الجبار المتکبر صرف ذاتِ الٰہی ہے۔ بڑائی اور کبریائی اُسی کو ہے۔

(۲) اور خاصئہ ھوا: ہوس۔ لالچ۔ حرص۔ طمع سے اثر پذیر ہے اور یہ خاصیت بھی انسان اشرف الخلائق کی شان کے منافی ہیں

(۳) پانی کی خاصیت طَمع۔ جاگیرداری۔ قبضہ۔ نیچی طرف پھیلنا ہے۔ جس کی وجہ سے غریبوں اور محتاجوں۔ کمزوروں پر ظلم ہوتے ہیں۔

(۴) مٹی اور خاک میں خاکساری ہے۔ اور یہ اچھی چیز ہے۔

اب انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی عقل اور علم کے سہارے احکامِ الٰہیہ اِلٰہ العٰلمین کو سمجھے اور اس کی پناہ اعوذ باللہ من شرور انفسنا کی مدد سے اپنے وجود کو نیکی پر لگائے۔ جنت کی طمع رکھے اور جہنم سے بچے۔

جس طرح آگ کی حفاظت نہ کی جائے تو بنے بنائے گھر کو راکھ بنا دیتی ہے۔ اسی طرح تکبر سے انسان کا سرمایہ روحانی ختم ہو جاتا ہے۔

ابلیس کتنا بڑا عابد زاہد تھا صرف تکبرانہ سجدہ سے کنارہ کشی کی اور لعنتی اِلیٰ یوم الدین کا۔ طوق گلے کا ہار ہو گیا حفاظت کرنے سے آگ سے ہزار ہا مفاد حاصل ہوتے ہیں۔ گرمی۔ سردی خورد و نوش اور دیگر کاموں میں فائدہ دیتی ہیں۔ یہی حال ہوا کا ہے۔ ہر سانس اس کے وسیلہ سے حیات ہے۔ اور پانی زندگی کے ساتھ ساتھ ظاہر باطن کئی طرح سے جزوِ بدن ہے اور مٹی سے ہی ہماری خوراک بنتی ہے۔ اور اسی پر ہمارا مسکن ہے انسان کا جسم جو کچھ کھاتا پیتا ہے۔ ہر وہ چیز اربعہ عناصر کے ملنے سے تیار ہوتی ہے۔

تاثیرِ صحبت مؤثر تر ہوتی ہے۔ باغ سے گذرو تو پھولوں کی خوشبو پتوں کی تازگی دماغ کو معطر کرے گی۔ گندگی کے ڈھیر سے گذر ہو جائے تو طبیعت متعفن ہو کر بیزار ہو جائے گی۔

یہی حال باطنی قوتوں کا ہے۔ وجودِ انسان سراسر سیاہ اندھیرا ہے۔ اور اسے روشنائی سے آشنائی اور نورانی بنانا انسان کا کام ہے۔

روشنی کرنے کے لیے تیل۔ بتی۔ شمعدان۔ ماچس یا بجلی کے اخراجات میں بہت کچھ محنت درکار ہے۔ ولیکن روشن اور منور قلب میں ابلیسی قوتوں میں سے کوئی بھی آجائے تو وہ اسی طرح نقصان دے گی جیسے جلتے شمعدان اور روشن بلب کو

ایک پھونک مار دینا یا بٹن دبا دینا

مثال: مولٰنا روم رحمتہ اللہ علیہ نے حکایت لکھی ہے کہ ایک بھنگی خاکروب گندگی اٹھانیوالا شخص ایک دن بازارِ عطر فروش میں چلا گیا تو بازار جو خوشبوؤں سے بھرا تھا۔ ہوا بہت معطر تھی اس وجہ سے وہ وہیں بازار میں گر گیا اور بیہوش ہو گیا۔ لوگوں نے اسے ہوش میں لانے کے لیے مزید عطر کی شیشیاں سنگھانی شروع کر دیں تو وہ مرنے ہی لگا۔

اس کی بھنگن آئی اور لوگوں کو الگ کیا۔ فوراً اس کے نتھنے میں نسوار ڈالی اور وہ اٹھ بیٹھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو پسی ہوئی گندگی تھی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ انسان جس مجلس کا ہو جائے۔ اسے وہیں آرام ملتا ہے۔ اور آخر دوسری مجلس میں اسے ہلاکت کا سامنا دکھائی دیتا ہے۔ اکثر نشہ ور لوگ بہت زیادہ بھی نشہ دینے والی چیز کھالیں تو کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن عام آدمی بہت کم مقدار سے بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ پس ہر انسان کو اللہ والوں کی زیارت اور شوقِ دیدار و عبادت ضروری ہے۔ عامتہ المسلمین کا اللہ والوں کی حاضری میں شامل ہونا اسلام کا بہترین اصول ہے۔ فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہ کے مطابق اللہ عزو جل کی طرف دوڑ لگانا اس لئے لازمی ہے کہ ابلیس کے دام فریب سے بچا جائے۔ اب اگر قرآن اور مسجد ہی کو اللہ تعالےٰ کا دربار سمجھ لیا جائے تو وہاں جا کر کیا کرے گا۔ اور قرآن اور مسجد اتنے تک اس کی کوئی مدد نہ کریں گے جب تک وہ پہلے کسی استاد سے قرآن پڑھ کر سمجھے نہیں اور نماز و وظائف کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

اس لیے ثابت ہُوا کہ وہ لوگ جو اللہ کے طالب ہیں اور اس کی راہ کے واقف ہیں۔ ان کی مجلس میں ضرور جائے۔ کوئی جتنی جماعتیں اور جتنا علم بھی پڑھ جائے۔ وہ اتنے تک کسی عہدہ یا سرکاری کام پر مقرر نہیں ہوتا جب تک وہ

دوبارہ کسی کورس۔ ٹرئینگ میں شامل ہو کر متعلقہ محکمہ کی سند نہ حاصل کرے
نماز سے پہلے وضو۔ وضو سے پہلے جسم کی طہارت ہے پھر مسجد میں جا سکتا ہے۔
اور نماز پڑھ سکتا ہے۔ اِسی طرح اللہ کے قرب میں بیٹھنے سے پہلے ویز کیھم دلوں
کی طہارت خلوص۔ محبت وعشق سے حاصل کرنے کے لیے کسی عاشق کا طریقہ
سیکھیۓ۔ اطاعتِ رسول اور اطاعتِ الٰہی اور امر حکمائے کے ساتھ اتباعِ رسول اسوۂ
حسنہ اور سنتِ رسول ہے۔ اور جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے
تو وہ لوگ جو پہلے سے اس کی اسوۂ حسنہ پر عامل ہیں ان کو دیکھنا اور ان کی مجلس
میں بیٹھنا مقصدِ زندگی ہے۔

حدیث پاک: مثل الجلیس الصالح والسّوءِ کحامِلِ المسکِ ونافخِ الکیر
نیک آدمی کی مثال کستوری فروش کی ہے اور بُرے کی مثال لوہار کی دھونکنی کیطرح عطر
فروش کے پاس جانے سے یا تو عطر خرید سکتے ہیں۔ یا تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے دماغ
کو معطر رکھ سکتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے وہ ایک تو نہ ہمیں مفت بھی دے دے۔
اور لوہار کی دکان پر ٹھک ٹھک۔ دھوآں سے آنکھیں لال کر لینے کے سوا اور
کیا ملے گا۔

الابذکراللہ تطمئن القلوب: اطمینانِ دل اللہ کے ذکر کے سوا میسر نہیں
اور ذکر الٰہی کرنے والوں کے پاس جانے سے ضرور ہم بھی ذاکر ہو سکتے ہیں۔ ضیاءِ کم
الذی اِذا رأو ذُکِر اللہ: اچھے لوگوں کے پاس حاضر ہونے سے اللہ کی یاد
آ جاتی ہے۔

اِتقوبفراستِ المؤمنین: مومن کی فراست سے ڈرو۔

یعنی ایسے لوگ ہمارا حال باطنی دیکھ لیتے ہیں۔ اور وہ ہماری اصلاح اسی طرح
کریں گے جیسے حکیم بیمار کی بیماری کو دُور کرنے کی کوشش کرتا ہے شفا اور ہدایت

اللہ کے پاس ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر گنہگار ڈرتے ہیں نیکوں کے پاس حاضر ہونے سے۔

اور ابلیس نے بھی کہا تھا کہ نیکوں پر میرا قابو نہ چلے گا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ شیطان تم سے بہت دُور بھاگتا ہے اور حضرت عثمان نے یا حضرت عمر نے رضی اللہ عنہم نے ایک شخص کو اپنی مجلس سے اُٹھ جانے کو کہا اس لیے کہ اُس شخص نے اثنائے راہ ایک عورت کو نظرِ بد سے دیکھا تھا۔ اور خلیفہ رسول نے اپنی فراستِ نورانی سے ملاحظہ فرمالیا۔

ایک یہودی حضرت بایزید بسطام شریف والوں کے پاس مسلمان کی صورت ظاہرہ میں حاضر ہوا اور بولا سرکار اس کا مطلب کیا ہے۔ اتقوا بفراستہ المومن آپ نے فرمایا اس کا صحیح جواب تم خود ہو کہ تم کفر کا جنجو توڑ دو اور پڑھ لو۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

وہ شخص فوراً آپ کے دستِ مبارک پر مسلمان ہو گیا۔

حدیث شریف ہے۔ المرءُ علیٰ دِینِ خلیلِہٖ فلینظر اَحدکُم مَن یُخالِلُہٗ۔

ہر آدمی اپنے دوست کے دین پر ہے۔ پس ہر کوئی دیکھے کہ اس کا دوست کون ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمان تھے وہ اپنے خلیل ربّ جلیل سے یوں عرض کیا کرتے تھے۔ رَبِّ ھَبْ لِی حُکمًا وَّ اَلحِقنِی بِالصّالحین۔ اے پروردگار عطا کر مجھے حکم اپنا اور مجھے صالحین سے ملا دے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا۔ اَنتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنیا وَالآخِرۃِ تَوَفَّنِی مُسلِمًا وَّ اَلحِقنِی بِالصّالِحین۔ تو ہی میرا دوست دنیا اور آخرت میں ہے مجھے وفات دے اسلام پر اور ملا دے مجھے ساتھ صالحین کے۔

اور حضرت لقمان علیہم السلام نے فرمایا۔ وَاَدخِلنِی بِرَحمَتِکَ فِی عِبَادِکَ

الصالحین ؛ ر اے اللہ مجھے اپنی رحمت اور اپنے بندوں صالحین کے ساتھ ملا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خصوصی حکم فرمایا۔

اَدْفِنُوْ مَوْتَاکُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنِ کہ دفن کرو اپنے مُردوں کو نیک صالح لوگوں کے درمیان یا قرب میں۔

اور فرمایا فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَتَاَذّٰی مِنْ جَارِ السُّوْءِ کَمَا یَتَاَذّٰی الْحَیَّ اسواسطے کہ میت کو برے پڑوسی میت سے اُسی طرح تکلیف ہوتی ہے جیسے زندہ لوگوں کو اپنے پڑوسیوں بُروں سے۔

صلی اللہ تعالےٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ واہل بیعت اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین۔ بے شک دنیا کے لوگ مرتے ہیں۔ اور موت کے بعد نئی زندگی حاصل ہوتی ہے اس لئے "الموت بعد الحیات والحیات بعد الموت" درست ہے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ؛ ر ہر اک جان نے موت کو چکھنا ہے موت دنیا و آخرت کے مابین ایک باڈر۔ سرحد اور پُل ہے۔

موت کفار اور ظالم کے واسطے عذاب کا ایک اعلان ہے۔ اور نیک صالحین کے لیے ایک وصال اور ملاقات ہے۔

بہر حال دنیا و مافیہا فانی اور عارضی ہے۔ مطابق فرمان رب کریم کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ سب کچھ فنا ہونے والا ہے اور ہر چیز اپنی مقررہ میعاد تلک باقی اور قائم ہے۔

اذا جاء اَجَلُہُمْ لَا یَسْتَاْخِرُ مِنْ ساعۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْن ۔ خصوصاً۔

سب انسان باری باری دنیا پر اپنا وقتِ مستعار گذار کر لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ اور بنتے جائیں گے۔ اور جب اس عالمِ فنا کی مکمل حیاتی ختم ہو جائے گی۔ اور کوئی انسان کلمہ حق لا الٰہ الا اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ تو یوم القیامتہ برپا ہو جائے گا۔ اور ویبقیٰ ذوالجلال والاکرام کے مطابق سب کائنات نیستی کے عالم میں گم ہو جائے گی۔

ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں موت آجائے۔ ؎

سیٹھ جی کو فکر تھی اک اک کے دس دس کیجئے۔

آیا ملک الموت بولا جان واپس کیجئے۔

؎ سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں۔

عرش۔ کرسی۔ جنت۔ جہنم۔ عرش لوح قلم باقی رہیں گے اور بس۔

ہاں انسانی زندگی اور موت دیگر تمام کائنات سے الگ۔ اور اچھوتی انوکھی۔ رازوالی اور عجیب ہے۔ انسان باوجود مرنے کے نہیں مرتا کیونکہ یہ تاجِ خلافت اور ایک اہم کام کا حامل ہے۔ اس کی روح کو موت نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان قبر میں بدستور دیکھتا سنتا ہے۔ روزی اور پرورش کا ذمہ دار خود اللہ تعالٰے ہے وما من دابّۃٍ فی الارض الّا علی اللّٰہ رزقہا۔ اور انسان کو فرمایا وَمَا خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون۔ اے انسان تیری تخلیق کا مقصد دنیا کمانا نہیں بلکہ میری عبادت اور معرفت کا حصول ہے۔

اللہ تعالٰے نے زندہ کفار کو مُردہ فرمایا ہے اور حضور علیہ اسلام نے فرمایا۔ یہ کافر ہیں۔ مردہ دل ہیں یہ آپ کی نہ سنیں گے۔ اور فوت شدہ نیک دل صاحب ایمان کے بارے فرمایا فَلَنُحیِیَنَّہٗ حیوۃً طیّبۃ۔ ان کو مرنے کے بعد نئی اچھی حیات طیبہ ملتی ہے۔

اور شہدائے کے بارے صاف ارشاد فرمایا۔ وَمَنْ یُقاتل فی سبیل اللّٰہ اموات باوجود مردہ نظر آنے کے بل احیاءٌ زندہ ہیں۔ اور ان کے مرنے کا خیال تک نہ کرو وَلٰکن لاّ تشعرون تم لوگ ان کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور دوسری جگہ فرمایا یہ لوگ اللہ کے ہاں سے روزی دیئے جاتے ہیں۔ عِندَ ربّھم یُرزقون۔

حضور علیہ اسلام نے عام فوت شدہ لوگوں کے بارے فرمایا۔ مُردے سنتے ہیں۔ تمہارے چلنے کی آواز کو۔ اور سلام کا جواب دینا جانتے ہیں۔ اور اُسے معلوم ہوتا ہے کہ میری قبر پر کون کھڑا ہے۔

روح کے بارے احادیث مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ روح دو قسم ہیں۔ مکانی۔ سیلانی۔ نیند کے غلبہ میں سیلانی روح نکل جاتی ہے۔ اور مکانی قائم رہتی ہے۔ مکانی روح کا کام ہے انسان کی صحت کو بحال رکھنا۔ اور سیلانی کاروبار کراتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سوئے ہوئے انسان کا بدن پرورش پاتا رہتا ہے۔ اور معدے کا عمل۔ خون کا عمل اور نبض بدستور کام کرتی ہے۔ نیند کو اسی لیے موت کی بہن کہا گیا ہے۔

بوقت موت دونوں روح کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے انجن کا بٹن اور چابی بند کر دی جائے۔

کیمیائے سعادت میں حضرت امام غزالی فرماتے ہیں۔ جس طرح انسان جو گھوڑے پر سوار ہو۔ گھوڑے کے مرنے سے انسان سلامت رہتا ہے۔ اِسی طرح انسانی بدن کے بیکار ہونے سے انسان کی اصل ختم نہیں ہوتی۔ اسی لیے انسان کی ابتدا بارے ھل اتیٰ علی الانسان حینٌ من الدھر لم یکن شیئًا مذکورا کے الفاظ ہیں۔ کہ انسان تو تھا لیکن وہ کسی شئے صورت اور چیز ذکر کے قابل نہ تھا۔ اور قل الروح من امر ربی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت عام لوگوں پر عیاں نہیں ہوتی۔

حضرت آدم علیہ اسلام کے بارے فرمایا فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَ اور اُنہوں نے چکھ لیا اس درخت کو۔ اور موت بارے کُلّ نفسٍ ذائقۃ الموت۔

ہر جی موت کا ذائقہ چکھے۔ چکھنے سے اس پر موت کی غشی طاری ہو جائے گی
حضرت آدم علیہ اسلام اور اماں حوا علیہ الصوۃ واسلام کو دنیا پر آنے کا
سبب وہ درخت ٹھہرا۔ اور یہاں سے جانے کا سبب موت کا چکھنا ٹھہرا اور
شیطان نے قسم اٹھائی تھی کہ آپ کو اس درخت سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ
کہیں تم فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہمیشہ کی زندگی نہ پالو۔ یہ اس کا دھوکا تھا۔ جیسا انسان
کا حال دن کو گزرتا ہے اس کے مطابق انسان کبھی کبھی نیند میں عموماً رات کو عالم
رویا میں خواب دیکھتا ہے اور اسے کچھ چیزیں معلوم ہوتی ہیں کبھی ہنس دیتا
ہے کبھی رو دیتا ہے اور کبھی صرف کوئی واقعہ معلوم کرتا ہے۔ کچھ یاد رہتا ہے۔
کچھ بھول جاتا ہے۔

اسی طرح قبر میں بھی انسان خوش حالی۔ تنگی۔ اچھی۔ بری اپنے حال اعمال
اور نیت وعقیدہ کے مطابق خوشی غمی دیکھتا ہے اور یہ روحانی عذاب عتاب
اور ثواب و نجات کی مثال ہے۔ اور اس کے ساتھ جسم بھی شریک ہوتا ہے۔
شبِ معراج حضور علیہ اسلام نے حضرت موسٰی علیہ اسلام کو نماز پڑھتے
قبر میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کے وجود مٹی پر حرام ہیں۔ اور ان کے
وجود سلامت رہتے ہیں العلماء ورثۃ الانبیاء کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور
دیگر انبیائے کرام کے اصحاب اور اولیائے ربانی کو بھی اس سلامتی سے حصہ
برابر ملتا ہے۔

والذین آمنوا اشد حب اللہ کے مطابق اللہ والے دنیا کے لالچ اور اس
کے غم اور نقصان سے آزاد ہوتے ہیں۔ جس چیز سے محبت نہ ہو اس کے ضائع ہونے
یا جدا ہونے کا غم کیا۔ انہیں محبت اللہ سے اور اللہ ان کے ساتھ ہے۔
ان اللہ مع المحسنین ان اللہ مع الصابرین۔ ان اللہ مع المتقین۔ قبر دل کے بیمار دل

گنہگاروں اور کفاروں کے واسطے عذاب اور زہرِ قاتل ہے اور اللہ والوں کے لیے امید اور خوشی کا مقام ہے۔

بیشک تنگی اور دکھ میں موت مانگنا حرام ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی۔ باعثِ ثواب ہے۔ اور موت کی یاد ہونا ایمان کی سلامتی کی علامت ہے۔

ترجمہ:۔ اور جو راہِ خدا میں قتل ہو جائیں۔ ان کو مُردہ خیال نہ کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں اپنے رب کے پاس سے اور خوش ہوں اللہ کی عطا پر۔ جو انہیں اس نے اپنے فضل سے عنائت کی۔ اور وہ خوشی کرتے ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ ملے پچھلے لوگوں سے ان کے لیے بھی سب کے واسطے نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ ہی غم۔ اس مضمون سے واضح ہو گیا کہ (مقام قبر اور صاحبِ قبر)

(۱) کہ کفار و مشرکین کو قبر میں سننے اور دیکھنے کی صفت حاصل ہوتی ہے۔ اور تمام مسلمان بھی دیکھتے سنتے اور سمجھتے ہیں۔ ورنہ عذاب کی تکلیف اور ثواب کی خوشی کا مطلب کیا ہو گا۔

(۲) انبیائے کرام اور تمام اولیاء کرام نیک لوگ قبروں میں تصرّف فرماتے ہیں۔ اور اہل دنیا سے تعلق روحانی رکھتے ہیں۔

اب مقامِ قبر اور صاحبِ قبر کے بارے سنیے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ نیک لوگوں کے درمیان دفن کرنے میں فائدہ ہے۔ پس ہر قبرستان میں چند ایسے افراد فوت شدہ دفن ہونے چاہییں جن کا درجہ اللہ کے نزدیک قابل ستائش اور مقرب ہو۔ کہ ان کے پاس عامتہ المسلمین دفن لوگوں کو فائدہ ہو۔ ایسے مخصوص مقام قبر پر روشنی کا انتظام اور خانقاہ بنانا اور ان کا کپڑے سے ڈھانپ رکھنا مستحسن طریق ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے۔ وَقِیلَ لَا بَأسَ بِہٖ : اور کہا گیا ہے کہ قبر پر بنا بنانی مکروہ نہیں۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے امام صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور پر چونہ لگانے اور لکھائی سے منع فرمایا ہے۔ لیکن شامی اور دیگر کتابوں میں ہے کہ اینٹوں سے پختہ بنانا کھدنے کے خوف سے عادت ہوگئی ہے اور اسے اچھا جانتے ہیں۔

اور حضور علیہ اسلام نے فرمایا جس بات پر نیک اخیار مسلمانوں کا اتفاق رائے ہو جائے وہ کام اللہ ورسول کے نزدیک بھی جائز ہو جاتا ہے۔

حضور علیہ اسلام نے ایک مخصوص پتھر اٹھا کر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر نشان ہونے کی ضرورت پر رکھا تھا۔ اور منع لکھنے سے اس لیے کیا گیا تھا کہ دشمنانِ اسلام ان لوگوں کو قبریں کھود کر پریشان نہ کریں۔ لیکن اب وہ بات نہیں رہی۔

خلاصہ بیان یہ ہوا کہ قبر کا اندر کا حصہ جس میں میت رکھی جاتی ہے وہ حصہ مٹی کچی سے متعلق چاہیئے ۔ اور اس کے اوپر اگر قبہ بنایا جائے۔ اور لکھ دیا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔ اور اکثر صحابہ کرام کے قبے بنائے گئے تھے۔

اور جس طرح اپنے جسمانی رشتہ داروں کی قبروں کی حفاظت اور ایصالِ ثواب ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی فیض دینے والے اصحابِ قبور کے پاس بھی جانا اور ان کی خدمت میں بیٹھنا مستحن اور ترقی ایمان کا سبب ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ ترجمہ: میں تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا۔ پس سنو کہ زیارتِ قبور کو جایا کرو اور فرمایا خصوصاً جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن۔

نبی علیہ اسلام سال بسال شہدائے اُحد کی قبور پر جایا کرتے اور فرماتے اسلام علیکم بما صبرتم فنعمی عقبی الدار ۔ پس یہ کام مستحب ہوگیا۔

روایت ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرقدِ مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر ڈالے رکھتیں جب کوئی زائر جاتا تو اتار کر زیارت کی اجازت دیتیں تھیں۔

حضور علیہ السلام نے دو قبروں پر سبز ٹہنیاں توڑ کر اس لیے رکھیں کہ جب تک وہ ہری رہیں گی۔ ذکر کریں گی۔ اور یہ ثواب صاحبِ قبر کو ملے گا۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرنے کے بعد بھی ان کے اعمال میں یہ چیزیں درج ہوتی ہیں۔ جو ان کے ثواب کی خاطر کوئی کام کریں۔ لہذا قبور پر پھولوں کا رکھنا جائز ہوا اور قبر دل میں سوال دجواب ہوتے ہیں۔۔ر

بعض کہتے ہیں کہ سب سے سوال ہوتے ہیں۔ لیکن احادیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن عبد البر نے بیان کیا کہ سوال صرف مومن اور منافق سے ہوتا ہے۔ جو منسوب بہ طرف قبلہ ہو۔ جو دنیا میں شرائطِ اسلام اپناتا رہا اور پڑھتا رہا کلمہ شہادت۔ کافر منکر سے سوال نہیں ہوتا۔ اور ابن حجر کا قول ہے کہ ہر بالغ اور عاقل سے سوال ہوتا ہے۔ اور لکھا ہے کہ انبیاء، صدیقین۔ شہدا۔ مرض برص سے مرنے والا صبر کرتا ہوا۔ اطفال مومنین۔ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن فوت ہونے والا۔ سورۃ تبارک ملک کا روزانہ پڑھنے والا۔ اور سورۃ اخلاص بوقتِ وفات کے پڑھنے والا سے سوال نہیں ہوتے۔

بوقتِ نزع موت کے وقت ابلیس شیطان اپنی تمام ذریت لے کر آدمی کے پاس بہت بزرگانہ صورت میں آتا ہے۔ اور قبر کے اندر آنے والے فرشتے بھی سخت ڈراؤنی شکل میں امتحان لیتے ہیں۔ یہ دونوں وقت بہت مشکل ہوتے ہیں۔

بہر حال سوال منکر نکیر قبر میں برحق ہے۔ قبر کا عذاب کفار و منافقین کو ضرور ہو

گا مومن گناہگار کو بقدر اس کے گناہوں کے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی نیک عمل یا دُعائے ولی اللہ۔ یا دعائے والدین یا شفاعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فضل سے معاف کر دے۔ یا کم کر دے۔

بوقتِ سوال منکر و نکیر قبر متعلقہ سے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ تک بحکمِ الٰہی پردہ اٹھ جائے گا۔ یا آپ کی صورت بشکل بہ معجزہ نظر آئے گی۔ مَنْ رَّبُّكَ و ما دینك جیسے سوال ہوں گے۔ اور آخری سوال ہو گا ما تقولُ فی ھٰذا الرجل۔ کہ اے صاحب قبر تمہارے سامنے کون ہے۔ اور ان کے بارے تو کیا کہتا ہے۔

صاحبِ ایمان بندہ ہر سوال کا جواب درست دے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہو کر آپ کی شہادت دے گا۔ اور وہ بندہ نیک ہو گا۔ لیکن دوسرے گروہ باطل کا نسبت رکھنے والا مُردہ گھبرا جائے گا اور ہر بار لا ادری (میں نہیں جانتا) کی رَٹ لگائے گا۔

اللہ تعالےٰ وحشتِ قبر اور عذابِ قبر سے بچائے۔

اللہ کے حکم سے صاحب قبر کے لیے جنّت کی طرف سے یا جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی۔ جس کی وجہ سے وہ خوشی حاصل کرے گا یا تکلیف پاتا رہے گا۔

نیک آدمی کے اعمال سے قرآن مجید۔ نماز۔ خیرات و زکواۃ اور روزہ اس کے چاروں طرف اس کے بچانے اور امداد میں کوشاں ہوں گے اور اس سبب سے اللہ تعالےٰ مردہ سے عذاب اٹھانے کا حکم فرما دے گا۔ ایسا مالِ دنیا جو صاحب مال مردہ کو بہت پیارا تھا۔ اور اس کا حق ادا نہ کیا یعنی وہ مال بے زکواۃ رہا۔ وہ اُس کے لیے عذاب بن جائے گا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ قبر قبر میں فرق ہوتا ہے۔

اِس میں ابلیس کی چالاکی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ اللہ والوں کی جرأت بیان کرتا ہوں۔ کہ وہ قبر میں کس طرح داخل ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر

حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ پر آخری وقت آیا تو آپ مسکرائے اور لاحول پڑھا۔ لوگوں نے عرض کیا تو بتایا کہ میرے سامنے ابلیس کھڑا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اے احمد تمہیں تمہارے علم نے مجھ سے بچا لیا۔ مَیں اس لیے ہنسا ہوں کہ ظالم نے آخری وار مجھ پر یہ کیا کہ علم کی زیادتی پر میں فخر اور تکبر ظاہر کروں لیکن میں نے اسے صاف کہہ دیا ہے کہ مجھے میرے رب نے اپنے فضل سے بچایا ہے۔

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال ہُوا کہ تمہارا رب کون ہے۔ تو آپ نے بھی وُہی جواب دیا تمہارا رب کون ہے۔ آخر فرمایا کہ تم کہاں سے آئے فرشتے بولے آسمان سے۔ فرمایا کتنا سفر کیا۔ عرض کیا پانچ سو سال کی راہ کا۔ فرمایا میں تو صرف دو گز زمین کے اندر آئی ہوں۔ تمہیں رب یاد ہے تو کیا میں ہی بھول گئی۔ اللہ اکبر۔

حضرت بایزید نے فرشتوں سے قبر میں فرمایا جب الست بربکم کا اعلان ہُوا تھا۔ کیا اس وقت میں نے بلیٰ کہا تھا کہ نہیں۔ فرشتوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ تو حضرت بایزید بسطامی نے فرشتوں کو صاف صاف کہہ دیا کہ اے ملائکہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ بایزید کا رب کون ہے۔ اُس مالک سے جا کر پوچھو کہ بایزید کون ہے اگر وہ کہہ دے کہ بایزید میرا بندہ ہے۔ تو پھر میں بھی کہوں یہاں میرے کہنے سے تمہیں کیا ملے گا۔ اللہ اکبر۔

فوت شدہ لوگوں کے وارث قرآن مجید۔ وظائف صدقہ خیرات اور فاتحہ

پڑھ کر اپنے قریبیوں کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوں۔

چنانچہ اعمال اہلِ قبور میں اضافہ اور اہلِ قبور کا ہم سے تعلق ثابت ہے۔

(1) الانبیاءُ یُصلّونَ فِی القُبورِ ؛ انبیائے کرام زندہ ہوتے ہیں اپنی قبروں میں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

(2) احیاءٌ فی قبورِھِم یُصلّون ؛

حضرت پیغمبرِ ما علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج چوں بر قبر حضرت کلیم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام گذشتند دید کہ در قبر نماز مے گذارد و ہمہ لحظہ چوں باسماں رسیدند حضرت کلیم را آنجا یافتند معاملہ این موطن عجایب وغرائب دارد۔

دفتر دوم ع ۱۶ مکتوب

مجدد الف ثانی رح

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی قبر مبارک کے پاس سے گزرے۔

دیکھا تو حضرت کلیم اللہ اپنی قبرِ انور میں نماز ادا فرما رہے تھے عین اُسی لحظہ جب حضرت رسولِ اکرم آسمان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ اسلام پہلے موجود ہیں۔

دراصل برزخ کا معاملہ اپنے اندر بڑے عجائب وغرائب رکھتا ہے۔

فنبیُّ اللہِ حیٌّ یرزق ؛ مشکواۃ

اللہ کا نبی بعد وفات زندہ ہوتے ہیں اور اُس کو رزق دیا جاتا ہے۔

انبیائے کرام اور مخصوص اولیاء اللہ قبروں میں بھی حاضرین اور زائرین کی مدد کرتے ہیں جیسے حضرت خواجہ ناصرالدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے باوجود پیرِ ظاہر یعقوب چرخی رحمتہ اللہ کے خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی مزارِ مقدس پر حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔

اِسی طرح خواجہ نقشبند نے امیر کلال پیرِ کمال کے ہوتے ہوئے عبدالخالق بخدانی رحمتہ

اللہ علیہ سے اویسی نسبت حاصل کی۔

اور بلاشک خضر علیہ السلام جو باطن رہتے ہیں۔ وہ بھی مخصوص عباد اللہ کی امداد فرماتے ہیں۔

حضرت داتا صاحب گنج بخش لاہور والے اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کئی بار مشکلات کے حل کے لیے حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ کے مزارِ انور پر حاضری دی اور مطلب و مقصود کو پہنچا۔

خواجہ اجمیری امام الاولیائے چشتیہ نے بھی داتا صاحب کے مزارِ اقدس پر چلہ کشی فرمائی۔ اور یہ شعر انہی نے فرمایا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ارشادِ رشد و ہدایت ہے کہ وہ جناب سید الانبیاء کے روضہ مقدس پر بغیر پردہ کے حاضری دیتی تھیں۔

معلوم ہوا کہ وہ ایسے ہی دیکھنے والے ہیں جیسے اس عالمِ دنیا میں مشکوٰۃ شریف حضور علیہ السلام کی اجازت سے حضرت سعد نے اپنی فوت شدہ والدہ کے ایصال ثواب کی خاطر ایک کنواں وقف کیا جس کا نام رکھا۔ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ: یہ سعد کی والدہ کے لیے وقف کیا گیا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے فرمایا ہے۔

فانّ المیّت کالغریق ینتظر دعوۃ تلحقہ : کیونکہ میت قبر میں ڈوبنے والے کی طرح ہے من اب اور ام او اخی او صدیق اور مُردہ ہر وقت اپنے باپ۔ ماں۔ بھائی۔ دوست کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے۔ دفتر مکتوب اول ع ۸۹

محض عقیدہ عرض کرنا ہے۔ اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق بخشے۔ آمین

(۲) انسان کو اگر قبر میں کسی قسم کا ثواب نہ ملتا ہوتا تو روزِ محشر حساب کی ضرورت نہ ہوتی۔ اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔

کہ ایک شخص جو عذاب میں مبتلا تھا۔ اس کا عذاب ایک روز یک لخت اٹھا لیا گیا۔ ایک بزرگ نے جب کشفی حالت میں دیکھا تو عرض کی کیا وجہ ہے غیبی ندا آئی کہ اس کا ایک بیٹا تھا۔ جو آج قرآن مجید کا سبق لینے ایک استاد کے ہاں گیا ہے اور اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا سبق لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا عذاب اٹھا دیا کہ اسے کیوں عذاب دیا جائے جس کا بیٹا اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہا ہے اور نام لے رہا ہے۔

اور یہ بھی ثابت بات ہے کہ روحیں اپنے ورثا کے گھروں تک جمعہ کی شب آتی ہیں۔ اور دیکھتی ہیں کہ ہمارے لیے کوئی کچھ صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک سال مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ تو مجھے بیس روپے کی ضرورت پڑی۔ میرا کوئی واقف نہ تھا۔ میں نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر یوں عرض کی۔ یارسول اللہ اِحتاجُ عِشرِیْنَ دِرھَماً: یارسول اللہ مجھے بیس روپے کی حاجت ہے۔ یہ عرض کر کے باہر نکلا۔ تو ایک شخص مجھے ملا۔ اور کہا یہ لو بیس روپے بیشک۔ از حجتہ اللہ علی العلمین۔

دُعا اور اس کی قبولیت: حق ہے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی یارسول اللہ میری والدہ جو مسلمان نہیں ہے آپ کو گالیاں دیتی ہے اور بکواس کرتی ہے جو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا میں چاہتا ہوں کہ اسے ختم ہی کر دوں۔ آپ نے فرمایا ابوہریرہ وہ تیری ماں ہے۔ کوئی بات نہیں۔

جب دوسری تیسری بار آپ نے حضور سے شکایت کی تو ساتھ عرض کیا حضور پھر دعا فرماویں۔ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔

پس حضور علیہ اسلام نے ہاتھ اٹھائے اور ابوہریرہ گھر کو دوڑ پڑے دروازے

پر گئے دروازہ بند تھا۔ آواز دی۔

ماں بولی! بیٹا ذرا انتظار کر دمیں غسل کر رہی ہوں اور میں نے آج مصمم ارادہ کیا ہے کہ میں بھی اسلام میں داخل ہو جاؤں ——————

(۲) ایک حاجی صاحب روضہ اقدس پر حاضر تھے۔ کسی نے ان کے جیب سے روپے نکال لیے اور ان کو وہ معلوم ہو گئے۔ اور مجرم سے پوچھا تو وہ انکاری ہو گیا۔ آپ نے اسے قسم دینے کو کہا۔ اس نے حضور علیہ اسلام کے مزار پر کھڑے قسم دے دی۔ رات اسے افسوس تھا۔ دعا کی یا رسول اللہ۔ یہ میرا حق چور تھا۔ اور میں خود اسے دیکھ رہا تھا۔ اور اب اس نے قسم اٹھالی۔ اور میرے روپے ——————

خواب میں اسے جناب رحمتہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

آپ نے فرمایا میں رحمتہ اللعلمین ہوں۔ کسی کے حق میں میں خلافِ رحمت نظر نہیں کرتا۔ جاؤ اسے کہو کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ وہ چور نہیں ہے پس جب اس طرح قسم لی گئی تو اس کا ہاتھ قبر سے چمٹ گیا۔ اور جب تک اقرارِ جرم نہ کیا۔ وہ نہ چھوٹا —— اللہ اکبر

مقصود یہ ہے کہ جس طرح کسی نیک سے دعا منگوانی اچھا ہوتا ہے۔ اسی طرح نیکوں کی قبور پر حاضری دینا اور دعا کرنا اور ان کا وسیلہ پکڑنا بھی قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی اور عمر رضی اللہ عنہم کو فرمایا تھا کہ خواجہ قرن اویس رحمتہ اللہ علیہ کے پاس یہ میرا چوغہ لے جانا اور ان سے کہنا کہ وہ میری امت کے لیے دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بخشش سے نوازے۔ چنانچہ یہ دعا کرائی گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی۔ اور جو لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ غلامانِ مصطفیٰ وارثانِ انبیاء کی قبور پر حاضری دیں تو وہی فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

بشرطیکہ کسی کامل کے پاس حاضر ہوں کامل کی بات آگئی ہے کچھ ذکر حضرت خواجہ اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ مردِ کامل کا بیان ہونا چاہیئے۔

حضرت خواجہ اویس قرنی رض

چونکہ آپ رض سید الانبیاء کے باطنی صحابی اور دوست تھے۔ لہٰذا تبرکاً ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کا علم اسی وقت ہوا جب حضور علیہ السلام نے ان کے پاس حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ چنانچہ بتایا گیا کہ وہ آبادی سے دُور جنگل میں رہتے ہیں اونٹ چراتے ہیں۔ بوڑھی ماں کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

جب یہ دونوں اصحاب رسول ان کے پاس پہنچے اور کرتہ دیا تو آپ نے بوسہ دے کر رکھ لیا پھر دُعا کرنے کے لیے ایک طرف چلے گئے۔ کافی دیر مراقبہ میں رہے۔ جس کی وجہ سے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جانے کے منتظر تھے۔

آپ نے سر اٹھایا۔ اور فرمایا۔ واہ! آپ نے ایسا کیوں کیا۔ کہ جب میں اپنے رب سے جھگڑ رہا تھا۔ اور زاری کر رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمت فرما رہا تھا آپ نے خلل ڈال دیا۔

اس کے بعد جب حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے لیے دُعا چاہی تو فرمایا میں روزانہ کئی بار نماز میں پڑھتا ہوں وللمومنین یوم یقوم الحساب۔ پس جو بندہ بھی مومنین سے ہوگا اسے میری دعا روزِ حشر تلاش کرے گی۔ خواجہ صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی معیت میں کئی جہادوں میں حصہ لیا ہے۔ اور آپ کی وفات کا کسی کو بھی پتہ نہیں چلا۔

حضرت خواجہ اویس نے علی و عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی پوچھا کہ آپ امام الانبیاء کے خواص میں سے ہیں۔ بتایئے ذرا نبی علیہ اسلام کے ابرو مبارک ملے ہوئے تھے یا ان میں کچھ فرق تھا۔ جس کا جواب ان دونوں کے پاس نہ تھا۔

وجہ ہر یہ تھی کہ کوئی شخص بھی جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کی طرف اونچی نگاہ

سے دیکھنے کا حوصلہ نہ رکھتا تھا۔

آپ نے اِس افسوس میں کہ جناب امام الرسل صلی اللہ کا ایک دندان مبارک سے دانت شہید ہوگیا تھا۔ سب دندان اپنے منہ سے اکھیڑ کر نکال دیئے۔

ہرم بن حبان رحمتہ اللہ نے ایک بار دریا کے کنارے آپ کو کپڑے دھوتے وقت دیکھا۔ چپ کر بیٹھ رہا۔ جب فارغ ہوئے وضو کیا۔ کنگھی فرما رہے تھے کہ ہرم سامنے آگیا۔ سلام دیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا اے ہرم حبان وعلیک السلام۔

ہرم نے پوچھا میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا

عرفتُ روحی روحکَ : میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ یہ واقعہ کشف المحجوب سے نقل کیا گیا ہے۔

اب ایک سچے واقعہ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ آثارِ قیامت اور درِ توبہ کا بند ہونا کب اور کس طرح ہے۔

آثارِ قیامت اور درِ توبہ کا بند ہونا: شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بیت المقدس اقصیٰ میں جب نماز کا ارادہ فرمایا۔ تو اندر تشریف لے گئے۔ تمام انبیاء و رسل وہاں صف بصف بیٹھے جماعت کے منتظر تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اِقامت پڑھی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کا اشارہ فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ فارغ نماز ہونے پر سب انبیائے کرام کی یہ نورانی مجلس بدستور لگی تھی کہ قیامت کے بارے گفتگو ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بیشتر ابوالبشر آدم علیہ السلام سے یہ سوال ہُوا۔ انہوں نے دوسرے انبیا کی طرف سوال پھیر دیا۔ یہاں تک یہ سوال حضرت

عیسیٰ علیہ اسلام سے ہُوا۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک میں آثارِ قیامت میں سے سب سے بڑی علامت ہوں۔ لیکن تاحال مجھے دُنیا پر جانے کا حکم نہیں ہُوا۔

پھر حضور سید الانبیار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استفسار ہُوا۔ آپ نے فرمایا میں بھی اتنا کچھ ہی جانتا ہوں جتنا کچھ عیسیٰ علیہ اسلام نے بتا دیا ہے۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں اور قیامت ان دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں۔ اور انگشت شہادت اور وُسطیٰ کا اشارہ فرمایا۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ذکر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا لکھا جائے۔

ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام

لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا: تاکہ ایک پاکیزہ لڑکا تجھے بخش جاؤں۔

یہ جبریل علیہ اسلام نے اللہ کے حکم سے حضرت مریم علیہا اسلام والدہ عیسیٰ علیہ اسلام سے فرمایا۔ ترجمہ: میرے لڑکا کیوں کر ہوگا۔ حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھُوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔

یہ والدہ عیسیٰ علیہا اسلام کا جواب ہے۔

ترجمہ: کہا (جبریل) اسی طرح کہا ہے رب تیرے نے کہ یہ بات مجھ پر آسان ہے۔ تاکہ ہم بنائیں اُس کو نشانی لوگوں کے لیے۔ اور ہماری طرف سے رحمت ہو اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

اور جب بی بی مریم علیہا اسلام جنگل پہنچ گئیں اور آپ پر ضعف طاری ہُوا۔ اور پانی کی تلاش ہوئی تو اللہ نے فرمایا۔

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا: کہ ابھی رب تیرے نے نیچے چشمہ جاری کیا ہے اور بھوک کا ذکر قرآن مجید میں یوں فرمایا

ترجمہ: یعنی کھجور کی جڑ کو اپنی طرف ہلا تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گرائے گی۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ: پس وہ (مریم) آئی اُس کو (عیسیٰؑ) اٹھائے ہوئے قوم کی طرف

قوم کے لوگوں نے عیسٰی علیہ السلام کو دیکھ کر بی بی مریم علیہا الصوۃ والسلام سے کہا۔
قالُوا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا ؀ بولے اے مریم یہ تو کیا عجیب چیز لائی ہے۔
فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ ؀ پس مریم علیہا السلام نے بچہ کی طرف اشارہ کیا۔
جب لوگوں نے کہا کیف نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا۔
کیسے بات کریں ہم اس سے کہ ابھی یہ بچہ ہے گود میں۔
حضرت عیسٰی علیہ السلام خود بول پڑے اور فرمایا۔ ذالِکَ عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یَمْتَرُوْن۔ یہ ہے عیسٰی بیٹا مریم کا سچی بات جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔
ما کان لِلّٰہِ ان یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَہٗ۔ اللہ کے لیے لائق نہیں کہ وہ بیٹا ٹھہرائے اپنے لیے پاکی ہے اُس کے لئے۔ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فیکون۔ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو بس یوں ہی اُسے کہتا ہے کہ ہو جا (کُن) پس وہ ہو جاتا ہے (فیکون)
قریب قیامت مسیح علیہ السلام کا آنا برحق ہے، کیونکہ پیغمبر کی تصدیق پیغمبر ہی فرماتا ہے۔ آپ ہی نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خوشخبری دی تھی۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ ؀ اور میں خوش خبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد ہوگا اس کا نام احمد ہے۔
لہٰذا آپ ہی دوبارہ تصدیق فرمادیں گے۔ کہ یہی امام الانبیا محمد و احمد پیغمبر ہیں۔ اور بے شک ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ بایں وجوہ آپ اسی شریعتِ محمدی پر عمل کریں گے اور امامِ وقت حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے کیونکہ آپ کا زمانۂ نبوت گذر چکا ہے۔ حضرت امام مہدی اور ان کے اصحاب آپ کی خدمت کریں گے۔
آپ نے آنے پر تمام عیسائی اسلام قبول کرلیں گے۔ اور آپکے ہاتھوں دجال جو قریب قیامت کے علامات سے ہے اُسے قتل کریں گے۔

مُردوں کو زندہ کرنا۔ برص کے بیماروں کی شفا۔ کوڑھ مرض کا دُور کرنا آپ کو معجزات عطا ہوئے تھے۔

آپ کی قوم کے دو فریق تھے ایک تابعدار۔ دوسرے کفّار۔

کفار نے آپ کے خلاف سُولی تیار کی۔ اور آپ کو سولی دینا چاہی۔ عین موقع پر ان میں سے ایک شخص کی صورتِ بشری آپ جیسی ہو گئی۔ اسے سولی دے دیا گیا۔ بعد میں وہ شخص نہ ملا۔ تو کچھ کہنے لگے عیسٰی علیہ السلام بچ گئے اور وہ شخص قتل ہو گیا۔ بعض نے کہا نہیں عیسٰی اسلام ہی کو سولی دی گئی۔ پس وہ اسی شک میں رہ گئے۔

قرآن پاک نے فرمایا کہ وہ نہ سولی دیئے گئے نہ فوت ہوئے بلکہ وہ آسمان چہارم پر بمعہ جسدِ بشریت اٹھا لئے گئے اور قریب قیامت زمین پر تشریف فرما ہوں گے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ اور ہے یہ کہ نہ انہوں نے اُسے قتل کیا اور نہ ہی سولی دیا۔ بلکہ اُن کے لیے ان کا ایک مشتبہ بنا دیا گیا۔ اس کے بعد ان کا اختلاف بیان کیا اور پھر فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا، اور یقیناً اسے اُنھوں قتل نہیں کیا۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا وکان اللہ عزیزاً حکیما۔ اور اللہ تعالیٰ غالب صاحب حکمت ہے۔

دوسرا گروہ جو محب تھا۔ اس نے غلطی کی آپ کو خدا کا بیٹا اور والدہ کو اللہ کی بیوی کہا نعوذ باللہ من ذالک اس بات کی بھی قرآن مجید نے تشریح فرما دی کہ یہ غلط ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ تم مثلِ مسیح علیہ السلام ہو اسی وجہ پر آپ کے تابعداروں میں سے ایک فرقہ منکر ہو گیا جسے خوارج کا نام دیا گیا ان کے خلاف امیر المومنین خلیفہ چہارم نے جہاد فرمایا۔

دوسرا فرقہ نے آپ کی شان میں تجاوز کیا۔ جس کی وجہ سے وہ بھی حق پر قائم نہ رہا۔ ان کا نام روافض ہوا۔

اللہ کے فضل سے اہل سنت وجماعت حضرت علی علیہ اسلام کے اصل تابعدار ہیں۔
ہاں تو امام مہدی آخر زمان اولیائے امت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس اس طرح حکومت فرمادیں گے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد قیامت آئے گی۔ جب اس دارِ فنا پر کوئی بھی کلمہ گو لا الہ الّا اللہ نہ رہا۔

حضرت عیسٰی علیہ اسلام ان کے ساتھ ہوں گے۔ اور جب آپ کا آخری وقت ہوگا۔ اور ذائقۃ الموت سے آپ اہل جہاں سے الوداع ہو جائیں گے تو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضرٰی میں دفن فرمایا جائے گا۔ اور یہ وقت وہ وقت ہوگا جب کہ توبہ کا دروازہ فوراً بند ہو جائے گا۔

ہاں قیامت کا وقت کفار ہی پر ہوگا۔ اور یہ دسویں محرم جمعہ کا دن ہوگا۔ اور بھی علاماتِ قیامت ہیں۔ لیکن کتاب کے مضمون یعنی عقیدہ صراط المستقیم سے متعلقہ مسائل بیان کئے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آخری حیات میں نجات کا حکم نامہ عطا فرما دے۔ (آمین ثم آمین)
اب یہ بات دل و دماغ میں آچکی ہے کہ وہ دن کیسا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں اللہ کریم کیسے حکم فرمائے گا۔ تو اس میدانِ آخرت کا نام حشر کا میدان ہے۔

حشر کا میدان: اللہ عزوجل نے چار مقرب فرشتے جبریل و میکائیل و عزرائیل و اسرافیل علیہم اسلام مقرر فرمائے ہیں۔ جن کا کام بالترتیب وحی۔ روزی۔ موت اور صورِ اسرافیل کا روزِ قیامت پھونکنا ہے۔

پس پہلے آواز پر قیامت آئے گی۔ اور ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی منشا کے تحت بہشت دوزخ۔ عرش۔ کرسی۔ لوحِ محفوظ۔ قلم وغیرہ باقی رہیں گے اور بس۔

کافی عرصہ بعد جب اللہ نے چاہا دوبارہ اسرافیل علیہ اسلام کو پیدا فرمائے گا۔ اور صورِ اسرافیل بجایا جائے گا۔ سب سے پہلے جناب سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم

اٹھیں گے اور ان کے ساتھ ان کے دوست ابو بکر و عمر ہوں گے۔

اسی طرح تمام انبیائے کرام اٹھیں گے۔ اور پھر ساری مخلوق یعنی بنی آدم اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور ایک میدان جو شاید کربلا معلّٰی سے ملحق ہو گا۔ وہاں ساری مخلوق بنی آدم کو جمع کر لیا جائے گا۔

یہ دن بڑا سخت ہو گا۔ گرمی۔ گھبراہٹ سخت ہو گی۔ اس دن سے زیادہ مشکل دن کوئی نہیں ہے ۔ سایہ عرش مجید اور سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صدقات جاریہ مقبولیہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔

کفّار کی حالت بہت خراب ہو گی اور ان پر سختی کی جائے گی۔ ابلیس لعین کفّار کو سخت جواب دے گا اور ان کی دوستی ختم ہو جائے گی۔

ساری مخلوقِ خدا بنی آدم حضرت آدم علیہ اسلام کے پاس شفاعت کے لیے حاضر ہوں گے۔ وہ فرمادیں گے۔ نوح علیہ اسلام کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ اسلام ابراہیم علیہ اسلام کے پاس بھیجیں گے اسی طرح کئی انبیاء سے ہو کر عیسٰی علیہ اسلام کے پاس فریادی ہوں گے۔ اور پھر آپ سب کو کہیں گے۔ تمہاری شفاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے والے ہیں ۔

جب سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں گے تو پھر آپ سجدہ میں سر بسجود ہو کر دعا فرمادیں گے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو گا کہ ہم ان لوگوں کا حساب کتاب لیتے ہیں۔ آپ کی امت پر سختی نہ کریں گے۔ آپ سر سجدہ سے اٹھادیں۔

اس کے بعد حساب شروع ہو گا۔

ترجمہ: پڑھ اعمال نامہ کہ یہ تجھے کافی ہے آج یوم الحساب کے دن ۔

اور معلوم ہونا چاہیئے کہ اس دن شفاعت کس طرح سے ہو گی۔

شفاعت کا مسئلہ : قرآن پاک میں اس طرح بیان ہے ۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔ ترجمہ: وہ کون ہے جو شفاعت کرے اُس کے سامنے۔ سوائے اس کے جسے وہ اجازت دے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے جو کچھ ان کے پیچھے۔ اور وہ نہیں پاتے علم میں شئے کوئی شئے مگر جتنا وہ چاہے۔

اس آیۃ الکرسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف وہی میری بارگاہ میں شفیع بن کر پیش ہوگا جسے میں اجازت دوں گا۔ اور وہ شخص بفضلِ خدا اللہ کے علوم میں سے بہشت۔ کچھ ان کے بارے میں جاننے والا ہے۔ جن لوگوں کی وہ شفاعت کرے گا۔ اور یہ سب کچھ اللہ کی عطا ہے۔ اور اس میں خطاب جناب سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ و اسلام سے ہے کہ وہ شفاعت کبریٰ اور لوا الحمد کے حق دار ہوں گے۔

چنانچہ آپ سجدہ میں ہوں گے حکم ہوگا۔ یا محمد اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ : اے محمد اپنا سر اٹھاؤ۔ اور کہو۔ تمہاری بات سُنی جائے گی۔ اور مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا۔ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت سُنی جائے گی۔

کفار و منافقین کا حساب بہت مشکل ہوگا۔ لیکن ایمان والوں پر مہربانی فرمائی جائیگی بڑے بڑے کفار و مشرکین انکاری ہو جائیں گے کہ ہمیں کسی نبی و رسول نے تبلیغ ہی نہیں کی۔

انبیائے کرام سے سوال ہوگا یہ کفار کیا کہتے ہیں۔ وہ فرمائیں گے مولا تو جانتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اور پہلے تمام انبیاء کی گواہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ دیں گے۔ کفار عُذر کریں گے کہ یہ اُمّت ہمارے بعد ہوئی ہے۔ ان کی گواہی کیسی۔ خیر الامت کا جواب ہوگا کہ مولا تیرا قدیم کلام قرآن مجید ہمارے لیے سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اس کے بعد سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہادت دیں گے۔ کہ بیشک انبیائے کرام نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ علمائے دین اور اخیار لوگوں نے حق بات واضح

کی ہے۔ اور میرے اُمتی سچ کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد کفار کے منہ بند ہو جائیں گے۔
اور ساری ذلت و رسوائی ان پر مسلط ہو جائے گی۔
وَاتَّقُوا یَوْمًا لَّا تَجْزِی نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ۔ اور ڈرو اُس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی۔ اور نہ کافر کے لیے کوئی سفارش مانی جائے۔ اور نہ کچھ لے کر اُن کی جان چھوڑی جائے اور نہ ہی اُس کی مدد ہو۔

کچھ کافر اپنی نیکیوں کا اظہار کریں گے اور کراماً کاتبین کے انکاری ہو جائیں گے ان کے منہ پر مُہر کر دی جائے گی۔ وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانو یکسبون: ر اور کلام کریں گے (خلاف گواہی) ہاتھ ان کے اور گواہ ہونے کے پیر ان کے ان کی کمائی کی جو دنیا میں بُرے اعمال کمائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ستر ہزار افراد میری اُمت کے بغیر حساب داخل جنت ہوں گے ہر ہر فرد خوش قسمت کے ساتھ ستر ستر ہزار ان کی طفیل جنت میں جائیں گے اور پھر اللہ عزوجل ان کے ہمراہ تین جماعتیں اور دیں گے۔ جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

نزول تجلیات الٰہ العالمین

اللہ تعالیٰ کی تجلّی آئے گی اور لوگ سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے۔ نیک لوگ سجدہ کریں گے اور کفار و بدکار لوگ سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے۔ اور کھڑے کے کھڑے رہ جائیں گے۔ یہ دیدار الٰہی کا پہلا مشاہدہ ہوگا۔

سجدہ کرنے والوں کو سلام دیا جائے گا۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ۔ اور بُرے کفار کو حکم ہوگا۔ وامتاز الیوم ایھا المجرمون۔

نوٹ: یہی وہ مسئلہ ہے کہ سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ

سب کو نماز کی توفیق بخشے اور اپنی حاضری نصیب فرمادے آمین ثم آمین ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میزانِ عمل ۔ پُل صراط اور درِ جنت ۔ حوضِ کوثر پر چکر لگاتے رہیں گے ۔ اور زبانِ وحی ترجمان سے رَبِّ سَلِّمْ ربِّ سَلِّمْ فرماتے جائیں گے کہ امت کو بچالے مولا امت کو بچالے ۔

کُلُّ اناسٍ باماھِھم : سب لوگوں کو ان کے اماموں پیشواؤں کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا ۔ اور جب شفاعت عام ہوگی تو بہت سے صالحین ۔ شہید ۔ صدیق اور اللہ والے شفاعت فرماویں گے ۔

حضرت صدیقِ اکبر ۔ عمرِ فاروق عثمانِ ذوالحیا اور علی علیہم اسلام کی شانِ باکمال ہوگی ۔

میزانِ عمل پر ۔ پلصراط اور درِ جنت پر ان کو کھڑا ہونے کی اجازت ہوگی اور یہ مسلمانوں کی حوصلہ افزائی فرمادیں گے ۔

کفار کا داخلہ جہنم میں دائمی ہوگا ۔ لیکن ایمان والے لوگ جو ناقص اعمال کی سزا میں وہاں داخل کیے جائیں گے ۔ ان کو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا بالواسطہ یا بلا واسطہ نکال کر داخل جنت فرمادے گا ۔

بہشت نیکوں کی تمنا کرے گی ۔ اور دوزخ پناہ مانگے گا ۔

اچھے لوگوں کے اعمال نامے دائیں ہاتھ ملیں گے ۔ لیکن کافروں کے بائیں ہاتھ میں اور ہر آدمی اپنا اپنا اعمال نامہ پڑھے گا ۔ اور اقرار کرے گا کہ یہ تو معمولی معمولی اور چھوٹی باتیں ، بھی درج ہیں ۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں کی جماعتیں اترتی دیکھی جائیں گی ۔ دوزخ کو قریب لایا جاوے گا ۔

اللہ تعالیٰ ایسے سخت اوقات میں رحمت فرماوے ۔

موت کی موت : جب لوگ جنت اور جہنم میں داخل ہوجائیں گے ۔

تو پھر ایک بار بلائی ہوگی۔ اور ان کے درمیان ایک جانور حاضر ہوگا۔ اور اُسے بحکم خدا تعالیٰ ذبح کیا جائے گا اور اعلان ہوگا کہ یہ وہ موت تھی جو تمہیں آئی تھی۔ اب اس کو ختم کر دیا گیا ہے۔ پس اب کبھی موت تمہارے لئے نہ ہوگی اس بات پر جنتی لوگ خوش ہوں گے اور کفار حراساں پریشاں پھر جہنم کا ایندھن ہو جائیں گے اور ان کی کھالیں ہڈیاں گلتی جائیں گی اور پھر نئی تیار ہوتی رہیں گی اور یہ عذاب ختم نہ ہوں گے۔

اب میں ان گروہوں کے بارے اللہ عزوجل کی طرف سے ان کے نصیب اور آخرت کی قسمت بارے کچھ لکھتا ہوں گویا یہ لوگ اہلِ نجات اور اہل عذاب کے نام سے موسوم ہیں۔

لَا یَسْتَوِیٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ۔

اہل نجات اور اہل عذاب: اصحاب الجنۃِ ھُمُ الفائزون۔ نہیں برابر اہلِ نار اور اہلِ جنت۔ جنت والے ہی مرادوں والے ہیں۔

اہلِ نجات ہزار در ہزار ہا نعمات سے نوازے جائیں گے۔ اور ان سب میں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہوگا۔ جو ہر بار نئی تجلّی ہوگی شوق بڑھتا رہے گا۔

جو انشاء اللہ ہر مسلمان کو نصیب ہوگا۔ درجہ بدرجہ۔

مستوی الرحمٰن میں تمام انبیاء المرسلین جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ درجہ بدرجہ سب لوگ ہر جمعہ کی ساعتِ مخصوصہ پر وہاں ذاتِ الٰہ العٰلمین کا دیدار کیا کریں گے۔ گو وہاں دن رات کا سوال نہیں لیکن یہ ساعت اتنے ہی عرصہ بعد نصیب ہوا کرے گی۔

اہلِ عذاب پر اُنیس موکل مقرر ہوں گے۔ جن کی قوتِ سماعت و بصر نہ ہوگی اور ان کو ترس اور رحم نہ ہوگا۔

لہٰذا وہ اللہ کے حکم سے سخت سے سخت عذابوں میں کفار کو سزا دیتے رہیں گے۔

کفار کبھی جنت میں نہ جاسکیں گے۔ ان کو دائمی عذاب رہے گا۔ کیونکہ دنیا میں ساری عمر وہ بے ایمان رہے۔ اور آخرت کبھی ختم نہ ہوگی۔ قرآن پاک نے فیصلہ فرما دیا۔
لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ: ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ کبھی جنت میں داخل ہوں گے جب تک سوئی کے ناکے سے اونٹ نہ داخل ہو۔

اب دیکھئے سوئی کے ناکے سے اونٹ کیسے گزرے۔ نہ یہ گذرے نہ وہ گذریں گے۔

وہ گناہگار جو مسلمان ہوں گے اور ان کے قلب میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا۔ وُہ کچھ مدت دراز یا کم دوزخ میں سزا پاویں گے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت۔ یا کسی شفاعت کے بدلے میں بہشت بھیج دے گا۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

باب یازدہم

الرفیق ثم الطریق

(۱) دوست اور دشمن کی پہچان

(۲) یقین و عمل

(۳) ضمیر کی آواز اور عقل کی ترازو

(۴) کلمہ طیبہ و کلمہ خبیثہ

(۵) عتاب و ثواب

(۶) وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ

(۷) ناقل و عاقل (۸) یَا لَیْتَنِی کُنْتُ مَعَهُمْ

(۹) دعا خاتمہ بالخیر (۱۰) آخری نظر لمحہ فکر

پہچان: کتاب ہٰذا کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ انسان کے لیے اللہ کریم نے خود دوستی اور محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اُس نے روزِ اول سے روزِ آخر تک اور اس کے بعد کی زندگی کے لیے ہمیں مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا۔

اور اپنے محبوں کو۔ طالب اور عاشقوں کو بہشت کی مہمانی نوازی۔

اور صرف مہمانی ہی نہیں بلکہ اُس کا مالک بنا دیا۔ قرآن مجید شاہد ہے۔

ترجمہ:۔ اور اُس نے حبیب اللہ طبیبِ قُلوبِ المومنین کو سراپا رحمت فرما کر ہمیں دوستی کی دعوت دی۔ فرمایا فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون۔ اور یہ بھی فرمایا والذین آمنوا اشدُّ حُبً اللہ اور وسیلہ الی اللہ کا حکم فرمایا۔ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور حضور علیہ اسلام سے کہلایا مودۃ فی القُربیٰ۔

اور قرب جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی اہلِ بیعت کو یہ دونوں قرب حاصل ہیں تو ابوبکر و عمر اور عثمان بھی ان میں پیچھے نہیں رہے۔ اور دن کو کوئی رات کہتا رہے تو یہ اُس کی غلطی ہے۔ راہ صاف ہے۔ اور حسد کا علاج نہیں

ترجمہ:۔ اور زمین جگمگا اٹھے گی (روزِ محشر کو) اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب (لوحِ محفوظ اور اعمال کے دفتر) اور لائے جائیں گے انبیاء (از آدم تا خاتم الانبیا) اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کی اُمت (خیر الامّت) کے لوگ ان پر گواہ ہوں گے) اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرمایا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔

معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ فیصل اور قاضی ہو گا۔ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم شاہی وکیل اور شاہی گواہ ہونگے۔ باقی تمام انبیاء علیہم اسلام مُدعی کی حیثیت سے حاضر ہوں گے۔ اور سارے جہان بنی آدم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اللہ کے نزدیک تین قسم کے لوگ ہیں۔ ھُدی اللمتقین جو اولٰئِکَ علی ھُدًی مِن رَّبِّھِم سے متعلق ہیں دوسرا گروہ ان الذین کفرُ و جن پر ختم اللہ کی مُہر بدنصیبی ہے عذابٌ عظیم ان کا نصیبہ ہے۔

تیسرا گروہ منافقین کا ومن الناس من یقول آمن باللہ سے ہیں۔ لیکن وما ھم بمؤمنین بے ایمان ہیں۔ پس اس لحاظ سے عمل سے پیشتر یقین اور عقیدہ کا درجہ ہے۔

یقین و عمل

اور یقین و عمل کے بارے میں قلم کو اللہ عزوجل کی توفیق سے چلاتا ہوں۔ کہ وہ لکھے کہ عقیدہ یقین کو کہتے ہیں۔ وہ بات یا اصول جو دل میں راسخ ہو جائے۔ وُہی عقیدہ۔ ایمان اور نیت ہوتی ہے۔ اور یہ عقیدہ۔ نیت اور ایمان ملتی جلتی کیفیت ہے عقیدہ دو قسم پر مشتمل ہے۔ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب اور یہی ایمان کے دو رکن ہیں۔ اس کی صفات ایمان باللہ۔ بالرسول۔ ملائکہ۔ کتب وحی ربانی۔ ایمان بالآخرت (قبر و حشر۔ جنت و جہنم) نیکی و بدی ہدایت اِلیٰ اللہ۔ اور صفاتِ باری تعالیٰ کا قدیم ماننا ہیں۔

یہ عقائد وُہ ہیں۔ جن کا تعلّق محض اقرار و یقین پر ہے۔ ان کے ساتھ کچھ احکام شریعت۔ طریقت حقوق اللہ و حقوق العباد عملی زندگی بھی ہے۔ جس پر عامل ہونا اور ان پر عقیدہ کرنا ضروری ہے۔

عقیدہ کا انکار ایمان کا نہ ہونا ہے۔ اور یہی بات کفر ہے۔ چونکہ ایمان ہمیشہ ہے اور ساتھ ہی رہتا ہے۔ ایسا کوئی وقت نہیں ہوتا جب کہ مسلمان کسی بات کا انکار کرے۔ اگر کرے گا تو مومن نہ رہے گا۔ بلکہ مرتد ہو جائے گا۔

اور یہ کافر ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔ اسی لیے کافر کو ہمیشہ کی سزا جہنم میں ہوگی۔ اور وہ ابدالآباد دوزخ کا مکین رہے گا۔ دنیا کی ساری حیاتی کفر پر گذری لہذا سزا دائمی ہوگئی۔ خدا نہ کرے مرتد ہو جائے پر اس کی سابقہ اسلامی پونجی راکھ ہو جاتی ہے۔ اور یہ بدنصیبوں کا سب سے بڑا درجہ ذِلّت ہے۔

اور جو مسلمان اور ایماندار ہیں۔ ان کے اعمال کا حساب ہو گا۔ اور ان پر مہربانی ہو گی اللہ تعالیٰ ان پر مغفرت کی بارش کرے گا۔

اور اپنی منشا کے مطابق اگر سزا دے گا تو وہ وقتی ہو گی۔ بے عملی اور بدعملی کی سزا پوری ہو جانے پر اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور پھر وہ کبھی جنت سے محروم نہ ہو گا۔

اس بات پر کہ آخر جنتی ہوں گے۔ دلیر ہو کر بدعملی اور بے عملی پر گامزن نہ ہونا چاہیئے کہ یہ بات ہٹ دھرمی۔ بدنیتی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نیک اعمال کے حصول میں ہے۔ توبہ کرنا چاہیئے۔ اور اُس سے ہدایت کی دعا کرنی چاہیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے افراد نیکی میں کوشش کرو تاکہ روزِ محشر درجہ کی کمی کسرِ شان نہ ہو۔ کہ تم خیر الامت خیر البشر امام الانبیاء کی ہو۔ اب میں زندگی فی الدنیا کے عمل اور سرمایہ آمرزوی کے بارے ایک محاسبہ نفس کی صورت میں مضمون لکھتا ہوں۔ وما توفیقی الّا باللہ

جس کا نام ہے ضمیر کی آواز اور عقل کی ترازو۔

ضمیر کی آواز اور عقل کی ترازو

انسان جانتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے۔ سنکھیا زہر ہے ہلاک کر دیتا ہے چھری ہاتھ پر چلانے سے زخم کر دیتی ہے۔ گلا کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور حفاظتِ بدن کا معاملہ ہے جو فانی اور عارضی چیز ہے۔

چوری۔ ٹھگی۔ رشوت کا استعمال روح کے لیے اُسی طریقہ پر نقصان دِہ ہے اور یہ چیزیں اُسی طرح انسان اپنی قسمت سمجھتا ہے جیسے کوئی زہر کھالے اور کہے یہ میری قسمت ہے۔ جیسے انسان ڈھوروں ڈنگروں۔ کتوں۔ بلّوں درندوں کی خوراک کھانا پسند نہیں کرتا ایسے ہی ظلم ستم۔ بیاج سُود۔ چوری کا مال کھا کر مصیبت میں پڑے گا۔ اور اس کا اثر موت کے وقت پر ہو گا۔ کہ موت تمام لذات کو ختم کرنے والی ہے۔ جس طرح چوری کی کوئی چیز حصہ۔ یا پاؤں کے نشان چور کو پکڑا دیتے ہیں۔ اِس طرح دست و پا رچہرہ بدن۔ مجرم کو پکڑا

دیں گے۔

اگر انبیاءِ کرام کے لیے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لوہے کو نرم کر دیا۔ آگ کو گلزار فرمایا پتھر کو نرم کر دیا تو وہ یومِ الحساب کو بھی اسی طرح بندے پر قابو فرمائے گا۔

ہل جوتنے رات کو آبپاشی کے لئے انسان نیند کی پرواہ نہیں کرتا۔ سردی سے نہیں ڈرتا گرمی سے نہیں گھبراتا۔ کوئی کام اس کا نہیں رکتا۔ پیٹ پرستی کا سامان کتنی مشکل سے جمع کرتا ہے۔ گندم کی کٹائی۔ گہائی۔ اڑائی کتنی مشکل ہے۔

دھان اور چاولوں کے لیے زمین کی تیاری کتنی دشوار ہے۔ لیکن انسان ہمت نہیں ہارتا اور کیا وجہ ہے کہ وہ اس روزی کے لیے اتنی کوشش میں ہے جس کا اُسے یہ بھی یقین ہے کہ خدا معلوم میری زندگی اس کے پکنے تک ہے یا نہیں۔ کیا یہ مجھے فائدہ دے گی کہ نہیں اور آخری حیات قبر۔ وحشر کے عذابوں سے نہیں ڈرتا۔ دوزخ کی سختی سے اس کے بدن پر جوں تک نہیں رینگتی۔ حالانکہ جانتا ہے وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔

چور رات کی تاریکی میں بڑی چالاکی سے سیدھی راہ سے ہٹ کر کج راہوں میں چلتا ہے خطروں کی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن یہ سب لوگ وضو کرنا نہیں چاہتے۔ مسجد کی آبادی اور خدا کی حاضری میں کچھ وقت صرف کرنا نہیں چاہتے۔ سانپوں۔ بچھوں کی تکلیف سے بچتا ہے۔ دشمن سے لڑائی کرتا ہے وجود کے زخم برداشت کرتا ہے۔ قتل ہو جائے۔ سولی سے نہیں ڈرتا۔ مقدمہ کی مصیبت سے نہیں گھبراتا اور یہ انسان اسلام کی پیروی میں صبر و استقامت سے کام نہیں لے سکتا۔ اور ثواب و نجات۔ جنت کی عطا پر یقین نہیں کرتا۔

یہ کتنی جہالت کی سوچیں ہیں۔ جو انسان سوچ رہا ہے۔ اگر تھانیدار۔ وکیل۔ افسرانِ رشوت خور کو روپیہ دے کر جان چھڑاتا ہے جو سراسر غلط اور خسارہ کا طریق ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ زکواۃ۔ خیرات مساجد کی تعمیر۔ غربا کی امداد میں خرچ نہیں کرتا۔ کہ تیری ابدی زندگی خوشی حال ہو۔

کنجروں ناچوں۔ تماش بینوں میں روپیہ خرچ کرتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ یہ میرے لیے عذاب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا دیا ہوا رزق تو نے کہاں خرچ کیا۔ اور یہی روپیہ مسجد۔ رفاعہ عام پر خرچ کرے۔

جلسہ جلوس کا انتظام کر کے احکام اللہ و رسول سننے کا بندوبست کرے تو کتنا اچھا ہو جب اس کی بہن۔ والدہ یا بیٹی کا معاملہ ہو تو یہ دوسرے مخالف فریق کا مقابلہ کر کے اسے قتل کر دیتا ہے اور اپنی بیٹی کا خاص خیال رکھتا ہے۔ اور جب خود کسی عورت پر ناجائز رویہ اختیار کرتا ہے۔ تو وہ کیوں نہیں سوچتا کہ وہ بھی کسی کی بہن ماں یا کسی کی بیوی ہے۔ اور اس کے بھائی۔ بیٹے بھی وہی غیرت رکھتے ہیں۔ جو میرے دل میں تھی۔ —
—— اور اپنی نفسانی پیلی۔ کھیتی۔ زر و مال کی حفاظت میں پہرے دیتا ہے۔ کوٹھیاں بناتا ہے بینک تیار کرتا ہے۔ اور انتظام کی حد کر دیتا ہے۔ لیکن ایمان کی حفاظت کے لیے وہ کچھ بھی نہیں کرتا۔ کیا یہ انسانیت ہے اور یہی فضیلت و شرف ہے دیگر کائنات پر۔

ایسے لوگوں کو اللہ کریم نے فرمایا۔ بل ھو اضل کہ وہ حیوانوں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ اے انسان پتھر خوفِ خدا سے ڈرتا ہے۔ تیرا دل ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ کتنی غلط راہ ہے۔ او اشد قسوہ تیرے سخت دل کی دلیل ہے۔

ولو انزلنا ہذا القرآن علی جبل الرائیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ۔

اور اگر یہ قرآن نازل ہوتا پہاڑوں پر تو وہ خوفِ الٰہی سے ٹکڑے ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہدایت عطا فرما دے اور نیکی کی زندگی گزارنے کا موقع بخشے آمین۔

چونکہ یقین و عمل کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے اس لیے میں اسی بارے کچھ لکھتا ہوں
کلمہ طیبہ و کلمہ خلیفہ :۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کا نام کلمہ طیب ہے۔

یہ انسان کو کفر سے پاک کرتا ہے۔ اس کے بارہ، بارہ حرف ہیں۔ وجودِ انسان کے بارہ ہی دروازے ہیں جن سے شیطانی اور نفسانی حملے ہوتے ہیں۔ دو کان۔ دو آنکھیں۔ زبان و دل(۶) دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ دماغ۔ شرمگاہ و پردہ(۱۲)۔

صدقِ دل سے ایک بار کلمہ پڑھنے سے سب گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔

حضور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہمسایہ خادم پسر یہودی بیمار ہو گیا۔ آپ نے اس کی بیمار پرسی فرمائی۔ اس پر وقتِ نزع طاری ہو گیا۔ آپ نے اُسے کلمہ شریف تلقین فرمایا۔ وہ اپنے باپ کی طرف نگاہِ اجازت طلب کئے تھا۔ کہ باپ نے اجازت دے دی۔ اور اُس نے پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ کے رسول اس کے ایمان کے گواہ ہو گئے۔ انہی نے اس کا کفن۔ جنازہ کا انتظام فرمایا۔ اور اس کے جنازہ کو جاتے ہوئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف پنجوں کے بل چلتے رہے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔

اس لڑکے کے جنازہ میں بے شمار فرشتے شریک ہو رہے ہیں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ میرا پاؤں کسی فرشتہ پر نہ آجائے۔ اللہ اکبر اور یہ درجہ اُسے محض دمِ واپسین آخری سانس پر کلمہ پڑھنے پر ملا تھا۔ کہ اسکا خاتمہ بالخیر ہوا۔ سبحان اللہ۔

اس بات سے ذرا سوچیئے کہ حضور علیہ السلام کے جانشین حضرات کا کتنا عظیم درجہ و بزرگی ہے۔ اللہ اکبر۔

اگر سات طبقے زمین و آسماں بمعہ خلائق کل ارض و سما ترازو کے ایک پلڑا میں ہوں اور دوسرے پر صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ ہو تو کلمہ شریف وزنی ہو گا۔ کیونکہ یہ ساری کائنات ایک سایہ کی طرح ہے اور سایہ ہمیشہ اصل کے مقابلے میں صفر ہوتا ہے۔ بایں وجہ اس کا تول کچھ وزن نہ ہو گا۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہہ کا ارشاد ہے کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

عرشِ الٰہی کے سامنے ایک نور کا ستون ہے۔ جب کوئی دنیا میں کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ تو وہ ستونِ نور ہلنے اور جنبش کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے حکم فرماتا ہے اے ستون ٹھہر۔

ستونِ نور عرض کرتا ہے یا الٰہی اُس کلمہ گو کی بخشش فرما۔ میں اس کی سفارش کی وجہ سے ہل رہا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور شفقت سے فرماتا ہے اچھا میں نے اپنے اُس بندہ کو بخش دیا۔ پھر ستون ٹھہر جاتا ہے۔ اور بے شک یہ ستونِ نور کلمہ طیبہ کا ہی شجرِ طیبہ ہے جس کی مثال اللہ کریم نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔

کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ اَصلُھا ثابتٌ وّفرعُھا فی السّماء

پاکیزہ بات کی مثال اس پاکیزہ درخت کی ہے جس کی جڑ قائم ہے شاخیں آسمان میں

تؤتی اکلھا کلَّ حینٍ باذنِ ربّھا۔ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے رب تعالیٰ کے حکم سے۔

اور اس کے ساتھ کلمہ خبیثہ کے بارے فرمایا۔ کشجرۃٍ خبیثۃِ نِ اجتُثَّتْ من فوقِ الارض ما لھا من قرار۔ اور بات خبیث خبیث درخت کی طرح ہے گندہ پیڑ اور گندی بات جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا۔ کہ اب اسے کسی قسم کا قرار نہیں ہے۔

یثبّت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو حق بات پر قائم رکھتا ہے اپنی مہربانی اور عنایت سے اور ان کے ثواب کو زیادہ کرتا ہے اور بڑھاتا ہے اپنی رضا سے

پس عتاب و ثواب: کی حقیقت اور وجہ معلوم ہو گئی کہ مومن کلمہ طیبہ کی برکت سے جنتی ہو گیا۔ اور کافر کلمہ خبیثہ کو اپنا کر خبیث ہوا اور پھر دوزخ کا مکین ہو کر رہ گیا۔

وَسِیقَ الَّذِینَ کفرُوا اِلیٰ جہنّم زُمَراً: کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ در گروہ

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ. فرمایا جائے گا داخل ہو جہنم میں دروازوں سے اس میں ہمیشہ رہنے کو پس کتنا برا ہے ٹھکانا متکبروں کا۔ يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ :ر اور ندا کی جائے گی ان کو کہ ضرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو۔ جب کہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم کفر کرتے۔

اور پھر کافر کہیں گے مولا تو نے ہمیں دو بارہ مردہ کیا اور دو بارہ زندہ کیا۔
كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ :ر تھے تم مردہ پھر زندہ کیا تم کو پھر مارے گا تم کو اور دو بارہ زندہ کرے گا تم کو۔

اور مسلمانوں سے فرمایا جائے گا۔ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا: اور جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کی سواریاں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلیں گی۔ اور ان کو جنت کے منتظم سلام کہیں گے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِينَ۔ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِينَ. بطور اظہارِ تشکر مومن لوگ حمد بیان کریں گے اور کہیں گے شکر ہے اس پر کہ اس نے ہمیں جنت کا وارث کیا اور اس سے بڑا اور کونسا ثواب اور اجر ہے۔ اور اس پر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار مسلمانوں کا سب سے بڑا اجر ہوگا۔ اور یہاں سے صاف معلوم ہو گیا کہ العزۃ للّٰہ ولرسولہٖ وللمؤمنین ایمان دار لوگ ہی عزت توقیر کے حق دار ہیں۔ اور عزت محض فضل رب العزت اور اسکا کرم ہے۔ اس نے صاف واضح طور پر فرمایا۔
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ :ر جسے چاہے اللہ کریم عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ اُس کے دربار میں یوں آنا چاہیئے۔ :س

چہار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست
عاجزی و بے کسی عذر و گناہ آوردہ ام

ایک شخص کی شان بیان کرنے سے دوسرے شخص کی فضیلت اور بزرگی میں فرق نہیں پڑتا۔ فرق محض حسد کی وجہ سے اور ان کی توقیر و وقار میں خلاف اور غلط بات کرنے سے پڑتا ہے۔

سمجھ نہیں آتی کہ ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی شان بیان کرنے سے حضرت علی کی شان کیسے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر چاروں کی برابر صفت کی جائے تو کیا نقصان ہے۔ اور پھر یہ کہ حضور علیہ السلام کی شان بیان کرنے سے اچھا ہوگا یا یہ بتلانے میں کہ یہ بات حضور میں نہ تھی وہ بھی نہ تھی۔

افسوس کہ اہل کفر کیا کہیں اگر یہ سنیں کہ اہل اسلام کے نزدیک، ان کے پیغمبر کے پہلے جانشین ہی ایسے ایسے تھے۔ توبہ کی بات ہے۔ اور کچھ عقل ہے تو اپنی خیر مناؤ، عزت اسی میں ہے کہ حضور کے غلام زیادہ ہوں نہ کہ کم حضور علیہ اسلام نے کتنے فخر سے فرمایا تھا۔ کہ اے لوگو تم خیر الانام کی خیر الامت ہو۔ عمل زیادہ کرو۔ کہ جنت میں تمہارا کم داخلہ کسر شانِ سید الانبیاء ہوگی۔ اور فرمایا بیشک ایک سو بیس ۱۲۰ صفوں سے اسّی ۸۰ صفیں صرف میری امت کی ہوں گی۔

پس اللہ کے فضل سے جمیع صحابہ کرام۔ اہل بیت۔ آئمہ اربعہ۔ حدیث پاک کے جمع کرنے والے۔ غوث اعظم۔ بارہ امام طریقت اور تمام اولیائے اہل سنت وتعز من تشاء کے حق دار ہیں۔ ان کی پیروی اور ان کی عزت بیان کرنے میں ہمارا مفاد ہے نہ کہ ان کی شان میں غلط بیان کیا جائے۔ فاتبعونی اتباع مصطفیٰ طریقت ہے۔ اور من یطع الرسول فقد اطاع اللہ فرمانِ مصطفیٰ پر یقین ہے۔ یقین پہلے ہے اور عمل بعد میں۔ کیا سر کام کی اصل پیغمبرِ خدا نہ تھے۔ ضرور تھے۔ اور ان کی ساری امت نقل کرنے والی ہے۔

عاقِل و ناقل۔ کے بارے میں اس قبطی کو یاد کیجئے جس نے مسخرہ اور نقلیا بن کر موسیٰ علیہ اسلام کا طریقہ اپنایا۔ لیکن اللہ کریم نے اُسے بھی جوارِ رحمت سے نواز لیا۔

نماز کا طریقہ۔ حج کا طریقہ محض اصل کی نقل ہے۔ پس ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم اپنے تمام اسلاف کو نیک نیت سے یاد کریں۔ اللہ کریم ستار و غفار ہے۔ وہ بڑا رحیم و کریم اور مہربان ذات ہے۔ وہ تو فرماتا ہے لوگوں کے عیب چھپاؤ۔ روزِ محشر تمہارے عیب چھپائے جائیں گے مسلمان وہ ہے جس کی زبان۔ ہاتھ۔ قلم کسی طرح بھی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ المرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ : آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں روزِ محشر اپنے صالحین کا ساتھ نصیب کرے جب کُلَّ اناسٍ با مامِھِم کی ندا ہوگی۔

سب لوگ اُمت وار کھڑے ہوں گے۔ اور حضور علیہ اسلام کی امت تا قیامت ہے۔ پس یہ بھی اپنے آئمہ شرعی جن کی تقلید ہزار ہا صوفیوں درویشوں اور رب کے ولیوں نے کی ہے۔ ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اور عام لوگ مسلمین اپنے اپنے مرشدوں۔ رہنماؤں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اور یہی ورثتہ الانبیاء کے حق میں گواہ ہوں گے۔ اور سارے جہان یعنی بنی آدم کا فیصلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سفرِ الی آخرت میں تو کوئی اپنا رفیق اور ساتھی بنا لے۔ کہ پھر اُس روز یہ آواز تیرے منہ سے نہ نکلے جو کفار کی زبان پر ہوگی۔

ترجمہ :

" ہائے افسوس میں بھی ہوتا آج ساتھ اُن کے "

یا ایہا الذین آمنو باللہِ و رسولِہٖ : اے ایمان والو۔ ایمان لاؤ ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہاں اللہ اور اس کے رسول کی معیّت اور ساتھ واضح ہے۔ اور فرمایا محمد رسول اللہ والذین مَعَہُوٗ : محمد اللہ کے رسول اور ان کے ساتھی اس میں

اصحابِ رسول اور اہلِ بیت اطہار شامل ہیں ۔ کونوا مع الصادقین مع المتقین اور مع الصالحین میں خیر الامت کے تمام بزرگانِ حق شامل ہیں ۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔

مسلمان وہ ہے جو اپنا آپ سب وجود اللہ کو سونپ دے ۔ یعنی اپنے تمام اعضا کو اُس کی پیروی میں لگاوے ۔ اس کی خوشنودی کے حصول پر وقف کر دے اور نیک کاموں پر لگ جائے کہ ادخلوا فی السلم کافہ اور ففروا الی اللہ پر عمل ہو جائے ۔ اور اُس کا اللہ تعالیٰ پر پورا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ بے مثل ۔ کسی شے کے مشابہ نہیں اور وہ بغیر کسی وسیلہ کے سننے والا ۔ جاننے والا ۔ دیکھنے والا ہے اور انسان جتنی بھی بلندی اور محبتِ خداوندی حاصل کرتا جائے ۔ وہ بندہ ہے ۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے راز پوشیدہ ہیں ۔ اور ان کی سمجھ عقلِ انسانی سے بلند ترین ہے اور انسان بے سمجھی میں کہہ دیتا ہے ۔ ———

حدیثِ قدسی ہے " بی یسمع وبی یبصر وبی یمشی وبی یلتبش کہ اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص بندہ خدا تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ۔ سنتا ۔ چلتا ہے اور دشمنانِ اسلام پر حملہ کرتا ہے ۔ اور یہ وہ مقام ہے جس پر مارمیت کا حکم نازل ہوا ۔ پس یہ بات اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جو کسی مردِ خدا نے جو مندرجہ بالا حدیث سے متعلق درجہ پر فائز ہو گی اجازت اور اس کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے ۔ اور اللہ کا اسم ذات اِس محبتِ خداوندی کا خصوصی وظیفہ ہے ۔ اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیعت کی محبت ان کی محبت سے حاصل ہو گی ۔ درود شریف صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم جتنی کثرت سے بھی پڑھا جائے کم ہے ۔ کہ یہ وظیفہ ملائکہ اور خود ذاتِ اللہ کا طریقہ اور سنت ہے اللہ تعالیٰ کا درود محض رحمت اور سلامتی کا اتارنا ہے ۔ اور ملائکہ و مومنین کا درود و سلام ایک دعا عرض ہے ۔ اور اپنے لیے ایک وسیلہ نجات ہے ۔ اور یہ تب میسر ہو کہ انسان نماز کا پابند ہو ۔ باوضو ہو ۔ کیونکہ بے وضو درود شریف نہیں پڑھ سکتا ۔ اور نہ پڑھنا سب سے بڑی خامی

اور باعثِ محرومی ہوگا۔ اور کفار و مشرکین اس معیت سے محروم ہوں گے کیونکہ وہ بے ادب گستاخ ایمان سے محروم رہے قرآن پاک میں ہے۔ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ ظالموں نے مشورہ کیا آپس میں کہ یہ کون ہیں ایک تمہی جیسے آدمی تو ہیں۔ وَاتَّخَذُوْا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا: میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی اڑائی جہاں حضور علیہ اسلام مسلمانوں کے لیے رحمت ہیں۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیروکار مسلمانوں کے لیے۔ ——————

وہاں حضور علیہ اسلام روزِ محشر گندے بدعقیدہ اور گستاخ اُمتیوں سے بیزاری کا اعلان کریں گے۔ اور صاف فرمادیں گے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ اور عرض کی رسول نے اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا۔ اِسی وجہ سے کفار کفِ افسوس ملیں گے اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا۔ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبا چبالے گا۔ کہ ہائے افسوس کسی طرح میں نے رسول کی راہ اس کے ساتھ لی ہوتی۔ اور کہے گا لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا: میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا

اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ ایسا سفر جس کا راز یُؤمنون بالغیب پر منحصر ہے اس کا سرمایہ ضروری ہے۔ اور سرمایہ کی حفاظت خاطر رہنما اور ساتھی کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ بتائے کہ یہاں ٹھہرو۔ آرام کرو۔ کہ یہ جگہ محفوظ ہے جیسے حضور علیہ اسلام نے فرمایا۔ اے صحابہ جنت کے قریب گذرو تو کچھ میوے نوش کیا کرو۔ اور پوچھا کہ سرکار اس کا مطلب تو بتایا کہ مسجد جنت ہے اس میں کچھ دیر باوضو بیٹھنا یا نفل وغیرہ پڑھ لینا ہی ثمراتِ بہشت ہے اور مومن اور مسلمان کی علامت ایمان کی سلامتی کے بارے فرمایا۔ المؤمن فی المسجد کالسمک

فی الماء: ر ایماندار مسجد میں ایسے ہے جیسے مچھلی پانی میں خوش رہتی ہے۔
اور کافر اور منافق کے بارے فرمایا۔ المنافق فی المسجد کطیئرٍ فی القفس۔ کے بے ایمان منافق مسجد میں پنجرہ میں قید بے قرار پرندہ کی طرح ہے۔
مسلمان کی امداد بفضل خدا تعالیٰ ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔ خصوصاً جب آدمی قبر میں جاتا ہے۔ اور اس کا حساب ہونے لگتا ہے تو قرآن مجید۔ نماز زکواۃ وخیرات اور روزہ اس کے چاروں طرف اس کے سفارشی ہوتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مومن دلیر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی محبت کا اظہار کا یہی وقت ہے۔
اور پھر روزِ محشر انشاء اللہ تمام اکابر مومنین اپنے ماتحت اور اپنی جماعت کے گنہگار بندوں کی شفاعت کریں گے۔ اسی لیے کافر کہیں گے۔ ربما یودّ الذین کفروا لو کانو مسلمین۔ آرزو مند ہوں گے۔ کافر لوگ کہ کتنا اچھا ہوتا اگر ہم بھی مسلمان ہوتے۔
پس پہنچان کہ اللہ کے رسول۔ نبی اور ان کے اصحاب جنہوں نے اپنے پیغمبر کے فرامین سنت اور احادیث وکلامِ الٰہی کی حفاظت کا بندوبست کیا۔ اور اس قانون اور اسوۂ حسنہ کو تا قیامت مسلمانوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہوئے۔ اور پھر ان کے بعد جنہوں نے مختلف زبانوں اور علوم میں سمجھانے کا حق ادا کیا ہے
۔ اور جنہوں نے محبت کی راہ پکڑی ہے ان کے ساتھ ہونا چاہیئے۔
اور یہ آخری باب جس کا نام میں نے الرفیق ثم الطریق رکھا ہے۔
اس کے معنی ہیں کہ ساتھی کے ساتھ راستہ لو۔ اور یہ بات ختم کرنے سے پہلے عرض کردوں کہ اس کتاب میں صراطِ مستقیم کے بارے سب کچھ لکھا گیا ہے۔ اور جو اس کتاب کا نام ہے۔

جاءَ صباغٌ والنورہٖ آگیا رنگریز نورِ الٰہی کا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس نور کی رنگیر یزی انبیائے کرام۔ صحابہ رضوان۔ آئمہ اربعہ اور اولیاء

اللہ کی وساطت سے فرمائی ہے۔

اور یہی لوگ ہیں جو رفاقت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ اور انہی کا ساتھ چاہیئے انعمت علیہم کے حق دار یہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور ان سب کا ساتھ نصیب کرے اب میں آخری مضمون خاتمہ بالخیر لکھنے کے لیے قلم کو حرکت دیتا ہوں۔ اور امید ہے کہ اس کے ساتھ ہمارا دل بھی متحرک ہو گا۔ اور اس میں قرآن مجید اور احادیث پاک سے وہی دعائیں نقل کروں گا جو انہی رہنماؤں کی زبان مبارک سے نکلی ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے مسلمین کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

دعائے خاتمہ بالخیر

ایک شخص ایک بزرگ درویشِ ربانی کے پاس حاضر ہوا اور تنگی معاش کا ذکر کیا۔ انہوں نے ایک انڈا پر دم کیا۔ وہ سونے کا ہو گیا۔ چونکہ انہوں نے بلند آواز سے سورۃ اخلاص یا کوئی اور وظیفہ پڑھا۔ جو اس نے سن لیا۔ گھر گیا اور خوش تھا کہ وہی دعا پڑھ کر گھر بیٹھا دولت جمع کرتا رہوں گا۔ لیکن جب اس نے کئی بار ورد کیا اور کچھ فائدہ نہ دیکھا تو پھر حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا یہاں کلامِ ربانی کے لیے زبانِ فریدانی درکار ہے۔ اللہ اکبر۔ بابا فرید الدین گنج شکر سرکارِ پاک پتن شریف۔

اللہ تعالیٰ نے دورانِ حج دعاؤں کا حکم دیا۔ روضۂ رسول پر حاضری کا فرمان کیا۔ اور کتاب ہٰذا میں ایسے بہت سے واقعات درج ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ جائے بزرگ ہو زبانِ بزرگانِ دین ہو۔ باوضو ہو۔ قرآن مجید اور نماز کے بعد اسی لیے دعا کا حکم ہے۔ دعا کے لیے رزقِ حلال بھی شرط ہے۔

بہر حال دعا کرنے کے لیے عاجزی فروتنی اور زاری شرط ہے اب کچھ دعائیں درج کی

جاتی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ بھی ساتھ لکھتا ہوں اور انبیاء کرام کا نام بھی درج ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں ہمارے لیے قرآن پاک کا حصہ فرما کر کمال مہربانی فرمائی۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْب: میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں (اللہ) کے قریب ہوں وہی مجیب الدعوات ہے۔ ہمیشہ مانگا جاتا ہے کسی کے سامنے۔ اور وہ دینے والا واقف ہوتا ہے کہ مجھ سے کون سوال کر رہا ہے۔ اور اس کی مثال انسان کی آپس کی ضروریات کا لینا دینا ہی کافی ہے۔

اب جو بندہ اللہ عزوجل جو اس کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ وہ کیا خیال کرے۔ اور یہ بات تو واضح ہے کہ کفار جن بتوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں وہ ان کے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان میں قوت سماعت۔ قوتِ بصر و بصیرت کچھ بھی نہیں اور پھر بھی وہ ان کو بڑا کچھ سمجھتے ہیں۔

لیکن مسلمان جب کسی سے دُعا کرائے۔ یا خود دُعا کرتا ہے تو اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیعٌ بصیر رافع الدرجات۔ قاضی الحاجات ہے۔

صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کی معیت بارے سوال فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے حضور ہی کی معرفت جواب عطا یا جو اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ عباد اللہ و اولیاء اللہ اور انبیاء و رسل کو خصوصی قربِ الٰہی حاصل ہے کہ ان کے کہنے سے اور بتانے سے انسان کو عین الیقین حاصل ہوتا ہے۔

اور نماز بھی پڑھتے وقت حضورِ قلب ضروری ہے۔ لاصلوٰۃ اِلّا بحضور القلب نماز نہیں ہوتی حضورِ قلب کے سوا۔

اجیب دعوۃ الداعِ اذا دعان: قبول کرنے والا ہے وہ پکار کا جب کوئی پکارے اس بارے باب التوحید میں کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں محض اولیاء اللہ مخصوص عباد اللہ کا یقین باللہ اور خیال پاکیزہ بیان کرتا ہوں۔

جس طرح ہم جہاں بھی ہوں خیال ہی خیال میں لاہور۔ کراچی۔ مدینہ شریف مکہ معظمہ یا اور جو بھی جگہ ہو یا کسی شخص یا کسی واقعہ کا خیال کریں۔ اس کی ساری صورت جو ہم کو پہلے سے معلوم ہے وہ جان جاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ والے جو اللہ کے حضور ہمیشہ حاضر رہتے ہیں۔ ان پر تجلیات انوار کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اور ان کی نظر اس کے نظاروں سے شناسا رہتی ہے اللہ تعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے لیکن پھر بھی ایسے لوگ جب نظارہ کرتے ہیں' یہ عجیب صورت ہوتی ہے۔ جس کا نقشہ بیان کرنا محال ہے۔

وللّٰہ المثلُ الاعلیٰ: اللہ کے لیے اعلیٰ مثال ہے۔

پس انسان کو چاہیئے کہ وہ جانے اللہ تعالیٰ میرے پاس ہے مجھ سے زیادہ قریب ہے جسے میں نہیں سمجھتا وہ سمجھتا ہے۔ اور دُعا کرے۔ پہلے اپنے عیوب و خیال باطل سے توبہ کرے۔ رجوع الیٰ اللہ رکھ کر اللہ عزوجل سے پُر امید ہو کر دعا مانگے انشاء اللہ اس کی دُعا قبول ہوگی۔ دُعا کی قبولیت میں دیر ہو سکتی ہے۔ لیکن نامنظور ہونا کوئی چیز نہیں۔ البتہ جو چیز دُعا گو کے حق میں بہتر نہیں اور وہ اُس کی وجہ سے ناواقف ہے۔ وہ اور بات ہے۔ اسی لیے اللہ عزوجل نے کئی بار انبیاء علیہ اسلام کو فرما دیا۔ کہ یہ دُعا نہ کیجیئے۔ لیکن چونکہ ہماری اُس مقام تک رسائی نہیں ہے اس لیے ہمیں جواب نہیں ملتا۔ بہر حال ناامیدی کفر ہے۔

حضرت نوح علیہ اسلام کو بیٹے کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو چچا آزر کے لیے دعا مانگنے سے منع فرما دیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ وہ منافقین کے جنازہ میں شامل نہ ہوں۔

دُعا کی سب سے اہم شرط نبی علیہ السلام کا وسیلہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر درود شریف کے کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور حاجت کے لیے آپ سے عرض کرتے ہیں۔ آپ کے بعد کیا ہو گا۔

فرمایا انبیاء علیہ اسلام قبروں میں زندہ ہیں اور وہ ہر امتی کی خبر گیری فرمانے والے ہیں۔ میں اپنی امت کا درود وسلام بلواسطہ اور بلا واسطہ سنتا ہوں اور فرشتے ہر وقت میرے پاس حاضر رہتے ہیں۔ جو میری امت کے اعمال پیش کرتے ہیں۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ تعالی کو کہاں دیکھا ہے آپ نے فرمایا جہاں اپنے آپ کو نہ دیکھا۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ تو ایسے ہو جا جیسے پہلی رات کی دلہن کہ وہ نہ خود کو دیکھتی ہے نہ کسی آنے والے کو۔ جو اسے دیکھنے آتے ہیں اور خواجہ خرقان نے فرمایا ہے کہ جب کسی کا دوست آئے تو وہ خود کو بھول جاتا ہے اور صرف اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو بندہ اس طرح سمجھے جیسے دوست نے اپنے دوست کے خیال میں خود کو بھلا دیا۔ تو پھر وہ معرفت کا جاننے والا ہو گیا۔

مولانا جامی فرماتے ہیں زیادہ اطاعات اور نیکیاں کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا جب کہ تو اپنی ہستی کو نیستی میں نہ بدلے۔

پس دعا کی قبولیت کی شرائط معلوم ہو گئیں۔ کہ توجہ اِلی اللہ اشد ضروری ہے۔

حکایت :۔ کہتے ہیں ایک نابینا شخص روزانہ دعا کرتا کہ مولا کریم میری نظر واپس کر دے۔ یا الٰہی میری نظر بحال کر دے۔ اور اس مسجد میں بادشاہ بھی آکر نماز پڑھتا تھا بادشاہ نے کچھ سوچ کر اُسے کہا اے نابینا بوڑھے اگر صبح تک تمہاری نظر ٹھیک نہ ہوئی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اور جب صبح بادشاہ آیا تو نابینا اللہ تعالیٰ کے فضل سے بینا ہو چکا تھا۔

وجہ :۔ پہلے نابینا کے دل میں خوف اور توجہ نہ تھی۔ اب ڈرا کہ اگر بینائی نہ ملی تو قتل ہو جاؤں گا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ سے حضورِ قلب کے ساتھ دعا کرنے لگا۔ تَضَرُّعًا وَّخُفیۃً ، اسلئے وہ اپنی دُعا میں قبولیت کا حق دار ہو گیا۔

کلمہ شریف لا الہ الّا اللہ محمد رسول اللہ ایمان کی اصل ہے۔ اور دیگر تمام احکامِ

شریعت اسی ایمان کی نورانی کیفیت کی حفاظت ہے۔

اللہ تعالیٰ اِسی کلمہ شریف کی برکت سے اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ اور اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔ پہلی دعا قرآن مجید میں سورۃ فاتحہ والی ہے۔ اِھدِ نا الصراط المستقیم۔

اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم دکھا۔ اور قبل اس کے اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالکِ یوم الدین آئے ہیں۔ مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ نام جن کا تعلق دُعا سے ہے۔ بیان کئے جائیں۔ گناہوں کی بخشش کے لیئے یا ستّار و یا غفار۔ طلبِ رحمت کے واسطے یا رحمان و یا رحیم رزق کی فراخی میں وظیفہ یا رازق و یا رزاق۔ پرورش اور کُنبہ پروری کی کشائش کے لیے یا رب جیسے اسمائے صفات کا وسیلہ بارگاہِ الٰہ العٰلمین میں دَرجہ عظمیٰ کا مقام رکھتا ہے۔ توبہ کے لیے یا ثواب یا غافرِ الذنوب کا ورد کرے۔ اسی طرح پاکیزگی اور صفائی قلب وروح کی اصلاح خاطر یا سُبحان یا منّان کے اسمائے حق تعالیٰ پڑھ کر دُعا مانگی جائے۔

حضرت میاں صاحب شیرِ ربانی شیر محمد صاحب شرق پور شریف والے فرمایا کرتے کہ دُعا کرنا آسان نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ اس میں فکر۔ خوف اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا آسان نہیں ہے۔ دعا ایسی مانگنی چاہیئے۔ جو شریعت وطریقت میں جائز اور روا ہے۔ اور حتّی الوسع آخرت کو ترجیح دی جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ آخرت روزِ محشر بوقتِ حساب ایک مسلمانوں کا گروہ حاضر ہوگا۔ اور ان کے اعمال نامے نیکیوں میں بہت ہلکے ہوں گے۔ ان کے پلڑہ حسنات میں ایک چیز رکھ کر ان کو زیادہ کردیا جائے گا۔

اور جب پوچھیں گے تو فرمان ہوگا۔ یہ وہ دُعائیں ہیں۔ جو تم دنیا میں مانگتے تھے۔ اور وہ دنیا میں قبول نہ ہوئیں۔

آج ان کا اجر تم کو دیا جاتا ہے۔ اور داخل جنت کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ اسلام نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ بتاؤ غریب کون ہے۔ عرض کی جو دولت کی نایابی۔ گذارۂ معاش میں تنگ ہو۔

آپ نے فرمایا میرے نزدیک وہ شخص زیادہ غریب ہے جس کے پاس نماز۔ روزہ۔ خیرات اور دیگر نیکیوں کا سرمایہ بہت ہے۔ لیکن وہ بندوں کے حقوق میں مجرم ہے۔ روزِ محشر جب اسکا حساب ہوگا۔ اور اسے جنت کا ٹکٹ ملنے لگے گا۔ تو ایک بہت بڑا گروہ اس کے سامنے مدعی بن کر حاضر ہوگا۔

اور وہ کہے گا یا مولا اس سے ہمارا حق دلادے۔ اور پھر اس کی تمام نیکیاں ان کو تقسیم کردی جائیں گی۔ اور پھر بھی حق باقی رہے گا۔ تو پھر مدعی لوگوں کے سیاہ اعمال نامے اُسے دے کر ان لوگوں کو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ اور وہ شخص دوزخ کیطرف ہانکا جائے گا۔

ایک واقعہ پڑھنے میں آیا ہے کہ ایک عورت جس کے ہاتھ میں تکلیف تھی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور دعا کے لیے عرض کی آپ نے فرمایا ہاتھ کو تکلیف کس وجہ سے ہے۔ وہ بولی۔

حضور میں نے آج رات خواب دیکھا۔ اور میرے سامنے دوزخ آگیا میں نے سوچا کہ میری والدہ اور باپ فوت ہو چکے ہیں۔ میں دیکھوں وہ کہاں ہیں پس میں نے جھانکا کہ سامنے میری ماں عذاب میں مبتلا تھی۔ اس نے مجھے دیکھا۔ اور فریاد کی کہ مجھے پانی پلادے۔ میں تیری ماں ہوں۔ بیٹی مجھ پر رحم کر۔ اس کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا۔ اور کہا یہ کپڑا صرف میں نے خیرات کیا جو آج میرے ہاتھ میں ہے ورنہ میں کنجوس تھی۔ اور میرا حشر دوزخ میں ہے۔

اُسی اثنا میں نے بہشت کا دروازہ دیکھا اور میں نے حوضِ کوثر پر آپ کو دیکھا۔ اور دیکھا کہ لوگ باری باری پانی پی رہے ہیں۔ یا رسول اللہ ایک طرف میرا باپ کھڑا تھا۔

میں نے اس سے ماں کی خاطر پانی طلب کیا اور اسے کہا کہ میری ماں نے تیری خدمت بہت کی تھی۔ اب وہ دوزخ میں ہے۔

وہ بولا۔ وہ کنجوس تھی۔ کنجوسی لے ڈوبی۔ میں تو اپنی پیداوار سے ہمیشہ حصّہ نکالتا رہا۔

یارسول اللہ میں نے خواب میں پیالہ پانی کا چرایا اور ماں کو دینے لگی کہ کوئی چیز میرے ہاتھ پر گری پانی باہر ہی بہہ گیا۔ اور ماں کے کام نہ آیا اور اُسی لحظہ میرا ہاتھ سخت درد میں ٹیسیں مارنے لگا۔ اور اب میرا بہت برا حال ہے۔ تکلیف سے مر رہی ہوں۔

یہ واقعہ اس لیے لکھا ہے کہ اگر حلال روزی سے خیرات کر کے دُعا مانگی جائے تو بھی اللہ تعالیٰ دُعا کو قبول فرماتا ہے۔ اب چند محاورات خاتمہ بالخیر کی خاطر درج کئے جاتے ہیں۔

الحَیاءُ خیرٌ کُلّہ: حیا خیر ہی خیر ہے۔ اور بے حیا کسی کے پاس کچھ لینے نہیں جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ دعا سے پیشتر تو یہ ضروری ہے۔ اور حیا اچھی چیز ہے کہ اس صفت کے ساتھ انسان نیک ہوجاتا ہے۔ الغنیٰ غنی النفس: غنی ہونا اصل میں دل کا غنی ہونا ہے۔ جو دل کا غنی ہوتا ہے، اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کوئی چیز روک نہیں رکھتی۔

السّعید مَن وُعِظَ لغیرہٖ: سعادت مند وہی ہے جو دوسروں سے سبق اور نصیحت حاصل کرے۔

گو یہ بات صحیح ہے کہ لاخیرَ فی الاسراف: فضول خرچی میں بھلائی نہیں۔ لیکن یہ بھی تو صحیح ہے کہ لا اسرافَ فی الخیر بھلائی میں صرف کرنا فضول خرچی نہیں ہے اور صدقہ اچھی چیز ہے یزید الصّدقۃُ فی العمر: صدقہ عمر میں اضافہ کا سبب ہے۔ نُورُ الوجہ فِی الصّدقِ: چہرے کا نور سچائی سے حاصل ہوتا ہے۔

خاموشی اختیار کرنا بہت سی مصیبتوں سے بچ جانا ہے مانند مَن سکت غریب لوگ جنت میں پہلے جائیں گے۔ جو چپ رہا نادم نہ ہوگا۔

موت الفقراءِ راحۃٌ: فقیروں کی موت راحت ہے۔

نرم کلام کرنے والے کے دوست زیادہ ہوتے ہیں۔
انکساری درجہ کی بلندی کا نشان ہے مَنْ تَوَاضَعَ رُفِعَ مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ، صبر کرنے والا کامیاب ہے۔ دوسروں پر رحم کرنا اسلامیات سے ہے مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ، جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا۔ ہاں بے جا مقام پر رحم کرنا اچھا نہیں ہے۔ بلکہ درمیانی راہ اچھی ہے لَا تَکُنْ رَطْبًا فَتُعْصَرَ وَلَا یَابِسًا فَتُکْسَرَ، اس قدر نرم نہ ہو کہ نچوڑا جائے اور اتنا خشک بھی نہ ہو کہ توڑا جائے۔ اور اچھا کام کرنے کی ابتدا کرنا بہتر ہے۔ اَلْفَضْلُ لِلْمُبْتَدِیْ وَاِنْ اَحْسَنَ الْمُقْتَدِیْ فضیلت اس کی ہے جس نے ایجاد کی خواہ نقال اس سے بہتر کردے توکل بر خدا تمام پونجیوں سے اچھی صفت ہے مَنْ لَہُ الْمَوْلیٰ فَلَہُ الْکُلُّ۔ جس کا مولا ہے اس کا سب کچھ ہے۔ نیک آدمی ہمیشہ آخرت کی فکر میں رہتا ہے کہ اس نے سن رکھا ہے ھَمُّ السَّعِیْدِ آخِرَتُہٗ: برے آدمی کی صحبت سے دور رہنا چاہیئے وَحْدَۃُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ، آدمی کی تنہائی برے آدمی کی صحبت سے اچھی ہے۔ اپنی رائے پر عمل کرنا بے وقوفی ہے۔ مَنْ اُعْجِبَ بِرَائِہٖ ضَلَّ۔ اپنے رائے پر مغرور ہونے والا شخص گمراہ ہے۔
اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلیٰ زیادہ کھانا غفلت کا سبب ہے کم کھانا کم سونا اچھی صفت ہے۔ رَاحَۃُ الْجِسْمِ فِیْ قِلَّۃِ الطَّعَامِ وَرَاحَۃُ النَّفْسِ فِی الْقِلَّۃِ الْآثَامِ وَرَاحَۃُ الْقَلْبِ فِیْ قِلَّۃِ الْاِھْتِمَامِ وَرَاحَۃُ اللِّسَانِ فِیْ قِلَّۃِ الْکَلَامِ: جسم کی راحت کم کھانے میں نفس کی راحت کم گناہوں میں دل کی راحت وہم کے کم ہونے میں زبان کی راحت کم بولنے میں ہے۔
یہ چند محاورات قلم بند کئے ہیں تاکہ پڑھنے والا خاتمہ بالخیر کی خاطر کچھ نہ کچھ سرمایہ حاصل کرلے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو اپنے فضل وعنایت

سے قبول و منظور فرمادے آمین یا الٰہ العلمین اب میں انشاء اللہ انبیائے کرام کی وہ دعائیں جو قرآن مجید میں درج ہوں لکھتا ہوں۔ اور ان دعاؤں کا مقصد بیان کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

دعائیں اور ان کا ترجمہ:

(۱) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ: اے اللہ دکھا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام فرمایا۔ سورۃ فاتحہ۔

(۲) رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ: اے میرے رب کر دے اس شہر کو امان والا۔ روزی دے اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ: اے پروردگار قبول فرما ہم سے کہ تو ہی ہے بیشک سنتا جانتا۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ: اے پروردگار کر ہمیں اپنے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد سے ایک امت تیری فرماں بردار ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا۔ ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ ...... اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ: اے پروردگار ہمارے بھیج ان میں ایک رسول ان میں سے کہ ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور علم پختہ سکھلائے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

یہ دعائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر پر مانگی تھیں۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

(۳) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ: اے پروردگار ہمارے بھلائی عطا فرما دنیا اور آخرت اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

(۳) سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ : سنا ہم اور مانا ہم نے تیری معافی ہو اے رب تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا۔ وَاغْفِرْ لَنَا۔ وَارْحَمْنَا۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران)

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمیں اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلوں پر رکھتا تھا۔ اے رب ہمارے ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو۔ اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے ہم پر مہر کر۔ تو ہمارا مولا ہے اور کافروں پر ہمیں مدد دے۔

(۴) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ : اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر۔ بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت بخشی۔ ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔ بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔

رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ : اے پروردگار تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو اس دن کہ جس میں شک نہیں۔ بیشک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : اے اللہ ملک کے مالک۔ تو جسے چاہے سلطنت دے جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہاتھ ہے۔ بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : اللہ عزوجل کے پسندیدہ اور انتخاب کردہ معزز بندوں میں سے عمران حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے نانا جان ہیں۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ : اور جب عمران کی بی بی نے عرض کی اور انکا نام حنہ بنت فاقوزا تھا۔ عیسیٰ علیہ اسلام کی نانی

اماں۔ رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَا فِی بَطْنِی مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم: اے پروردگار میرے میں تیرے لیے منّت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے۔ کہ خالص تیری خدمت میں رہے تو تُو مجھ سے قبول فرمالے بیشک تو ہی سنتا جانتا ہے۔ آپ کا خیال تھا کہ لڑکا ہوگا۔ جسے میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں داعی الی اللہ۔ کے طور پر بیت المقدس بھیج دوں گی۔

لیکن جب بچی پیدا ہوئی۔ تو آپ فکر مند ہوئیں کہ اب کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی: وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی اور وہ لڑکا اس کی مانگ اس بچی سا نہیں ہے۔ یعنی یہ بچی بہت بلند مرتبہ اور اللہ تعالیٰ کی سچی بندی ہوں گی۔

پس اس الہام الٰہی کو سن کرمائی صاحبہ نے فرمایا: وَاِنِّی سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّی اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم: میں نے اس کا نام مریم رکھا۔ اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ راندے ہوئے شیطان سے (یہ بچی بی بی مریم رحمتہ اللہ علیہا والدہ عیسٰی علیہ اسلام تھیں: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا: تو اُسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول فرمایا۔ تو اُس سے اُس کے رب نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے اچھا پروان چڑھایا۔ اور اسے (حضرت) زکریا کی نگرانی میں دیا۔

بیت المقدس کے ستائیس خدّام تھے حضرت عمران ان کے امام تھے۔ جن کی بیٹی مریم تھیں انہوں اسے حضرت زکریا جو مریم کے خالو تھے۔ کی نگرانی میں دیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بی بی مریم اور ان کی والدہ قعدیہ اولیاء اللہ سے تھیں۔ حضرت زکریا علیہ اسلام نے بی بی مریم جو ابھی بچی تھیں کی خبر لینے کو ان کے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ان کے پاس بے موسم پھل رکھے ہیں: وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا: ہر بار اس کے پاس نیا رزق پاتے۔ مریم سے پوچھا۔ اَنّٰی لَکِ هٰذَا: یہ تیرے پاس کہاں سے آیا۔

مریم نے جواب دیا۔ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہ :، وہ اللہ کے پاس سے ہے :، ان اللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب :، بے شک اللہ جسے چاہے۔ بے گنتی روزی دے۔

بے موسم پھل دیکھ کر حضرت زکریا علیہ اسلام نے جن کا اسوقت کوئی لڑکا بیٹا نہ تھا۔ اور آپ کی عمر زیادہ ہو چکی تھی یہ دعا مانگی۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ۔ اے پروردگار اپنے پاس سے مجھے ستھری اولاد دے کہ تو سننے والا ہے دعا کا۔ پھر آپ کی دعا قبول ہو گئی فرشتوں نے خوش خبری دی۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ :،

پس فرشتوں نے ندا کی اُسے کہ تھا وہ کھڑا نماز پڑھتا جائے نماز اپنی پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ علیہ اسلام کی جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی۔ (عیسیٰ علیہ اسلام کی) تصدیق کرے گا۔ اور سردار ہو گا۔ ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں صالحین سے ہو گا۔

ان آیات اور دعا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیک اولاد کی تمنا اور دُعا کرنا انبیاء کی سنت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے معجزات: طیراً باذن اللّٰہ اُبرئُ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

مورتی بنا کر پرندہ بنا کر زندہ کر دینا۔ شفا دینا مادر زاد اندھے اور برص کے بیمار کو (سفید داغ والا) مردے زندہ کرنا۔ اور بتانا کہ کوئی کیا کچھ کھا کر گھر سے آیا ہے اور گھروں میں ان کے کیا رکھا ہے۔

عیسیٰ علیہ اسلام نے چار مُردے زندہ فرمائے عازر اپنے دوست کو تین دن بعد

زندہ فرمایا اور وہ دوبارہ لمبی عمر صاحب اولاد زندہ رہا۔

ایک بڑھیا کا لڑکا جو جنازہ سے کندھوں پر سے کود کر نیچے آپڑا جنگی محصول والے کی ایک لڑکی۔ (۴) سام بن نوح علیہ السلام کو مگر انہوں نے فرمایا مجھے زندگی کی خواہش نہیں ہے۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ: اے پروردگار ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اُٹھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جو جادوگر لائے گئے یہ اُنہوں نے اُس وقت دُعا مانگی۔ جب وہ مسلمان ہو کر موسیٰ کلیم اللہ کے اصحاب بن کر فرعون کے ہاتھوں شہید ہو رہے تھے۔ اللہ اکبر۔ پیغمبر کی صحبت نے چند منٹوں میں اتنا یقین صادق فرمایا کہ شہید بھی ہو گئے۔ اور ایمان کی حفاظت میں کچھ فرق نہ آیا۔ ———

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ: اے پروردگار ہمارے بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں۔ ہمارے قدم جما دے ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔ یہ دُعا پہلے انبیائے کرام کے اصحابیوں نے میدانِ جہاد میں مانگی۔ کہ کفار انبیائے کرام کے شہید کرنے سے بھی نہ شرماتے تھے۔

بوقت ہجرت حبشہ نجاشی بادشاہ سمیت حضرت جعفر طیار کے ہاتھ پر اسلام لائے تو انہوں نے یوں عرض کیا۔ جب یہ وفد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ: تو ان کی آنکھیں دیکھو آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں۔ اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں لکھ لے حق کے گواہوں میں۔ معلوم ہوا کہ بوقتِ دعا خوف الٰہی سے ڈر جانا اور آنسوں گرانا قبولیت کا پکا نشان ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ: یہ دُعا عیسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم کے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ سے مانگی۔ معلوم ہُوا کہ دُعا بزرگوں سے مانگنا بھی قبولیت کا ایک وسیلہ ہے۔ کہ قومِ بنی اسرائیل نے عیسٰی علیہ اسلام سے خصوصی دعا کرائی۔

کہ ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے ایک عید ہو۔ اگلوں پچھلوں کی تیری طرف سے نشانی اور رزق دے ہمیں کہ تو بہتر روزی دینے والا ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ: اے پروردگار ہمارے ہم نے اپنا آپ بُرا کیا۔ تو اگر ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم نقصان اٹھانے والے ہوئے۔ (یہ دُعا حضرت آدم علیہ اسلام نے بہشت سے نکل کر زمین پر آکر مانگی۔ معلوم ہُوا کہ اللہ کی بارگاہ میں انبیائے کرام بھی خود کو گنہگار کہہ کر معافیاں طلب کرتے ہیں۔ تو پھر ہماری کیا بساط کہ دم ماریں۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مال میں سے زکواۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو ان کے حق میں دُعا کرو۔ بیشک تمہاری دُعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔

معلوم ہُوا کہ دُعا کی منظوری کا سبب صدقہ اور خیرات بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خیرات کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ۔ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

وہ جس نے مجھے پیدا کیا وہ مجھے راہ دے گا جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے جب میں بیمار ہوں

تو وہ ہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور مجھے وفات دے گا۔ پھر مجھے زندہ فرمائے گا۔ اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں بخشے گا۔ اے میرے رب مجھے حکم عطا کر۔ اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے قرب کے خاص سزاوار ہیں۔

اس کے بعد فرمایا میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔ اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں سے فرما اور مجھے رُسوا نہ کرنا روزِ محشر کہ لوگ اٹھائے جائیں۔

اور بہت سی دعائیں مانگی بطورِ اختصار عرض کیا ہے۔

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت سے کفار کی قوم کے مقابل یہ دعا موسیٰ علیہ اسلام کی قوم نے مانگی۔

حضرت یوسف علیہ اسلام نے بھائیوں کو معاف کرتے ہوئے دُعا مانگی۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ اللہ معاف کرے تم کو وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ دوسری دعا یوسف علیہ اسلام نے یہ مانگی۔

أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ: ر

تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب کے خاص حق دار ہیں۔

سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ۔ پاک ذات ہے تیری میں تیری طرف رجوع لایا اور میں پہلا مسلمان ہوں۔

ماں باپ کے لیے دعا کا طریقہ ارشاد فرمایا۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ دعائیں بے شمار اور بہت زیادہ ہیں میں نے محض تبرک کے طریق پر ان کو لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بھی حاضری قبول فرمائے۔

اب میں ایک دعا حضرت صدیق اکبر خلیفتہ الرسول کی لکھ کر اس مضمون کو دوسرے مضمون سے بدلتا ہوں۔ وہ دُعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنِی اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَجْعَلْ مُتَشَابِهًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعُ الْهَوٰی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمُرِیْ آخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ لِقَائِکَ ؛

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کی دعا قبول فرمادے اور توبہ کی توفیق بخشے اور اپنے نائب اور مقبول الدعا بزرگوں کا ساتھ نصیب کرے آمین

****

****

آخری نظر لمحۂ فکر

بادشاہ نے جب ایک صاحبِ نظر سے نصیحت چاہی تو وہ بولے۔

اے شہنشاہِ دُنیا بتا تیری بادشاہی کتنی ہے۔ عرض کی ساری زمین پر۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا کی زمین پر چار بادشاہ ایسے گذرے ہیں جن کی بادشاہی سب نبی آدم پر تھی۔ ان کے وقت میں کوئی دوسرا بادشاہ نہ تھا۔ ان میں دو مسلمان تھے۔ دو کافر۔ حضرت سلیمان علیہ اسلام اور سکندر ذوالقرنین مومنین کے سردار دو کافر نمرود جس نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام سے مقابلہ کیا۔

دوسرا کافر بادشاہ بخت نصر تھا۔

اور یہ واقعہ شاید سکندر کا ہے۔ بہر حال القصہ مختصر یہ کہ اُسی وقت بادشاہ نے پانی طلب کیا۔ اور گلاس پانی کا حاضر تھا۔

اللہ کے ولی نے فرمایا اے بادشاہ اگر یہ گلاس جو تو پانی کا پینے لگا ہے اگر سخت پیاس میں یہ پانی میسر نہ ہو تو تُو بتا کہ اس کے حصول میں زیادہ سے زیادہ کتنی قیمت ادا کرے گا۔

بادشاہ نصف بادشاہی دے کر پانی کا گلاس پیوں گا۔

درویش:۔ اور اگر یہی پانی تیرے پیٹ میں خرابی کر دے تو تُو کیا قیمت ادا کرے گا اس کے خارج کرانے میں۔

بادشاہ نے کہا باقی نصف بادشاہی۔

درویش پس یہی نصیحت کافی ہے کہ تیری بادشاہی کی قیمت ایک گلاس پانی ہے۔ تو تو اس پر قناعت نہ کر۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کر۔ قُل متاعُ الدُّنیا قلیل۔

میں جب پیدا ہوا تو مجھے کہا گیا کہ تو اس میدانِ دار العمل میں کچھ نا معلوم وقت جس کا علم تجھے نہیں دیا واسطے ایکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً کے بھیج دیا ہے اب دیکھیں تو کیا کمائی کرے۔ ——

اور میرے کان میں اللہ اکبر کی آواز سنائی دی کہ اے انسان دیکھ سب سے بڑی ذات اللہ کی ہے۔ تو بڑائی ہرگز نہ کرنا۔ اور اشھد ان لا الہ الا اللہ کا مطلب سمجھایا گیا کہ صرف اللہ ہی معبود ہے۔ اور ان محمد رسول اللہ کا ارشاد ہوا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں ہو جا۔ اور اس کا فرمان سن کر وہ اللہ کی طرف سے تیرا رسول ہے۔

اور حیّ علی الصلوۃ اور علی الفلاح کے ساتھ نماز کامیابی کا اصل ہے بتا دیا گیا۔ اور لا الہ الا اللہ پر پھر دوبارہ یاد کرایا کہ خبردار اللہ کو ہرگز جی سے نہ بھلانا۔ ——————

پہلے مجھے ماں کی محبت اس کے اُنس سے مانوس کیا۔ اور کہا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ماں اور باپ کا خیال رکھ۔

پس میری توجہ کا مرکز رازِ الٰہی تھا۔ اور یہ جب بھول جاتا تو میں رو دیتا بجائے اس کے کہ مجھے اللہ ہو کا نام اور یہی غذا دی جاتی ہے۔ دُودھ کی طرف لگا یا گیا۔ اور نعمتِ خداوندی کا شکر مجھ پر مزید فرض کر دیا گیا۔ اب جتنا میرا بدن پرورش پاتا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اس کے کرم کا مجھ پر بوجھ زیادہ ہوتا گیا۔ لیکن میں نہ سمجھا بلکہ بچوں میں بچہ بن کر کھیلنے لگا۔ چونکہ میری تربیت کے ذمہ دار میرے والدین تھے۔ اب کوئی ہے کہ اس نے بسم اللہ شریف سے علم شروع کیا۔ وہ صاحبِ نصیب ہوا اور کوئی اَن پڑھ رہا۔ اللہ اُسے معاف فرمائے۔

علمِ دین قرآن وحدیث فقہ بہترین روحانی غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اک کو نصیب کرے۔

شریعتِ مصطفےٰ میں بہت سے کام حلال روزی کا ذریعہ ہیں۔ جو بھی اختیار کر لیا جائے۔ اُسی میں آزمائش آگئی۔ ہر شخص اپنے اپنے درجہ میں اُس مالکِ حقیقی مالکِ یوم الدین کے سامنے جواب دِہ ہے۔

اے بندۂ خدا دیکھ بے ادبی بد نصیبی کا اصل سبب ہے۔ ایسی بات سے بچ جو بے لطف بے مزہ ہو۔ جب کسی کا دل خوش کیا جائے تو وہ دُعا دیتا ہے۔ اللہ جزا دیتا ہے۔

پنجابی مثل ہے ہتھ کار وَل تے دِل یار وَل

اصل دوستی ربّ کریم کی ہے۔ اور رسولِ پاک کی محبت لازم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نام اللہ اللہ پکارنا اُسی کی چاہت ہے۔

ہمیشہ خوف اور تقویٰ اختیار کر۔ اللہ کریم ہدایت نصیب فرما دے اور یہ یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور بالضرور حاضر ہونا ہے۔ اس کے سوا چارہ نہیں۔ اور تیرا وجود سزا پانے میں بہت نازک ہے اور بس۔

اے میرے دل ہمت نہ ہار۔ مایوس نہ ہو۔ اللہ سے مدد مانگ وہ کوئی ذریعہ مغفرت وسیلہ بخشش مہیا کرے گا۔ اس کی رحمت تمام کائنات کی تمام اشیاء کے ناموں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ کیا تجھے یاد نہیں کہ جب ایک شخص جس نے ننانویں قتل کئے تھے۔ اور پھر نادم ہوا تو اللہ والوں کی طرف رجوع کیا۔

ایک خشک اور سخت عالم سے واسطہ پڑا اس نے زیادہ ڈرایا اور اسے تسلّی نہ دی تو وہ اور مایوس ہو کر اسے قتل کر کے پھر اور طرف چلا۔ اور ایک اللہ کے دوست کی طرف راجع ہوا۔ عمر نے وفا نہ کی۔ موت آ گئی۔ اس کے لیے عذاب و رحمت کے ملائکہ گروہوں کی صورت میں پہنچے۔ اور وہ دونوں حق جتانے لگے۔

عذاب والے عذاب دینا چاہتے تھے۔ رحمت والے ابرِ رحمت برسانا چاہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اس کے گھر سے اس کی لاش تک اور اللہ والے کے دربار سے اس کی لاش تک فاصلہ ماپو۔ اگر پہلا سفر کم ہو تو عذاب کرو۔ اور اگر دربار ولی اللہ کا فاصلہ کم ہو تو اسے رحمت میں لے لو۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین سُکڑ گئی۔ اور وہ بخشا گیا۔ یا الٰہی ایسا نہ ہو کہ میرا آخری سانس میری ہلاکت کا باعث ہو۔

مولا میں سخت گنہگار ہوں۔ مولا تیری قسم تو جانتا ہے کہ باوجود سخت دل ہونے کے اور گناہوں میں غرق ہونے کے بھی میں گناہ سے بیزار ہوں۔ مولا تو ہی مجھ پر ترس فرما۔

شاید تیرے مخلص بندے مجھے قریب لانے سے اور اپنی نظرِ کرم فرمانے سے اس لیے بیزار ہیں۔ کہ میرا وجود سراپا جرم و معاصی سے ناپاک ہے اور ان کو میرے اعمال کی بدبو نے مجھے دُور رہو جانے کا حکم دیا ہے۔

مولا ایسا نہ کر مولا پانی پانی ہے۔ مجھے ایسا تیمم نصیب کر جو میرے قلب و نظر اور تمام اعضائے بدن کو یک لخت پاک کر دے۔ مولا میری تو یہی تمنا ہے۔ پوری کر دے۔ یا الٰہی یا تو کسی کے صدقہ میں مجھے معاف کر دے۔ یا اپنی رحمت کا صدقہ بیڑا پار کر دے۔ یا مجھے اپنا ہی سمجھ کر میرے حال پر رحم فرما دے اور میری سزا کو احکم الحاکمین خالق رب العلمین اللہ اکبر کی شان سے جزائے خیر میں بدل دے۔ آمین ثم آمین۔

اب میں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں سے جن کی شان میں انعمت علیھم فرمایا ہے ان کی بارگاہ میں ہدیہ معذرت پیش کرتا ہوں۔

ہدیہ معذرت

اللہ والوں کی شان میں فرمانِ خالق رحیم و رحمان فی القرآن ہے۔ یدخلون الجنۃ ویرزقون فیھا بغیر حساب: داخل ہو جنت میں روزی کھاؤ۔ اس میں سے جس کا کوئی حساب و کتاب نہیں۔

اور کفار و مشرکین جو اللہ عزوجل کے نافرمان اور ان اللہ والوں کے گستاخ اور بے ادب ہیں۔ ان سے یوں کلامِ عتاب و عذاب فرمایا۔

فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا: پس نہ قائم ہو گا تول ان کیلئے دن قیامت کے وہ سراسر نیک اعمال سے مالامال اور یہ سراسر کفر بد اعمال میں صاحبان ذلت و زوال۔ میں امید کرتا ہوں کہ گو پہلے گروہ سے نہیں ہوں۔ لیکن پچھلے گروہ سے بھی نہ ہوں گا۔ انشاء اللہ العزیز یھدی اللہ من یشاء: اور بے شک تیرا گروہ مومنین اور مسلمین کا ہے۔ ان کا حساب و کتاب ہو گا کہ ان کے اعمال میں نیکیاں اور بدیاں دونوں جمع ہیں۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ: اور روزِ محشر اور پھر جنت میں وہ

باکمال مجلس لگنے والی ہے۔ جس کی شان میں قرآن نے فرمایا۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ : سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ (اللہ رب العزۃ) کے حضور اور حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مجلس دنیا میں بھی نصیب وہی کہ مولا کریم نے فرما دیا ہے۔

وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا۔

اے محبوب تم اپنے رب کے حکم میں ٹھہرے رہو (صابر) کہ تم ہماری نگہداشت میں ہو)

اور ان کے خلفائے راشدین بالضرور آپ کے ساتھ اسی مجلس میں رہے اور ہیں محمد رسول اللہ والذین معہ بتا رہا ہے کہ وہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہیں۔ ہم مجلس ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں۔ آپ مجلس لگاتے ہیں اور تمام زمین سے رُوحانی افسران اولیاء اللہ کو بلا کر ان سے کلام فرماتے ہیں کسی کو لاہور بھیجا کسی کو اجمیر مقرر کیا۔ کسی کو کہیں کسی کو کہیں۔ پس اس طرح وہ ہماری ہر طرح امداد فرماتے ہیں۔ اور ہمارا حال ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مہربانی فرمایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ : اور نہ جھڑکو منگتے کو۔

اس چودہویں صدی کے بزرگانِ تصوّف اور فیوض و برکاتِ منورہ کے قاسموں سے اپیل ہے کہ ہمارے حال پر مہربانی فرماویں۔ یا الہٰی تو غفور الرحیم ہے رؤف الرحیم ہے۔ مولا تیرے حبیب بھی انہی ناموں والے شفیق اور رحمتہ اللعلمین ہیں۔ مولا کرم فرماوے یا الہٰی خاتمہ بالخیر ہو۔

یا الہٰی ہر مسلمان کو نیکی کے زیادہ کرنے اور برائی سے بری ہونے کی توفیق اور ہمت نصیب فرما۔ آمین ثم آمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسول الامین وآلہ واصحابہ واہل بیت واولیاء اللہ و اولیائہم اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین۔ نیکی ہی اصل سرمایہ ہے۔ والباقیات الصالحات ضروری ہے کہ نیک اعمال زادِ راہ کی صورت میں پیش کئے جائیں۔

باب یازدہم

زادِ راہ

یہاں سفرِ آخرت مراد ہے۔ اور وہاں دو ہی جگہیں ہوں گی جنت اور جہنم اور عام قسمیں انسانوں کی وہاں تین ہوں گی۔ کفار و مشرکین۔ منافقین۔ یہ دونو دوزخ کے مکین گروہ ہیں۔ تیسرے مسلمین و مومنین۔ سخت کفار و مشرکین اور ان کے نصیب بارے فرمایا۔ وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَصِیبٍ۔ اور ان کے لئے آخرت میں کچھ نہیں۔ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ: جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔ اور نہ ان کی مدد ہوگی۔ اور ان کی خوراک شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ہوگی تھوہڑ کا پیڑ۔ کَالْمُھْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ: تانبے کی طرح جو گلا ہوا ہو پیٹوں میں جوش مارے گی۔ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ جیسے جوش مارے کھولتا پانی۔ خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ: پکڑو اس کو ڈالو دوزخ کیطرف ٹھیک بھڑکتی آگ میں زور سے گھسیٹ کر۔ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِہٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ۔ ذُقْ۔ اِنَّکَ انت العزیز الکریم پھر اس کے سر پر کھولتا پانی ڈالو۔ چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔

یہ آیات کفار کے حق میں ہیں مسلمان اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مطابق فرمان: اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ۔ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ: مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ بیشک وہ عزت والا مہربان ہے۔ دنیا کا مال زادِ راہ نہیں ہے بلکہ ویل اور خرابی اس کا نتیجہ ہے۔ وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ نِ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ: خرابی ہے اُس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔ اَلَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ۔ یتیم کو دھکے دینے والا مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ رکھنے

والاوہ نمازی لوگ جو سست ہیں نماز میں صلوتہم ساھون ھم یراؤن دکھاوا کرنے والے۔
یمنعون الماعون۔ برتنے کی چیز مانگنے پر نہ دینے والے عذاب کے پانے والے ہونگے۔ (معاذاللہ)

ان آیات اور نافرمانیوں میں کچھ مسلمان بھی آگئے۔ اِن کو ڈرنا چاہیئے۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ
حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ : غفلت مال کی کثرت اور اس کی حفاظت میں لگے رہنا۔ یہاں
تک کہ قبروں میں جا اترے۔ یہ لوگ آخرت کے زادِ راہ سے محروم رہے۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ
يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ط ان نعمتوں کے بارے ضرور سوال ہوگا۔

توبہ نہ کرنے والے خسارہ پانے والوں کو وہاں بڑی ذلت کا سامنا ہوگا۔ لَنَسْفَعًا
بِالنَّاصِيَةِ ط نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ اور یہ اس لیے ہوگا۔ ضرور ہم پیشانی کے
بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ پیشانی جھوٹی خطا کار کی۔ کہ اس نے جھٹلایا اللہ کے حکموں کو۔
اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى جھٹلایا اور منہ پھیرا تو اور اس کی مدد نہ ہوگی فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ار
اب پکارے اپنی مجلس کو۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ : ہم بھی اپنے سپاہیوں کو (زبانیہ)
بلاتے ہیں۔ یہ ان کفار سے فرمایا جنہوں نے نبی علیہ اسلام اور قرآن مجید کی کچھ وقعت نہ
کی اور تمسخر اور لاپرواہی سے دُور ہو گئے۔

بے یقین نامراد کے بارے یہ بھی فرمایا کہ جب اُسے ہم روزی عطا کریں تو کہے میرے
رب نے مجھے عزت دی لیکن جب اس پر تنگی فرماویں تو کہے رَبِّيْٓ اَهَانَنِ : میرے رب نے
مجھے خوار کیا۔ استغفر اللہ ایسے بول کی اللہ تعالیٰ طاقت نہ دے۔ بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ
یہ تنگی اس لیئے ہوتی ہے کہ تو یتیم اور غریب لوگوں کو کوئی عزت نہیں دیتا یعنی ان کی کوئی مدد
نہیں کرتا۔ اور مسکین کی مدد کے لیے لوگوں کو مشورہ نہیں دیتا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ
بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

یہ چند فرمان اللہ تعالیٰ کے درج کئے ہیں تاکہ ہمارا جی خوف کرے اور دوزخ سے ڈرے۔
اللہ تعالیٰ کے عتاب اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے اپنی پونچی جو زادِ راہ آخرت ہے۔

اس میں نکر کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن سخت احکام کفار میں شامل نہ کرے۔ ———
تمام سچوں سے بڑا سچا شخص وہ ہوتا ہے جس کے سچ کی گواہی اُس کا دشمن دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ابوجہل نے کہا تھا کہ ہم تمہیں سچا جانتے ہیں۔ جھوٹا تو ہم تمہارے اس کلام کو جس کا نام قرآن بتاتے ہو۔ اسے کہتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک اور یہ بات ابوجہل نے اپنے گہرے دوست اخنس بن شریک سے کہی تھی۔

مسلمانوں کی عزت و توقیر میں فرمانِ ربّ قدیر ہے : اَغْنَاھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ : غنی کیا اُن کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ معطی اَنَا قاسم ، میں اللہ کی عطا کو تقسیم کرتا ہوں عطا دنیاوی طریق پر ہو یا دینی۔ روزی دنیا کی ہو یا آخرت کی قسمت۔

مسلمان مُتقی کی ہمت اور توشہ روحانیت پر مبنی ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ، اللہ عزوجل ملائکہ جنت و جہنم یوم الحساب۔ جزا و سزا فی الآخرہ پر ایمان بالغیب ہے۔ اور نماز قائم کرنا اللہ عزوجل کی حاضری ہے۔ اور روزی میں سے خیرات کرنا۔ انسان کے وجود کا دنیاوی کوشش کا دین بنانا ہے۔ بیماری مصیبت بدن کی زکوٰۃ ہے۔ ہر کام اللہ کی رضا میں کرنا۔ توجہ اِلی اللہ رکھنا ہی وہ قیمت ہے جس کے بدلہ میں اُخروی سرمایہ ملے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سراپا صدق۔ خُلق۔ رحمت بنا کر بھیجا قرآن مجید میری ہی صفت و ثنا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری فنا التبوفی کا عین نظارہ آپ کے خلفاء میں ملتا ہے۔ آپ کی صداقت کا نمونہ اور ایک شاگرد، مرید۔ اور غلام کا نمونہ۔ عاشق و محب کا مصداق ابوبکر صدیق تھے۔ اور تمام اہلِ طریقت انہی کے پیروکار ہیں۔
شریعت میں پابندی عدل سے کام لینا اور ہر پہلو میں عدل کا دکھانا یہ حضرت عمر

فاروق اعظم امیر المومنین خلیفہ دوم تھے۔

عدل محض عدالت کے فیصلوں تک محدود نہیں بلکہ دوسروں کے معاملہ کے علاوہ خود اپنی اصلاح۔ اپنے روح و بدن کے معاملہ میں عدل ضروری ہے جس کا بدن و نے کے بعد تکلیف اٹھانے والا ہوگا۔ گویا اُس انسان نے اپنے وجود پر ظلم کیا۔ اور اس بدن کے ساتھ عدل اور انصاف نہ کیا۔

اسی وجہ سے بدن اور روح دونوں کو عذاب ہوگا۔ بدن کو اس لیے کہ وہ تابعداری سے دُور رہا۔ روح کو اس لیے کہ اس نے ترقی نہ کی۔ اور انسان دو طرح سے مجرم ہوا۔

تیسری خصوصی صفت نبی علیہ اسلام کی خیرات اور سخاوت کا نمونہ حضرت عثمان بن عفان خلیفہ سوم امیر المومنین رضی اللہ عنہہ تھے جن کے بارے حضور علیہ اسلام نے فرمایا تھا۔ اے عثمان سخاوت ایک بہت قیمتی درخت ہے اور عثمان تم اسکی ایک شاخ ہو۔ اور پھر فرمایا کنجوسی بھی ایک خاردار پودا ہے۔ اور ابوجہل اُس کا ایک کانٹا ہے اسی طرح فیضانِ روحانیت کا حضور علیہ الصلوۃ و اسلام نے جو نمونہ عملی ہمارے لیے سامنے رکھا وہ مولا علی مشکل کشا تھے۔

تمام اہلِ طریقت آپ ہی کی پیروری میں بیعت و رہیعت فیضانِ رحمت حاصل کرتے ہیں۔

مختصر طور پر یہ باور کریں کہ عبادت۔ ریاضت۔ ذکر و فکر۔ تلاوت تقویٰ۔ طہارت روح کی غذا اور سرمایہ زادِ راہِ آخرت ہے۔ اور اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار اور جنت کی بہار عطا فرماوے گا۔ اور یہی مقصد ہے اس آیت کریمہ کا۔ الاَ بذکر اللہ تطمئن القلوبُ۔

اور خیرات۔ صدقات۔ جہاد فی النفس اور جہاد باالکفار۔ مساجد۔ مدارس۔ علما۔ فضلا کی خدمت۔ اللہ کی راہ میں سفر۔ بزرگوں کی زیارت ان پر اپنا مال خرچ کرنا۔ یتیموں

غریبوں کا سنبھالنا حقوق العباد پر نظر رکھنا یہ چیزیں جسم انسانی کا سرمایہ فی الآخرت ہیں
اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَمْوَالَھُمْ وَاَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃ
میں اسی سودا کا حکم ہے۔

منافقین جو چھپے کفار ہیں۔ اور کفار کے جاسوس ہوتے ہیں یہ کفار سے بھی زیادہ بُرے ہیں اسی لئے ان کا انجام کفار سے سخت ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ اور ان کی پونجی کچھ فائدہ نہیں رکھتی ان کا نماز روزہ اکارت ہے فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ ان کی تجارت ان کو کچھ بھی نفع نہ دے گی۔ اور سب سے نچلے حصّہ میں ان کو عذاب دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ زادِ راہِ آخرت صرف مسلمانوں کو حاصل ہے اور انہی کو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ابدی نعمت عطا کرے گا۔ جن کا تعلّق اس کے صفاتی نام رَبِّ رحیم و کریم ستّار و غفار۔ سبحان و قدوس سے ہے۔ اللّٰہ اکبر۔

اب میں اللہ تعالیٰ کے کچھ شفقت و رحمت کے احکام درج کرتا ہوں۔ فرمایا خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا پیدا کیا موت اور زندگی کو واسطے تمہارے تاکہ تم کو آزمایا جائے کہ اعمال میں بہتر کون ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْھَرُوْا بِہٖ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ تم اپنی بات آہستہ کرو یا آواز سے وہ دلوں کی جانتا ہے۔

فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ط پس چلو اس کی راہوں میں اور کھاؤ اس میں سے (زمین سے) اور اسی کی طرف اٹھنا ہے (اللہ کی طرف)

اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَہٗ، وہ کون ہے جو تمہیں روزی دے اللہ اگر اپنی روزی رد کرلے۔

جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ؛ اُسی نے تمہارے لیے بنائے۔ کان آنکھ اور دل (معلوم ہوا کہ جس نے یہ چیزیں بنائی ہیں اُس کو دیکھنا انسان کا پہلا کام ہے)

حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات و مخلوقات سے زیادہ علم غیب جاننے والے ہیں۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا؛ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرہ لگا دیتا ہے۔ (فرشتوں کا) تاکہ کوئی شیطان غیب کی خبر سے واقف نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو اس راز سے نا آشنا ہوتے ہیں ان کے نزدیک علمِ لَدُنّی کچھ نہیں۔ لیکن صاحبِ حال جانتے ہیں کہ انسان کو اصلی علم علمِ غیب ہی کا عطا کرنا ہے۔ اِسی وجہ سے اس کا درجہ حسب مراتب بلند ہوتا ہے۔

اور زادِ راہ بھیجنے کی ترغیب اس طرح دلائی۔ یقول یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ کہ ہائے افسوس کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔ یہ کفار کا حال ہوگا۔ اور مومن کے بارے فرمایا فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ معلوم ہوا کہ اس کے نیک بندوں سے تعلق جوڑ کر ان کی مجلس میں بیٹھنا جنت کے داخلہ کی نشانی ہے۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے اس لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے راہِ خدا میں۔ اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔ پس ہمیں بھی ان کے طریقہ پر مال خرچ کرنا چاہیے تاکہ ان کا ساتھ نصیب ہو۔ اور جہاں حضور کی شان وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی فرمایا۔ صدیق اکبر کے لیے وَلَسَوْفَ یَرْضٰی فرمایا پس آمنوا و عملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون پر یقین رکھتے ہوئے عمل کرنا ازبس ضروری ہے۔